

ہمارا دوست سے ہر پاکستانی کا انتخاب

# خونناک کہانیاں

Feb 2018

قیمت - 70 روپے

PP  
PAKISTANI  
POINT

PAK RABTA APNO SE  
پاکستانی پوائنٹ

آپ کے مسائل

سانوری

آس کے بندھن

کلیلا علم

45

ابن حبیب خان

55

ساحل دعا بخاری

62

اجنبی مہربان

دولت

جل پری

نہیم

82

اے آرماتون

105

گفتہ ارم دانی

108

بد دعا

ہم سفر

آنسو

روشن آراء

119

سما کا محل

125

لاریب حسن

128

قبرستان کا نمبر

عشق بے پرواہ

دشت دل

نادیہ مجید

153

محرر بالا

162

ابرار حسین

171

خونی آئینہ

تشنہ کام

راز

نگار تلمر

176

مکمل گوشت

195

مباہک

201

سلطان

جنون خواہش

خونی پیاس

آصف پروین

213

گفتہ ارم دانی

219

نورین عابد

226

نا کام آرزو

انتظار

بھیا تک قدم

مہرین فاطمہ

247

ادارہ

251

ادارہ

255

ناگ کا تحفہ

رنگ دھنک

پراسرار دنیا

قارئین کرام السلام علیکم!

جنوری 2018 کا شمار میری پہلی کوشش تھی جسے آپ نے بہت سراہا آپ لوگوں نے میری حوصلہ افزائی کی، میں تمام پڑھنے والوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اور اگر کہیں مجھے کوئی اعتراض ہو جائے تو اس کی تلافی آپ ضرور کیجئے گا اور مجھے اپنی اپنی محنت سامنے نہ ضرور دلائے۔ رے گے گا پھر پھر چونک ہو، ان تمام باتوں کو درگزر کر دیتے ہیں گا میں چاہوں گی کہ آپ سے ہر ماہ ”رسالے“ کی صورت میں رابطے میں رہوں۔

ایلیٹر

**ہیبیبہ سکندر**، ایلیٹر صاحبہ میں نے جب جنوری کے شمارے میں اپنی کہانی ”مہر و کاغذ“ دیکھی تو دل غرق سے محو رہا۔ میری کہانی شامل کرنے کا بہت بہت شکر ہے۔ باقی پرچہ بہت شاندار لکھا۔ دوسرے باقی میری دعا ہے کہ ”فرخناک کہانیاں“ قاری کرتے ہوئے اپنی پرکھنے اور انداز سے دل اور بات چوکی ترقی دے۔ کہانیاں میں قسمت کی دلی شائستگی صاحبہ اور جیونی صاحبہ کی طرح ہے۔ کچھ کہانیاں اور دوسری جیگر بلورین صاحبہ کے بعد پھند آئی۔ سلسلہ وار کہانیاں میں قاری کا حوصلہ بڑھاتا ہے۔ خوب لکھی دشت دل نے سنا کر کیا۔ اگلے ماہ کے لئے اللہ حافظ۔

حبیبہ صاحبہ: دلی اور لگاؤ اور تھرہ کیجئے کے لئے بہت بہت شکر اور امید ہے کہ آنکھ بھی پرے کے لئے کہانیاں لکھتی رہیں گی۔

**حمید اہلام حسین**، ایلیٹر صاحبہ! سلام! شکریہ آپ نے ڈراؤجسٹ میں فرخناک کہانیاں کا ایلیٹر دیکھا تو سوچا کہ کوئی کہانی لکھی جائے اس سے میری کہانیاں اور ڈراؤجسٹ کے لیے کیا کیا ہو چکی ہیں۔ کوئی بھی ایلیٹر پر جب شروع ہوتا ہے تو لکھنے والا ہمیشہ غرضی خوش ہوتا ہے کہ کہیں لکھنے کے لیے ایک اور جگہ متاثر ہو جائے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ لازمی وہاں کہانی بھی لکھ سکے۔ رے گے دلوں کی پیش کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہر اہم کار کو شکر سے شرف کریں۔ باقی امید کرتی ہوں کہ میری کہانی آپ لازمی شائع کریں گی اور مجھے شکر کا موقع دیں گی۔ آخر میں سب کو سلام۔ میں نے ”ساواری“ لکھی ہے۔ امید ہے اس شمارے میں ضرور شائع ہوگی۔ دیکھئے کہانیاں تمام ہی بہت اچھی تھیں۔ آپ کے مسائل اور ان کے حل بہت اچھا سلسلہ ہے جو کہ بہت پھند آتا ہے، رنگ دھبہ میں تمام صاحبوں نے خوب محنت کی۔ قسط وار کہانیاں بھی بہتر ہیں۔ اگلے ماہ ضرور حاضر ہوں گی۔ جب تک کے لئے شکر ہے۔

☆ ☆ حمیرا صاحبہ: فرخناک ڈراؤجسٹ میں سب سے دلگرا آپ کی کہانی ”ساواری“ شائع ہو چکی ہے۔ خوش ہو جائیے۔ اور ہاں آنکھ داما کی کہانی بھی پڑھا اور لکھنا سب سے بڑا ہے۔

**اسما دلہا بلطادی**، السلام علیکم! آداب عرض ہے، میری کہانی میں ملے لگنے کا بہت بہت شکر ہے۔ امید ہے کہ تمام پڑھنے والوں کو سلسلہ وار کہانی پھند آئی ہوگی۔ کہانیاں میں ذمہ دہترستان، فوجیہ، مذہبی کی قید ملک گون، فلسطینی انگوٹھی روشن دار اور آفری جنوبی حصار عید کی پھند آئیں۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل بہتر ہیں سلسلہ ہے، رنگ دھبہ میں تمام قاریوں نے خوب لکھا اور میں پراسرار دنیا پر کار لڑا دیا گیا۔

سائل صاحبہ: آپ کو بہت بہت شکر ہے کہ سلسلہ وار کہانی شائع ہوئی کہ امید کرتے ہیں کہ تمام قارئین کو پسند آئی ہوگی اور ہاں ہر ماہ اپنا تبصرہ لکھنا سب سے بڑا ہے۔

**مہرین فاطمہ**، ایلیٹر صاحبہ! سلام! میں نے جب ڈراؤجسٹ جنوری 2018 کا دیکھا تو اس میں فرخناک کہانیاں کا ایلیٹر دیکھا ہے۔ بہت بہت شکر ہے کہ پھلو ڈراؤجسٹ میں کہانیاں کے لئے ایک سے دو پرے ہو گئے ہیں۔ اسی لئے دل نے چاہا کہ فرخناک کہانیاں میں کوئی کہانی لکھ کر بھیجی جائے۔ میں پھر کیا لکھنے کے لئے بیٹھ گئی اور لکھنے لکھنے کہانی کیلپٹ ہوئی تو اب کہانی کیجئے کے لئے ارسال کر دی امید ہے میری کہانی اپنی شمارے میں ضرور شامل اشاعت ہوگی۔ باقی کہانیاں میں اکیسا جیال، جمل، رے، ذمہ قبرستان، محبت، فلسطینی انگوٹھی، عافہ، آتش اہتمام، ساواں مسل اور اپنی بھی تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ آپ کے مسائل اور ان کے حل اچھا سلسلہ ہے۔ اس کے علاوہ رنگ دھبہ اور پراسرار دنیا بھی بہت اچھا لکھا۔ امید ہے فرخناک کہانیاں کا سبب ہو۔

☆ ☆ مہرین صاحبہ: ہماری محنت کی کوشش ہے کہ ہر نئے راتر کو شمارے میں لازمی جگہ دیں۔ تاکہ وہ احساس غریبی کا شکار نہ ہوں۔ اور آج آنکھ داما کی کہانی لکھنے۔ قاری امید ہے کہ ہر ماہ اطمینان و مسرت کے ساتھ ضرور شکر کا موقع دیں گی۔ ہاں یاد آتا۔ آنکھ داما جب بھی کہانی ارسال کریں تو ہر پرچہ رنگ، الگ کاغذ پر لکھا کریں۔ شکر ہے۔

**نظاوت فاضل**، ایلیٹر صاحبہ! سلام! میں امید ہے آپ سیت تمام کلام تحریر سے ہوگا۔ بعد سلام عرض ہے کہ میں نے ڈراؤجسٹ میں آپ کا ایلیٹر دیکھا ”فرخناک کہانیاں“ جنوری کا شمارہ دیکھتے ہیں۔ کیا اور میں پھر کیا تھا کہانی لکھنے کو دل چاہتا تو لکھنا شروع کر دی۔ ”سلطان“ حاضر خدمت ہے۔ جب کیلپٹ ہوئی تو آپ کو ارسال کر دی جنوری کا شمارہ دیکھا ہے۔ چونکہ کر دل خوش ہوا سب سے پہلے کاغذ پر نظر پڑی جو کہ زبردست تھا۔ اس کے بعد ”آپ کے مسائل“ کا شمارہ ”کاف“، ”اچھی کاغذ“ ہے۔ پڑھنے پر کہ کر دل خوش ہوا۔ دیکھئے کہانیاں میں امید ہے آپ بہت خوش رہا ہو جائے۔ کہ شکر ہے کا موقع دیں گی۔ سلسلہ وار کہانیاں میں دشت دل اور جمل ہی بہت اچھی تھیں۔ جمل پر ہی سائل بلطادی صاحبہ نے بہت اچھی لکھی ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ اسی طرح جاری و ساری رہے گا۔ دیکھئے کہانیاں میں فلسطینی انگوٹھی، آتش اہتمام، ساواں مسل، ذمہ قبرستان، اکیسا جیال، مہرین، جگہ، پڑی، قاتل، پھند بہت پھند آئیں۔ رنگ دھبہ میں تمام صاحبوں نے خوب لکھی شاعری کی ہے۔ پراسرار دنیا بھی اچھا سلسلہ ہے۔ دماغ ہے ”خوف کہانیاں“ دنوں رات رات چوکی ترقی کرے۔

☆ ☆ نظاوت صاحبہ: پرے سے آپ کی محبت اور دلی لگاؤ کا کاشی ہے۔ آپ کی کہانی ”سلطان“ شائع ہو گئی ہے خوش ہو جائیں، اور ہاں آنکھ داما کی محبت تبصرہ لکھنا سب سے بڑا ہے۔

**ذکیہہ فاضلہ**، ایلیٹر صاحبہ! سلام! اشفاق کا سلام! میں امید ہے مزاحیہ گرامی ٹیک ہو گے۔ باقی میں جب راتر لکھتی تو ہاں ”فرخناک کہانیاں“ دیکھا۔ جب میں نے پڑھا تو دل نے چاہا کہ اسے پڑھا جائے۔ پڑھنے پر سب سے پہلا کاغذ پر نظر پڑی کاغذ اور زبردست تھا۔ اس کے بعد آپ کے مسائل اور ان کا حل پڑھا یہ سلسلہ بہتر ہیں ہے۔ اور ہاں تمام راتر سب سے بڑا ہے۔ سلسلہ وار کہانیاں میں امید ہے کہ آگے جا کر کہانیاں پڑھ کر پڑی سب سے پہلی کہانی اکیسا جیال پڑھا ضرور کی تو میں پھر کیا تھا پڑھنے پڑھنے میں کہانیاں کا پڑھنا اطمینان داتی بہتر ہیں۔ جن کا جواب نہیں۔ رنگ دھبہ اور پراسرار دنیا بھی اچھے سلسلے ہیں۔ باقی میں نے کہانی ”سلطان“ فرخناک کہانیاں کے لئے بھیجی ہے امید ہے میری کہانی اس شمارے میں شائع ہوگی۔ اگلے ماہ تک کے لئے اللہ حافظ۔

☆ ☆ نظاوت صاحبہ: خوش ہو جائیے آپ کی کہانی شامل اشاعت ہے۔ اور پرے سے آپ کی محبت کا جواب نہیں۔ اگلے ماہ تبصرہ کا انتظار رہے گا۔

# آپ کے مسائل اور ان کا حل

مفتی محمد سامع اللہ شریفی

## بہائی کی مطلقہ سے شادی

سوال: ایک بہائی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا دوسرا بہائی اپنے بہائی کی مطلقہ سے شادی کر سکتا ہے؟

جواب: اپنے حقیقی بہائی کی مطلقہ سے شادی جائز ہے۔

سوال: کیا کوئی شخص کسی ایسی عورت سے شادی کر سکتا ہے جو اس کے بہائی کی بیوی ہو اور اس کی بھانجی ہو چکی ہو اور اس کے بہائی نے اس عورت کو طلاق دے دی ہو؟

جواب: اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے بہائی کی مطلقہ سے شادی کا سختی ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

## غیر مسلم سے شادی

سوال: کوئی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کسی غیر اہل کتاب مرد یا عورت سے شادی کر سکتا ہے اور اسلام نے اس کی اجازت دی ہے یعنی کوئی مسلمان مرد یا عورت سے شادی کر سکتا ہے اور اسلام میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: اسلام نے اس طرح کی شادی کی اجازت نہیں دی۔

سوال: کوئی مسلمان اگر اسلام سے بھڑ جائے اور کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے تو کیا اس کا نکاح باہی

رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟

جواب: ازداد اختیار کرنے کے بعد مسلمان کا نکاح بھی ختم ہو جائے گا اور یہی اس کے نکاح سے نکل جانے کی۔

سوال: کیا ایسی صورت میں جب کہ اہل کتاب مشرک ہیں وہ ان کے ہاں شادی کرنا جائز ہے؟

جواب: مشرکوں کے ہاں شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک مسلمان لڑکی کی شادی کسی ایسے شخص سے ہو سکتی ہے جو مسلمان نہ ہو یا کسی دوسرے مذہب کا پھر کا ہو؟

جواب: ایک مسلمان لڑکی کی شادی صرف مسلمان مرد سے ہو سکتی ہے کسی دوسرے مذہب کے ماننے والے سے نہ جائز نہیں۔ چاہے وہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: میں ایک مسلمان لڑکی ہوں۔ تقریباً ایک سال سے میری دوستی ایک بہائی لڑکے سے ہے وہ مسلمان ہونے اور اپنے گھر والوں کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہے کیا اس سے میری شادی ہو سکتی ہے؟

جواب: پہلے وہ مسلمان ہو جائے اور کچھ عرصہ تک قائم رہے پھر آپ کے گھر والے بھی اس شادی کے لئے تیار ہو تو آپ اس سے شادی کر سکتی ہیں۔

سوال: کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کی شادی کسی ایسے مرد یا عورت سے ہو سکتی ہے جو کسی مذہب کا ماننے والا نہ ہو بلکہ وہ مذہب ہو؟

جواب: لاد مذہب مرد یا لاد مذہب عورت سے کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کی شادی نہیں ہو سکتی۔

سوال: کسی غیر مسلم یا شخص کی ہندو کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مسلمان مرد یا عورت کی شادی کسی ہندو عورت یا مرد سے ساتھ جائز نہیں۔

سوال: کیا ایک مسلمان خاتون کی شادی کسی غیر مسلم سے ہو سکتی ہے؟

جواب: جی نہیں۔ ایک مسلمان خاتون کی شادی کسی غیر مسلم کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔

سوال: کیا ایک مسلمان لڑکی کی شادی کسی یہودی لڑکے سے ہو سکتی ہے؟

جواب: مسلمان مرد یا عورت سے شادی کر سکتے ہیں لیکن مسلمان لڑکی کی شادی کسی یہودی مرد سے نہیں ہو سکتی۔

## سالی سے شادی

سوال: میرا شوہر رشک کرتا ہے۔ اس لئے میں طلع لینا چاہتی ہوں۔ بیچ نکاح کے لئے میں نے نہیں کیا ہوا ہے۔ جب کہ وہ مجھے طلاق دینا نہیں چاہتا اور میرے والدین میری بہن کی شادی میرے شوہر سے کر رہے ہیں۔ اس بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: جب تک آپ کا شوہر آپ کو طلاق نہ دے دے یا طلع دے دے اس وقت تک آپ کی بہن کی شادی آپ کے شوہر کے ساتھ جائز نہیں۔

سوال: بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن بیٹی سالی سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

جواب: ایک وقت میں دو بہنوں سے نکاح جائز نہیں۔

## ایک مسلمان عورت

سوال: ایک مسلمان عورت غیر مسلمان یعنی یہودی مرد سے شادی کر سکتی ہے؟

جواب: مسلمان عورت کسی یہودی مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔

## مسلمان لڑکی کی شادی

سوال: مسلمان لڑکی کی شادی یہودی لڑکے کے ساتھ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مسلمان لڑکی کی شادی یہودی لڑکے کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک مسلمان لڑکی نے اپنے والد سے چھپ کر ایک شخص سے شادی کر لی۔ پھر اس لڑکی نے اپنے ماں باپ کو عرض کر لیا اور ان کے گھر آگئی۔ کیا ان کے گھر کا کام مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

جواب: میری کہ شادی اہل کتاب کے ہاں تو ہو سکتی ہے۔ کسی اور کے ہاں نہیں اور مسلمان لڑکی کی شادی صرف مسلمان ہی سے ہو سکتی ہے کسی اور سے نہیں اور کسی شخص یا ہندو سے کسی مسلمان لڑکی کی شادی کی صورت میں بھی جائز نہیں اور ایسے والدین جو اپنی بیٹی کو اس طرح کے لفظ قدم اٹھا لینے پر اپنے گھر میں جگہ دیں۔ ان کے مسلمان ہونے میں کمی محک ہیں۔

ایسے لوگوں کے ہاں کھانا چسکا مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ (کتاب نعت)

سوال: میرے بہائی کی بیٹی نے ایک یہودی لڑکے کے ساتھ تعلقات استوار کر لئے بعد میں لوگوں کی مشورہ سے اس یہودی لڑکے سے اس کی شادی کر دی کی جب کہ وہ بھی بدستور اب بھی یہودی ہے۔ کیا یہ شادی جائز ہے۔

جواب: صورت مسئلہ میں ہماری فطرتی ہمتی کی ایک مسلمان خاتون نے آجائز تعلقات قائم کئے۔ دوسری فطرتی ہمتی کی ایک یہودی لڑکی نے تعلقات استوار کئے اور تیسری مرد بدستور فطرتی ہمتی کی ایک مسلمان خاتون کی شادی یہودی کسی بھی طرح مرد کے ساتھ مسلمان خاتون کی شادی کی صورت میں جائز نہیں ہے۔ البتہ اہل کتاب عورت کی شادی مسلمان

مرد کے ساتھ جائز ہے اگرچہ قرآن مجسم میں اس کو بھی پڑھنے پر قراؤن کیا گیا اور اس سے بھی اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سوال: کیا مسلمان لڑکی کی شادی کسی ہندو یا کسی اور غیر مسلم سے ہو سکتی ہے۔  
جواب: کسی مسلمان لڑکی کی کسی ہندو یا کسی غیر مسلم سے شادی جائز نہیں (کتاب حدیث و فقہ)

### لڑکیوں کی شادی پر

سوال: لڑکیوں کی شادی پر والدین لڑکے والوں سے پہلے سے کہتے ہیں؟  
جواب: یہ بات اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

### پہلے شوہر سے دوبارہ شادی

سوال: ایک عورت کبھی کے شوہر سے طلاق دے دی۔ اسی عورت نے عدت گزارنے کے بعد ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ دوسرے شخص نے بغیر ازدواجی تعلق قائم کئے اس کو طلاق دے کر ایک ایسی صورت میں وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے؟  
جواب: مذکورہ صورت میں وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اسے کسی تیسرے شخص سے شادی کرنی ہوگی اور وہ شخص اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے بعد جب اسے طلاق دے دے گا تو اس کی عدت گزارنے کے بعد وہ پھر پہلے شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔

### تین بھائیوں کی شادیاں

سوال: تین بھائیوں کی شادیاں ایک ہی گھر میں تین بھنوں سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی تین بھائی ایک دوسرے کے ازواج بھی ہوں اور وہ تینوں بھائیوں کے دوسرے کی بیویاں، جھانپتی ہوگی؟  
جواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔

### پھوپھی کی شادی

سوال: میری پھوپھی کی چھوٹی نند میری ہم عمر ہے۔ کیا اس سے میری شادی جائز ہے؟  
جواب: اگر اس کے علاوہ کوئی ایسا رشتہ نہیں جو حرمت والا ہو تو اس سے شادی کرنے میں شرعی طور پر کوئی کاٹ نہیں (عاصمیری)

### پہلے شوہر کے بیٹوں کی شادی

سوال: ایک طلاق شدہ عورت ایک ایسے مرد سے شادی کر سکتی ہے جس کے نکاح میں اسی عورت کے پہلے شوہر کی بہن ہو؟  
جواب: یہ شادی جائز ہے۔

### خالہ کی شادی

سوال: کیا خالہ کی نند یعنی خالو کی بہن سے رشتہ جائز ہے؟  
جواب: جائز ہے۔ جب کہ حرمت کا کوئی اور رشتہ نہ ہو۔

### نوعمر لڑکی کی بوڑھے سے شادی

سوال: نوعمر لڑکی کو بوڑھے سے جاودہ کیا ہے؟  
جواب: درست نہیں ہے۔

### چچا کی سالی سے شادی

سوال: کیا چچا کی سالی سے شادی جائز ہے؟  
جواب: جائز ہے۔ (عاصمیری، رد المحتار، شامی)  
سوال: چچا کی چھوٹی بہن سے شادی جائز ہے یا نہیں؟  
جواب: اگر کوئی رشتہ حرمت کا نہ ہو تو جائز ہے۔

### داماد کی بھانجی سے شادی

سوال: داماد یا داماد (جو خود دور کا رشتہ دار تھا) کی

### بھانجی سے شادی جائز ہے؟

جواب: اگر کوئی حرمت کا رشتہ نہ ہو تو جائز ہے۔

### سودھن سے شادی

سوال: ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے اپنے داماد کی والدہ سے جن کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا شادی کر لی یا پھر شادی صحیح ہے؟  
جواب: اس طرح کی شادی صحیح ہے۔

### سوتیلی ساس سے شادی

سوال: ایک شخص اکبر نے خالہ سے شادی کی۔ خالہ کے والد کی دو بیٹیاں تھیں۔ خالہ کے والد کا انتقال ہو گیا تو اسی صورت میں کیا اکبر اپنی بیوی کی سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کر سکتا ہے۔ جب کہ خالہ بھی اس کے نکاح میں ہے؟  
جواب: مذکورہ صورت میں یہ شادی جائز نہیں۔

### سوتیلی والدہ سے شادی

سوال: والدہ کے انتقال کے بعد پہلی بیوی کا بیٹا والدہ کی دوسری بیوی یعنی سوتیلی والدہ سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟  
جواب: سوتیلی والدہ سے شادی جائز نہیں۔

### سوتیلی ماموں سے شادی

سوال: سوتیلی والدہ کے سوتیلے بھائی سے شادی جائز ہے یا نہیں؟  
جواب: جائز ہے۔

### مسیحہ میں مصحف

سوال: ایک مسجد میں کسی آدمی کو جو دھڑیوں کو ان کو ایک ہی صف میں کھڑا ہوتا چاہئے یا دھڑیوں میں چاہئے؟  
جواب: یہ تو مسجد میں مصحف کی تحویل پر منحصر ہے

اگر ایک ہی صف میں کسی آدمی کھڑے ہو سکتے ہوں تو پھر ایک ہی صف بنائی جائے اور اگر گنجائش کم ہو تو مصحف میں بھی بنائی جائے۔

### قبضہ شدہ جگہ پر مسجد

سوال: کسی زمین پر قبضہ کر کے مسجد بنانا صحیح ہے یا نہیں اور اگر کسی ایسی مسجد میں جو زمین پر قبضہ کر کے بنائی گئی ہو مگر پڑھائی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟  
جواب: جو مسجد کی زمین پر قبضہ کر کے تعمیر اس زمین کے مالک کی مرضی کے بغیر کی گئی ہو وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے اور نہ اس نماز ہوگی۔

### مسجد کا احترام

سوال: مسجد میں جماعت نہ ہو رہی ہو تو کیا اس مسجد کے قریب کے گھر میں زور سے ٹیپ وغیرہ بجایا جاسکتا ہے جبکہ وہاں شادی ہو رہی ہو؟

جواب: مسجد کا ادب و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے۔ مسجد میں چاہے جماعت ہو ہی و یا نہ ہو اور ہی ہے، ہر صورت میں اس کا ادب کرنا چاہئے اور اس کے قریب کا ناجائز اور ٹیپ جانا بد نہیں ہے۔

### مسجد میں نعت خوانی

سوال: مسجد میں نعت خوانی کرنا کیا ہے؟  
جواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ نمازیوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

### مسجد سے متصل مکان

سوال: کیا مسجد سے متصل مکان ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے؟

جواب: مسجد سے متصل مکان ہونا تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ آدمی کو پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔



ایک کمرے میں دو سیارہ کی جھلکی اور ایک حسین خوب صورت  
اور سن مٹتی دھڑکنے والی تہمت اور کبھی کے ساتھ نظر آتی

— طرف خواب کا سنا اور گناہوں  
اندھے سے کا راج تھا۔ ہر سے ماحول پر اداسی چھائی  
ہوئی تھی۔ تاجدار آ آسان بھی تاریکی کی چادر اوڑھے  
ہوئے تھا۔ تاریکی میں ڈوبی ہوئی گلیاں ہر دم کے شور  
وغل سے بالکل ماری تھیں البتہ گلی کے کونے کھدے  
میں جیسے پیچنگروں کی ساز لاتی آواز ماحول کے رشت  
ناک سکوت میں حلق ڈالنے میں کسی حد تک کامیاب  
ہو رہی تھی۔ گلی ہوا کا ایک تیز چھوٹا آواز ان گلیوں کے  
بوسیدہ کالون سے بہتے بند دروازوں پر لگے پردوں کو  
چلا ہوا آگے بڑھا جاتا۔ ان دروازوں کے اندر رہے  
لوگ اپنے اپنے کمروں میں دیکھ بڑھے کھڑی تھیں  
رہتے۔

پوری گڑ گاؤں کے رات کا سحر تھا۔ گاؤں  
کے لوگ اپنے کاموں سے جلد فارغ ہو کر شام کا  
کھا کھا کر جلد ہی سو جاتے تو رات کے لوگ بھی آدھی  
رات کا گمان ہوتا۔ گڑ گاؤں کے شہر جاتی اس سڑک پر  
اکڑ آدھی رات کے دوران بھی گاڑیوں کا زور ہوتا جو  
شاید اتنی ضرورت کے وقت وہاں سے گزرتی اور  
اس طرح "سانوری" کو اپنا قافلہ جاتا۔

آج بھی اس دیوانہ اور سنسان سڑک پر کھڑی  
سانوری اپنے آنے والے قحط کا انتظار کر رہی تھی۔  
سڑک کے آس پاس دو ڈھائی فٹ کی غدار دھاریں  
ایک ہوئی تھیں۔ ان دھاروں کے پاس ہی وہ ایک بڑے  
غریب کی گلیاں 14 فروری 2018ء

سے چتر پر بھی اپنے قحط کا رستہ تک رہی تھی۔ آج وہ  
ہر سے رنگ کا باریک لوگا آدھی رنگ کا بغیر بازو بلا ڈاؤر  
اس پر ہر سے ہی رنگ کا بنا اور ایک سادہ پنڈ اوڑھے  
بے حد حسین لگ رہی تھی۔ وہ بچے کے دونوں پلوں کی  
طرف ہوتے جس کی قیادت پر پاگلی  
اور شعلہ گئی خوب صورتی اندھے سے میں بھی ہر کسی کو اپنی  
توجہ کا مرکز بنا دیتی۔ اس کے ہاتھوں میں کہیں سے  
کانٹیں تک پہنچی خیر رنگ کی چڑیاں تاریکی میں اسے  
مزے نمایاں کر رہی تھیں۔ چہرے کے ہر گوش میں بے پناہ  
مصنوعیت کے نشان ثبت تھے جو اسے دیکھتا ہے یہی لگتا  
کہ جیسے دنیا بھر کے سین چوں کی دل آؤر مصنوعیت  
ایک ہی چہرے میں سٹ لکائی ہے۔

غرض وہ سنا حسن و شہاب کی بیکری تھی جس پر  
ایک مرد لڑکھا ایک عورت کی بھی نظر پڑتی تو وہ بھی اپنی  
نظر اس کے سین سراپے سے نہ ہٹا پائی وہ ہر کسی کو اپنی  
اسی خوب صورتی کی بدولت اپنے جال میں جکاس لیتی،  
جو اسے دیکھتا وہ اپنے آپ کو بھول جاتا اور بے اختیار ہو  
کر سانوری کے پاس چھپا چلا آتا۔ اس طرح وہ اپنی  
خوب صورتی کے پیچھے چھپا چھپا کر روپ ظاہر کرتی اور  
بھوکے بھولنے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتی، تب جا کر وہ  
ٹھس ہوئی میں آکر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی،  
اس وقت وہ مل پر سانوری کے قبضے میں ہوتا اور  
ترب ترب کس کے سامنے اپنی جان دے دیتا۔

سانوری کو اس طرح پیٹھ اور انداز کرتے کانی  
 وقت گزر چکا تھا مگر ایک ناک بھائی سے کسی کا گز نہیں  
 ہوا تھا اس لئے وہ ٹھوڑی پریشان تھی۔ آج اسے لو اس  
 شکار کا تھا اس سے پہلے وہ آٹھ لوگوں کو میرا تک موت  
 کے کھاتے اتار چکی تھی اس کے بعد میں لگے دن اسے  
 آٹری جھس کے خون سے اپنے طعن کوڑ کر تھا جب  
 کراس کا مقصد پورا ہوا اس کے بعد اسے دن ناشیں  
 دوبارہ بھی نہیں آتا پڑے۔ ہر روز اس کی چال پہلے  
 روز کی چال سے مختلف ہوتی وہ مختلف طریقے اپنا کر  
 کوئل کو اپنے جلوسے کھاتی مالدار لوگ اس کی خوب  
 صورتی کو دیکھ کر نام تک وہاٹ کو لائے طاقت رکھ کر  
 ہی خود ہر کراس کے چال میں پھنس جاتے مگر پھر بھی وہ  
 نہایت چوک چوک کر قدم اٹھا رہی تھی کیونکہ اس  
 دہشت ناک اور دروغ فرما سوا اس سے تھیں اس کی  
 زندگی کے سین خواب بڑے تھے جن کی تیسراں مراحل  
 سے گزرے بغیر اسے نہیں مل سکتی تھی۔

یکدم سانوری کی آنکھوں میں چمک اٹھی۔  
 دور سے گاڑی کی ہیڈ لائٹ دیکھتے ہی وہ چونکا ہوئی، وہ  
 اپنے نازک سے وجود کو پیٹتے ہوئے ڈرامائی انداز سے  
 سرگ پر جت لیٹ کر اور سر پر ہاتھ رکھے جیسے دور  
 سے کرنا چاہتی۔ گار سانوری کے دوڑنے کے فاصلے پر آ کر  
 رکتی تھی۔ اس میں سے ایک چہرہ پچیس سالہ میٹرم اور  
 وجہ صاف نوجوان پریشانی کی صورت میں کراسے مارو  
 جانے کی کوشش میں ہمارا تھا۔ اپنے سامنے ایک بیک پر لہا  
 وجو کو اس طرح ترپتے دیکھ کر اس کے قدم تیزی سے  
 سانوری کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ اس کے سامنے جا کر  
 رک بیٹھی۔ جب ہی سانوری نے اسے نظر پائی کیفیت سے  
 ٹوٹے ہوئے لٹکوں میں کہا۔ ”مم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ مجھے  
 بچاؤ۔ میں اس تک۔۔۔۔۔ تکلیف سے مم۔۔۔۔۔ مر جاؤں  
 گی۔“ اس کوڑی سانوری کے چہرے سے پرے پناہ دور  
 سمت آجوشیا ہی نوجوان پر جاؤ کر گیا۔

نوجوان نے ہاتھ سوچے کراس دھرانے میں  
 ایک اکیلا لڑکی اس طرح عن ستر کے اس تکلیف کی

حالت میں ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ یہ شک  
 شبہات تو اس کے ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھے۔  
 سانوری کو دیکھتے ہی اس پر بھی وہی کیفیت طاری ہو گئی  
 جس سے پہلے کوئل کو دو چار ہو کر دہشت ناک موت کی  
 ہیئت چڑھتے تھے۔

اس نوجوان کی حالت ابتر ہوئی چار ہی پانچ بالکل  
 ان لوگوں کی طرح جنہوں نے سانوری کا حسین سراپا  
 دیکھ کر سرخوردہ ہو کر اپنی جان کو ناپاکی میں۔ کب شاید اس  
 باری تھی سانوری کے پہلو میں اپنی جان اپنے کاسے  
 سانوری کو اس تکلیف سے ٹٹانے کے لئے اس کا قرب  
 حاصل کرنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ جب ہی وہ اس  
 مدد کرنے کے لئے اس پر بھجوا اور اسے اٹھانے کی لگا تھا  
 کہ ایک سانوری نے اسے گردن سے پکڑ لیا۔  
 اس سے سانوری کی ساری تکلیف غائب  
 ہو چکی تھی۔ اس نے ایک لٹک شفاف قہقہہ لگایا اور اس  
 نوجوان پر جم پڑی۔ اس کے چہرے کے نعش  
 آہستہ آہستہ خوفناک صورت دھارنے چلے گئے۔  
 چہرے کا حسن و مصوبیت خدوم ہوئی چلی گئی۔ خوب  
 صورت اور دل موندی عہد والی صورت کی جگہ اب  
 بے لک، دل دلا دینے والے اور بولناک روپ نے  
 لے لی۔ اس کے سر کے نیچے ہال محل کر دو حصوں میں  
 بٹ کر چہرے کے سامنے آ گئے تھے۔ مگر جرت کی بات  
 تھی کہ اس کا حسین اور فربہ سراپا جن کا توں تھا اس  
 کے چہرے کے اس کے نیچے مہر پر بکھڑا نہیں ہوا تھا۔ چھٹا  
 دھڑ بھڑو کر ایک چڑیل کا روپ دھار چکی تھی۔ اس  
 نے اپنے لیے اپنے ذہن اس نوجوان کی گردن میں گاڑ  
 دیئے۔ دانت گاڑنے کے بعد اس نوجوان کو پیسے ہوئی  
 آ گیا۔ اس کے ہاتھ آواز سے چیخنے چلائے اور ہاتھ  
 پاؤں مارتے ہوئے اپنے آپ کو سانوری سے آزاد  
 کرانے کی کوشش کرنے لگا مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا  
 کیونکہ وہ ہر طرح سانوری کے پیسے میں آچکا تھا اور  
 جواک دفعہ سانوری کے چال میں آجینتا پھر اس کے  
 پیچھے سے لٹکا ہوا تھا۔

نوجوان کے حلق سے چند لڑواش آواز بنیں۔  
 لٹکیں۔ اس کے بعد اس نے ہاتھ پیرا ہاتھ کر گئے۔  
 سانوری اپنے دانت مکمل اس کی گردن میں  
 گاڑے اس کے ہم کایک ایک قطر خون ٹپکنا چھٹی۔  
 اس کے بعد اس کا سینہ چاک کر کے اس کا اندرونی  
 اعضا نکال کر بڑی رعبت سے کھانے لگی۔ جب وہ اپنا  
 کام مکمل کر چکی جب وہ اپنی اپنا سہ ماہانہ کیا اور چہرے  
 پر مکانات مسکراہٹ تھے وہ اپنے لٹکے کی طرف  
 بڑھنے کی کراس کے قدم اچانک رک گئے۔

”اڑو۔۔۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ میرے منہ سے بے  
 ساختہ یہ آواز نکلی۔ میں نے شدید پیسے میں چپ کر  
 رات بیکٹ چل کر پیسے میں ڈپا۔ میں نے آؤی کھائی کھائی  
 کر لائی تھی۔ آؤ چھوٹی کا مکمل شروع کر دیا۔ کیتے  
 اچھے اور چمیل بری تھی کھائی کھانے کی طرح آج بھی  
 لائٹ نے مجھے اچھے پر مجبور کر دیا۔“ اچھا، اچھا۔۔۔۔۔  
 جلدی اٹھ کر کام پر بھی تو جانا ہے دیئے اچھا اور اجلاشت  
 چلی گئی گردن تیرا میں ہے۔ پہلے اچھا تو اچھا تھا۔“

میں نے کھائی کے مقامات کو ایک طرف  
 کرتے ہوئے خوفناکی کی دیکھنے کی گھٹے سونا ہی تھا  
 اس نے میں نے سو من میں نہیں چلائی۔ کوڑی سے  
 چوڑی کے جادو کی فٹنڈی اور تیز رفتاری لائٹ جانے کی  
 چہرے اب مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اور مکمل مطہر ہو رہی  
 تھی۔ میں جب لیٹے کے لئے جیتنا دراز کھینچنے کے  
 سامنے اس کوڑی کو کسی کھول دیتا اس طرح کوڑی سے  
 آئی تازہ ہوا میرے دماغ کو ٹپک کر دیتی۔ مگر سونے  
 سے پہلے میں اس کوڑی اور دوڑا لے کر ضرور بند  
 کر دیتا۔ میں نے تمام لائٹ کے پن آف کر دیئے  
 تاکہ دو رات کے دوران اگر جا بک لائٹ آجائے تو  
 میری فٹنڈ میں ملل نہ پڑے اور ہلے کے ساتھ میں رکھے  
 لیٹ کے پن آف کر دیئے اور کوڑی بند کر کے میں اپنے  
 بیڈ پر وارز ہو گیا۔

میں دن میں محنت مزدوری کرتا اور رات میں  
 خوفناک کہانیاں [17] فروری 2018،

خوش طو پر کہانیاں لکھتا۔ میری کہانیاں عام طور پر  
 ڈرامائی طرز پر ہوتی ہیں۔ میں چند روز میں ایک ناول  
 مکمل کرتا۔ اس کے ذریعے مجھے جتنے پیسے ملتے اس سے  
 مجھے زندگی کی گاڑی کو آگے بڑھانے میں مزید مدد ملتی  
 کیونکہ ایک مزدور ہونے کی وجہ سے میری کئی آمدنی نہ  
 تھی جو مجھے سکون سے ذمہ کی بسر کرنے میں مدد دیتی۔  
 اس لئے کہانیاں لکھنے کا یہ شوق ایک طرح مجھے سہارا  
 دینے ہوئے تھا۔ اس طرح کی کہانیاں لکھتے ہوئے  
 میں ان میں کھوجا جاتا، مجھے سہارا دینا اور گردا گھیرے ہوتی تھیں  
 رہتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ کھائی میں کھوجا جانے پر میں وہ تاثر  
 ڈالنے میں کامیاب ہو جا تا کہ پڑھنے والا بھی جو کچھ  
 پڑھ رہا ہو وہ دس بھائی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا  
 محسوس کرتا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ تا میرے ناول کی  
 بہت زیادتی تھی۔ کتاب بہت بہت مارے ناول کچھ چکا  
 تھا۔ پڑاؤ نہایت اچھے تا میرے سے وائٹ تھا اور  
 میرے ناول اچھوں ہاتھ لیتا۔ اس طرح میرا شوق بھی  
 پورا ہوتا اور مجھے اچھا خاصا معاوضہ بھی مل جاتا۔

میری آنکھیں شدید خنجر کی وجہ سے بوجھل  
 ہو رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں بند کر لی جلدی مجھے فٹنڈ  
 بھی آئی۔ تقریباً آؤی رات کے قریب میری آنکھ مکمل  
 کھل گئیں۔ میں حق میں کانٹے سے چھو رہے تھے۔  
 بہتر سے اٹھا، ایک پن سے پائی کواں میں اٹھا اور  
 جلدی سے حلق سے نیچے تار دیا۔ مجھے کچھ بہتر محسوس  
 ہوا، میں دوبارہ اٹھ بیٹ کر کر دیا ہو گیا مگر اس لمب  
 میری فٹنڈ غائب ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی آنکھیں  
 زبردستی بند کر دیں اور فٹنڈ سے کاغذ نکال کر گئے۔

میری کواں کا کامیاب ہوئی مگر فٹنڈ کے ایک جگے  
 غبار کے ساتھ ہی پانچ پانچ پن کھینچے و جڑی۔ ”چمن  
 چمن“ کرنی آڈر سٹائی دی، جس نے فٹنڈ کے جھونکے  
 کو کٹی فٹ پیچھے رکھ لیا۔ دیا۔ ہر ایک ایک دھککا کڑا  
 ہو چکا تھا۔ مجھے اچھی طرح محسوس ہوا تھا کہ چمن  
 کرنی آڈر تیزی سے میرے سامنے سے ہو کر گردن گزری  
 ہو۔ میں نے اپنے منہ سے کبل نکال کر گردن کھما کر





مرمت سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اٹھا ہوا۔ میں بیٹھا پتلا چارو  
نے کی کوشش کر رہا تھا اب سوختل اس اندر نگر بنگاری  
کے خوف نے مجھے تھر تھرا کر دیا۔ پھر مجبور کر دیا۔ تاہم نگاہ  
میری نظریں جہاں تک نہیں کوئی کہ تو نہیں تھا وہاں.....  
خوف کی وجہ سے اب مجھ سے ہلا کی تپن چار تھا۔ میں  
لڑنے تو دموں کے ساتھ کا بڑا حلا۔ میرے ذہن میں  
جھماکے سے ہونے لگے تھیک تھیک میرے کانوں میں جو  
آواز گونگی ہو تو میری حالیہ اور میری خوشی اور  
بسیا کہ کردار کا نام ہے۔ جو میری کہانی کے مطابق  
لوگوں کو بسیا کہ موت کے کھانا تارے والی ایک ہے۔  
پتاہ سین دوزخہ دیکھ دوں میں ایک چل رہی تھی۔

اب مجھے یاد آیا کہ جب تپن ہار چن چن  
کرتے ہوئے مجھے اس کی ایک سرسری سی جھلک دکھائی  
دی تھی۔ وہ لوگوں کی تو باطل اسی طرح کی جس طرح  
کہانی میں ہے، میں نے اس کے لباس اور خوب صورتی کا  
نقشہ کھینچا تھا۔ ”تو کیا یہ وہی ہے؟ نہیں..... نہیں نہیں  
ہو سکتا۔ بھلا ایک کہانی کا کردار حقیقت کا روپ کس  
طور دھار سکتا ہے؟ نہیں..... یہ سانوری نہیں ہو سکتی۔“  
میرا انداز بری طرح اٹھتا جا رہا تھا۔ میں اپنی  
تک مجھ نہیں جا رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا پھر محض ایک  
خواب؟

میرے دماغ میں سوالات کا ایک طوفان جا رہا  
اور اسی کے اندر ڈبکیاں لگاتے میں ہرے کرے کو کچھ  
چکا تھا کہ وہ اب بھی میری نظروں سے نہ ہٹا رہی تھی۔ اس  
پاؤں کی آوازوں کے بعد کان میں سانوری کے نام سے  
پاؤں سے ہو کر ہوا تک دم ہونا لگا تھا۔ میں نے ہنسا ہنسا  
”آؤ ختم کون ہو؟ کیوں نہیں ہریشان کر دی  
ہو؟“ میں نے اٹھ کر دیکھ کر خوف کی جلی جلی کیفیت سے  
کہا۔

”یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔“ مجھے اپنے مقب  
سے کشت آواز سنائی دی۔ میں تیزی سے پیچھے ہڑا۔  
جس نے مجھے پھیلے اور کھینچے سے غم کیا کہ کر مجھ  
پر ایک عجیب کی کیفیت طاری کر دی تھی۔

اب وہ میرے سامنے کھڑی تھی مجھے اس کی  
صرف پشت نظر رہی تھی۔ وہی لباس جو سانوری پہنا  
کرتی تھی۔ لہذا پتلا نگر بنگاری بازو کے بلڈاؤ اور سر پر  
باریک دوپٹے کے دونوں پلہ پیچھے کی طرف تھے۔  
اس کی پشت دیکھ کر اعجاز اور ہار تھا کہ وہ ہے پتا خوب  
صورت، جسم کی ہانگ ہے۔ پہلے تو میں اسے اصرار نے  
کے لئے کرے میں چار ہار تھا مگر اب جبکہ اس نے  
اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تھا تو میرا دل ایک اٹھانے سے  
خوف سے اس طرح دھڑک رہا تھا کہ گانگی باہر نکل  
پڑے گا۔ میں لڑنے تو دموں کے ساتھ اس کی طرف  
بڑھ رہا تھا۔ اس کا منہ ابھی تک دوسری طرف ہی تھا۔  
میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف ہرستا چلا

جا رہا تھا۔  
میری آنکھوں کے سامنے وہی منظر گھومنے لگا جو  
سانوری میرے ہر لڑکے کا کیا کرتی تھی۔ یہ سب جانتے  
ہوئے بھی میرے تو دموں کو کھانے کیا ہو گیا تھا کہ اس کی  
طرف بڑھتے ہی جا رہے تھے حالانکہ یہ ایک عجیب بات  
تھی کہ ایک کہانی کا کردار زندہ ہو کر سامنے کھڑا ہو۔  
حالات تو مجھے جتنے جتنے جگہ کرتا رہے تھے کہ میرے سامنے  
سانوری ہی کھڑی ہے مگر ایک طرف میرا دل یہ لٹی نہیں  
مان رہا تھا کہ کیا یہاں ہو سکتا ہے؟.....

فرمان خراساں پہلے چلتے میرے اور اس کے  
درمیان لڑکھڑکاز کا صلہ رہ گیا تھا۔ میرے قدم از  
خود رک گئے۔ ”آؤ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کون  
ہوں؟“ ایک لہجہ ہراس نے اپنے اس لیے مجھے کہا اور  
اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا چہرہ میری طرف موڑ لیا۔  
اس کا چہرہ میری طرف کرنے کی دہری کہ وہ کردار جہاں  
لیپ کی روٹی ہونے کی وجہ سے نمودار تاریکی میں لڑا  
ہوا تھا۔ ہر طرف دیکھ دوں میرا دھڑکی پھیل گئی اب اس کی  
ایک ایک چہرہ ہر طرح ظاہر ہو گئی تھی۔

میں اپنی کہانی میں جس قدر اس کی خوب صورتی  
کا نقشہ کھینچتا تھا وہ اس سے نہیں اور زیادہ خوب صورت  
تھی۔ وہ اپنی ہڈی پڑی آنکھوں سے مسلسل مجھے

گھورے جا رہی تھی۔ میری آنکھوں کو خیر مر رہی تھی۔  
وہ لوگوں کی ایسی نگاہ تھی کہ کہانی والی سانوری  
کی خوب صورتی پر مجھے گہرے گہرے گہرے گہرے گہرے  
چہرے سے ہٹ کر میری نظریں اس کے لباس پر پڑی اس کا  
مگر ہر رنگ کے اس کی مردی لباس کو بے جا خاص دے  
رہا تھا۔ اس کے غصہ دماغ میں ایسی کشش تھی کہ جس کی  
اس پر نظر پڑے وہ وہاں ہی ہو جائے۔ اس کا قیاس  
برپا سین کم میرے دل دوں گانگی کے چار ہار تھا اور  
میں اسے سر تا سر اپنا چار ہار تھا۔ وہ اپنی لذت کا ایک  
اٹھانے کا ایک سانس لے رہی تھی۔ اس کا منہ ابھی جا رہا  
تھا کہ اس کے سین میں گستاہی تھی۔ مجھے ایسا کہنا تھا  
کہ میں نے اپنی کہانی میں اس کی خوب صورتی پر صرف  
ایک ہی طرف نگاہیں ہو کیونکہ دوسرے قدر سمجھنے کی اسے الفاظ  
میں اصرار نہیں تھا۔ میری آنکھوں نے آج سے  
پہلے تمام عدول کو پار کرتی ہوئی کسی خوب صورتی بھی  
نہیں دیکھی تھی۔ وہ میری آنکھوں میں آٹھیں ڈالے  
چہرے پر ایک عجیب سی سکھانے لئے اپنی پریشانی  
نیکوں آنکھوں سے مسلسل دیکھتے جا رہی تھی۔

”کیوں؟ کیا تم واقعی جانتے ہو کہ میں کون  
ہوں؟“ اس نے اپنے خوب صورت کپڑوں کو کھینچ کر  
اس کی آواز میرے سرے کانوں میں گھنٹن سی بجانے  
لگی۔ میں ایک دم سے تباہیوں کی دنیا سے باہر نکل آیا  
جیسے مجھے ایک سین سا خواب دیکھتے ہوئے مجھ کو  
اٹھا دیا گیا ہو۔ میں اس سین جگہ کو دیکھتے ہوئے اس  
قدر کھو گیا تھا کہ مجھے دنیا و انبیاء کی کچھ خبر نہ رہی تھی۔  
مجھے پہلی بار کسی حسن نے اتنا سنا رہا تھا۔ مگر شاید  
کے شعلہ لگنے دوجو نے میری آنکھوں کو کھینچنے کے قہر  
پہلو پر پردہ ڈال دیا تھا۔ شاید اس کے حسن کے پیچھے

مجھے بسیا کہ روپ کوں بھولنا تھا۔ اس کی آواز نے  
مجھے دھکی اپنی دنیا میں لا کر سانوری کی حقیقت میری  
آنکھوں کے سامنے کر دی۔  
”بولو نا کیا تم نہیں جانتے۔“ اس نے  
دوبارہ کہا۔

”فت فت۔۔۔ تم؟“ اس کی سانس۔۔۔ گہرا ہٹ  
کی وجہ سے میری آواز میں اس کی ہنس کر رہ گئی۔  
”ہاں میں سانوری ہوں۔“ اس نے صحت  
سے جواب دیا۔  
”میں گھر تہا راجو کو کس طرح۔۔۔“  
کیوں نہیں ہو سکتا سالہ شیخ۔۔۔ میں اپنے  
سامنے پا کر اب بھی پوچھ رہا تھا کہ ہمارا جود کس طرح  
ہو سکتا ہے۔ اس نے میری کمر کھاتے سے لڑتی آواز کو  
چھ میں اس کا کمر کھاتے میں ہوئے کہا۔

”کیوں سالہ میں تو ایسے وجود پر کوئی یقین  
ہی نہیں تھا تم تو اپنے آپ کو بہت بھار دیکھتے تھے اب  
میں اپنے سامنے چار تہاری کھلی کیوں بندھ گئی۔۔۔  
بولو۔۔۔ بولو کیوں خوار کھارے ہو تم سے۔۔۔“ اس  
نے اپنے تو دموں کو گھورا کہ بڑھانے میں اور ابھی  
خوف ہانگ نظریں میرے چہرے پر ڈالے ہوئے ہوئی  
جا رہی تھی۔ ”کیوں نہیں خوشی نہیں ہو رہی ہے، اپنی  
اور میری کہانی کے عشقی کردار سانوری سے ملے ہوئے۔  
تہا رے دنیا کے لوگ تو ہمیں دیکھتے ہی ہم پر سرے۔  
ایک دم ہو جوسو دیکھ کر ہم سے خوف کھارے ہو۔۔۔“  
وہ لوگوں پر دیکھ کر ہٹ کر ہٹ کر ہٹ کر ہٹ کر ہٹ کر ہٹ کر  
کی باتوں سے مجھے اپنے دماغ میں اس کی مجھ کو  
دڑنے ہوئے عرصوں ہو رہے تھے۔

”نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تہا رے جود کو قطعی نہیں  
ہو سکتا۔ تہا رے جود کو میری کہانی کے بے جا ان نظروں میں  
ہے۔ اس سے ہٹ کر تہا رے کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔“  
میں نے حقیقت سے منہ پھیرتے ہوئے کمال ہوش  
مندی کے ساتھ کہا۔

”یہ تو تمہیں یقین کرنا پڑے گا کہ تہا رے  
سامنے سانوری ہی کھڑی ہے اور مجھے علم ہے کہ تہا رے  
دل و دماغ نے کھلی کر لیا ہے، میں سانوری ہوں مگر تم  
حقیقت سے منہ پھیر رہے ہو، جس کا کوئی گناہ نہیں ہے  
اور دوسری بات میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی،  
تم پریشان مت ہو۔ میں تم سے کہہ چکا نہیں کہ تہا رے





[illegible]

وہ خود تیر حسین بھی اس کے چہرے سے  
 ہمایا تک چہرا اور کلاہیت صاف، تھکے ہوئے مٹی کی جالانہ  
 اس نے ایک دو روپ نہیں لے رہا تھا جو کلانہ کے  
 وقت اس پر عادی ہو جاتا تھا۔ وہ مسلسل ہمایا تک،  
 دہشت، ناک اور دلہا دینے والے تھے۔ کئی جادری  
 بھی اس کے ہاتھ تھے۔ کئی تھکے ہوئے کلاہیت کے  
 آسان کی طرف کلاہیت بھی تھکے ہوئے تھے۔ اس کی  
 رکھی ہوئی ناک کی گرفت زور و محنت تھی۔ اس کی  
 نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جلدی سے اپنا ہاتھ  
 کھینچا۔ اس نے دیکھا کہ وہ مسلسل تھکے ہوئے کلاہیت اپنا ہاتھ  
 پیچھے کاسا کی کاشن منار تھی۔

اپنے آپ کو موت کے منہ سے نکلنے کا یہ میرے پاس بہترین موقع تھا۔ میری ٹانگوں میں جتنی طاقت تھی شاید اس سے بھی زیادہ وقار سے میں نے وہاں سے دوڑ لگا دی۔

میں دوڑتے دوڑتے بہت دور نکل چکا تھا۔ میں دوڑتے ہوئے بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ کر دہان مگھور اندھیرے کے سوا کچھ نہ دیکھتا تھا۔ کچھ لمحے نہیں چل رہا تھا کہ میں دیکھنے لگا کہ کونے میں ہوں۔ میں سسکیں بھاگتے بھاگتے اپنے رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو کر صاف میرے کانوں سے گھبراہٹیں تھیں۔ مجھے لگا کہ اب میں سالواری سے بہت دور نکل چکا ہوں تو میں ایک جگہ تک کھڑا اور سالوں کی پھل کرنے لگا۔

چاند کی روشنی اور ہر طرف چھایا ہوا گہرا سکوت ہولناک سا تاثر قائم کر رہا تھا۔

میں اس میدان میں کھل چکا تھا اور آگے ایک گھٹنا جھکی شروع ہو چکا تھا۔ مجھے گناہ تھا کہ اب بھی سانپوں مجھے تلاش کر کے کہ یہاں پہنچ گئی تھی کسی نے سچے آپ کو یاد دلایا تھا کہ اس وقت تک نہ جھکیے کہ ابھی گھبراہٹ سے کوئی بھی نہ دیکھ سکے۔ میں جلدی جلدی آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ بہت جلد ہی تاریکی تھا میں کسی ایسے درخت کی تلاش میں تھا جس پر رات گزار کر

میں کوئی گھر کی مالوں۔ جلد ہی ایک اور انچادھا پڑے  
 لی کیا، میں دقت ضائع کے بغیر تیزی سے اس پر  
 پڑے گا۔ میں درخت کی سب سے اونچی اور موٹی  
 شاخ پر بیٹھ گیا مکمل بھاگے دوڑے اب مجھے سکون  
 کا سا نصیب ہوا تھا۔ میں اپنے آپ کو اب بالکل  
 بھونکا ہوا ہوا تھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کرنے  
 کے لئے اور انھیں بند کرنے سے روکتے تھے اور  
 پست لگا دی۔ شاید خطرہ انھیں ٹھیک تھا کسی تو ہلاکت  
 سے لڑنے کے لئے اور مشکلات کا سامنا کرنے کے  
 لئے بہت جگہ باقی خداوندی رات کا صحیح کار اور پرخطر  
 حصہ ہے میری سے اصرار کرنا تھا کہ انھیں بند  
 کر دیں مجھے اپنے کندھے پر ایک کردار سے  
 باتوں کا اس شخص ہوں جس نے ایک کندھے کے آئے  
 سکون کو غارت کر دیا۔

میں نے فخر سے کہو مکتوبے ہوئے اسی وقت  
تکبیس کھول دیں۔ میں نے برق رفتاری سے اپنے  
عقب میں دیکھا وہاں کل نقاب میری نظر سے عقب  
میں سے نکل چکی تھیں۔ جہاں نہایت ہی بجا کھانڈ اور کھیر  
فل و حال سے سادو کی کھڑی اس کے صرف لباس سے  
انوارہ لگایا جاسکتا تھا کہ سادو اور سادی ہی ہو سکتی ہے اس کا  
چہرہ اس انداز پر لکھا تھا کہ کپڑوں کی آدھی اس پر نظر  
پڑی تو اس کے دل کی جڑیں بند ہو نالاز رہی تھیں۔

[illegible]

فرض وہاں دو کولہاں مہینے دھنجل و ساجل ماوروی نہیں بلکہ  
سورماہ ہوا چیلنگنگر دی گئی۔  
حضرت فخریہ خود برہمیری کہانی کے مطابق اس  
کے بیابک، دروشت، ناک اور دل کو جلا دینے والے  
جرے سے کاٹ کر ہم کو لے کر انہیں بھڑھاتا۔ اسی  
سرخ ناکاں میں جیسوں اور اسلخاں اور ایلواہیہ پھر کر  
بنا کر اسے سالواری علی خاں پر رہا تھا۔ یہ وہی سالواری  
تھی جس کو چھپے اس کی دنیا میں ہر خاص و عام کے  
لوگوں پر تھے گمراہ اس کا چہرہ اور اس کی سادہ چمکی حقیقت  
کو اگل رہا تھا۔  
سالواری کا اس اندر بیابک اور کرہ پر چہرہ دیکھ  
کر خوف کی زبانی ہے یہ اور اہل دواں دواں کرنے کا قضا  
میں بدلے سے ایک کھڑا اور راز کرنے قدموں سے پیچھے  
ہٹنے کا میرے پیچھے تھا اور اچھے بیابک اور  
دروشت کا جو دوسرے تھا کہ مہوں میں خیر و خفاک اور  
ہوٹوں پر کرہ پر ہم نے میرے قریب آئی تھی۔ پیچھے  
ہٹنے سے میری پٹ ایک دروشت سے جا گئی اب تو  
میری موت کی گئی میرے پاس کی اوتھ بھاگنے کا  
کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ اپنے دانے میری گردن میں  
پوست کرنے کے لئے تھے ہم کھڑی تھی۔  
"میں سالوں کے لئے تھے ہم چھپ رہے تھے  
پر ہم نے نہیں تلاش کر لیا۔" تم کیا سمجھتے تھے کہ ہم نے  
نہیں بھاگے ہوئے نہیں دیکھا۔ دیکھا قاسم ایلواہی  
دیکھا تھا۔ پر ہم نے نہیں خود بھاگنے کا ایک موقع  
دیا۔ ہم یہ جانا چاہتے تھے کہ ہم سے خرگوش کی  
کھانکے ہو کر ہم نے خرگوش اپنی جانوں کو اتنی  
دست دی۔ ایلواہیہ اپنے ایک تکلیف پہنچائی۔ ایک توہم  
میں نہیں لے کر اور نہ اس کی موت سے اب چھپنا  
گئے۔ دیکھا بھاگنے کا خیال اپنے سے اب چھپنا  
لاکھ دو لکھ ہاتھ ہماری کٹی، ہماری دنیا میں تو ہم  
یہاں سے تھے۔ لیکن اصل نکتے صبح تک ہم نہ جاہیں  
ہم یہاں نہیں آئی شادی کی تیار ہیں دکھا کر دہلی  
لو، ایلواہیہ پہنچا کر تیار ہیں۔

[illegible]

اس کی لڑائی چلے گئے تھے مجھے ہوش آ گیا۔ میرے ہوش وصال آستہ آستہ بحال ہونے لگے تھے۔ لہجہ بخشنی ہوئی کہ میں زندہ سلامت ہوں تھا کراچی اس کی حیرت اور پینٹنی نے بھی انہیں گرا کر خیر کیے ہوا؟ اس کی سچ نے اس کے طے کو ناما ملتا؟ ان خود کوں تھا میں نے صرف مجھے بچایا ایک کدے ہیں۔ ٹھانڈے بھی بچھڑ کر دیا؟ ان کی جہاں سانسوں اور میرے چھوڑے ہوئے ہوش کی آواز میں جس نے مجھے موت کی آغوش میں سامنے ہے بحال؟

لیکن اس جگہ بھلا میری مدد کون کر سکتا تھا؟  
اب آخری بات جو میرے ذہن میں آئی وہ یہ



تھی کہ کیا میرے گلے میں کوئی تھوڑا دھیرہ ہے؟ جس نے سائوری کے گلے کو خاک میں ملا دیا۔ میرے ہاتھ بے اختیار گئے کی طرف بڑھے، میں نے ہنسنے کی خوشی میں نہرانی اور جھپٹائی کی کیفیت میں گلے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا مگر میں نے گلے میں بھی ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی ہوئی تھی۔

مگر میں نے اپنے شک کو دور کرنے کے لئے اپنے ہاتھ گلے تک لے گیا۔ لیکن مجھے اس بات کا بھی جواب مل گیا۔ مجھے نیچے کیا ہو گیا تھا کہ وہاں سے مجھے گلے سے بجائے میرے قدم آہستہ سائوری کی جانب بڑھنے لگے، شاید مجھے اب بھی یقین نہیں آیا تھا کہ میں واقعی کچا گیا ہوں اور مجھ سے کٹ فٹ دور سائوری زمین پر ہی ترپ رہی ہے۔ میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے اپنی قدم قدم ہی بڑھاتے ہوئے گئے۔

”دنگ جاؤ ہیں برا“ ایک ہماری بھرم کر فٹ سی لہوائی آواز دھماکے کی طرح میرے کانوں سے گھرائی۔

میرے قدم از خود رک گئے اور فوراً سے خوشتر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایک عورت درخت کی اوٹ میں اس طرح کھڑی تھی کہ اس کا آدھا جسم اور چہرہ ظاہر تھا۔ میری نظر اس عورت پر پڑے ہی وہ درخت کی اوٹ سے نکلے ہوئے میری جانب بڑھی اور میرے قریب آ کر رک گئی۔ وہ ہماری خوشی پر غور نہ تھی اس نے بھی سائوری ہی کی طرح لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے سے وہ عام وصل و صورت کی بھی گھر اس کی آنکھوں سے درخت تک رہی تھی ہاں! اچھی عورتوں کی طرح جن کو میں میدان میں سائوری کی شادی میں شرکت کے لئے آئے دیکھ چکا تھا۔

”تم پریشان مت ہو..... تم جیسوں کسی بھی نقصان پہنچانے کی نیت سے نہیں آئے ہیں۔ ہم نے ہی جیسوں موت کے منہ سے نکال کر سائوری کو اس حالت میں پہنچایا، سائوری کے گھماؤ نے ارادوں کو خاک میں

ملا یا ہے کیونکہ آج تم جیسوں نہیں بجائے تو بہت بڑا نقصان ہو جاتا۔ کوئی نہیں بچتا ہماری جتنی میں۔“ وہ اپنی پریشانی اور کرب میں ڈوبی آواز میں کہتی جا رہی تھی۔ میں اس کی باتوں کو سمجھ نہیں پایا۔ آخروہ گئی کہ میری مدد اس نے کیوں کی تھی؟ اور وہ کس نقصان کی بات کر رہی تھی؟ اس کے لیے اور اس کی منھگو سے امداد وہ ہر ہاتھ کو دینے کو مجھ کو بتانے والی ہے۔

”تم میں دو جوان ہو جس نے سائوری پر کہانی لکھی ہے اگر تم پر کہانی نہ لکھتے تو جیسوں ہماری دنیا میں موت سے بچ کر زندہ نہ رہتا اور نہ ہی آئے دلا خطاب ہم پر سوار ہوتا۔ مگر اب جبکہ جیسوں خود سائوری یہاں لے کر آئی ہے تو تمہارے ہی بقول اس عیب کا عورت کا غنا ہوگا اور اس کہانی کا خاتمہ ہوگا۔ لیکن اس کا خدا کر کہ کہ تم نے بدرفتاری جان بچائی، تو یہ ہے کہ تمہاری جان پر ہماری جتنی سے جیسوں کو کوئی زندگی منحصر ہے۔“

مجھے سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہنا جا رہی ہے۔ ”آپ کان ہیں؟ آپ نے میری مدد کیوں کی اور جو باتیں آپ کہہ رہی ہیں وہ خدا کے لئے اسے صاف انکسوں میں کیسے تاکہ میں آپ کی باتوں کو سمجھ سکوں؟“ وہ سوچتا تو میرے ذہن میں تب سے گردش کر رہے تھے آخر بہت کر کے میں نے وہ اٹھ دیئے۔

”کون کون ہوں؟ تم رہنے دو، میں بس سمجھ کر میں تمہاری خبر خواہ ہوں، میں مجھے اتنا مدد ہی سمجھ رہا ہوں کہ تم کبھی گھر سے دور نہ جانا کہ دنیا ہے اور ہم بدو جانتا ہے کھینچ رہے ہیں۔ سائوری ہماری جتنی کی مشہور شخصیت ہے۔ میں اپنی جتنی کی وہ دھمکوت ہوں جو سائوری کی ساری کرشمہ جتنی کی داستان اور آئندہ کے ہوا کے کارنامے جانتی ہوں۔ تم نے جو کہانی لکھی ہے بالکل وہ ہے جسے ہم نے سچ سے کر دیا ہو۔ سائوری کی حقیقی زندگی سے قطعاً کتنی سے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سائوری کی جتنی کی داستان ہے، وہاں کس نے جو

انسانوں کو عیب کا موت کے گھاٹ اتارا وہ اس کی حالیہ زندگی کے کثرت ہیں۔ سائوری ایک جوان سال اور وہ دھیرہ دھیرہ جیسوں کے مسئلہ کو اس کے زیادہ کر کے ایک بڑھا ہے۔ میں نے آج سے پہلے سائوری کی اس حقیقت کے بارے میں کسی کو مجھ سے نہیں بتایا۔ مگر یہ ہے حقیقت آشکار کرنا ضروری ہے کیونکہ میں ہی سائوری کا خاتمہ کر دے۔

تمہاری دنیا کی طرح ہماری دنیا میں بھی جادو ٹوٹے اور کال کا بل مل گیا جاتا ہے تمہاری دنیا کے کالے ظلم میں یہ فرق ہے کہ تم جانتا کہ اپنے دل میں کس کے اس سے اپنا کام کرواتے ہو مگر ہماری دنیا میں جو تاکو اپنے دل میں کس کے اسے ہر کام کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے اور نہ ہی کے قصور اور بے گناہ لوگوں کو کیشتان جانتا تھک کر کے اپنے مطلب کے مقاصد پرے کرواتے ہیں یا پھر انہیں پریشانی سے نکالنے کے بہانے لٹا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں کسی کھلم کھلا جانتا نہیں جیسے ہیں اور کچھ شرم ہے۔ سب کی زندگی اسی طرح بسر ہو رہی ہیں جس طرح تم گزار رہے ہو۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ تم جانتا کہ تم اور تم انسان۔ ہم جیسوں دیکھتے ہیں ہر انھوں سے تو اہل ہیں، اس لئے انسان نہیں جیسوں دیکھتے۔

سائوری کا پا کا جادو کر کے ہماری جتنی کے لوگوں کو کھلا طریقے سے استعمال کیا تھا جتنی کے تمام لوگ اس سے بچ کر بھاگتے تھے کہ وہاں پر کھینچا جاتا تھے اگر کوئی ٹھوڑی سی خشوہ کھلات کر کے تو کوشش کرتا تو اسے اسی وقت جادو کے زور سے ہانک کر جاتا جاتا ہے ہر اس طرح سے کہ وہاں جاتا، جب اس کا پا اپنے مخصوص کرے میں بچتا ہو گیا تو کہہ جاتا تو سائوری اسے پیچھے سے کھینچ رہی ہوتی اس وقت وہ دفتر یا چھوڑتا سال کی تھی۔ وہ اپنے پا کو اس طرح کرتے دیکھ کر بہت کچھ سوچنے لگی تھی۔ جب اس کا پا کھینچا جاتا تو اس کی طرف سے کچھ نہ ہوتا تو اسے اپنے پا کی طرح دھیرہ دھیرہ سے کھینچ کر اس کی ہاتھ کی ہاتھ کی اس پر غر پڑی تو وہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر

وہاں سے لے جاتی۔ سائوری کی ہاتھ لپٹی ہوئی تھی یہ بات اس کے پا کا بتاتی تھی کہ اس کا ہاتھ مخصوص کرے کو اپنے استعمال کے بعد منتقل کئے گا مگر اب اس کا کچھ کچھ نہیں تھا کیونکہ جو کچھ سائوری دیکھ چکی تھی اتنا وہ کچھ ہی جتنی کی اور جو کچھ دیکھ چکی تھی وہ اس کے دماغ کے کچھ ان خاتہ میں منتقل ہو چکا تھا۔

دھیرہ دھیرہ سائوری بڑی ہوئی کہ اس کی جوانی قیامت بن کر رہ گئی ہو رہے تھے اس کی خوب صورتی کے ہر ایک چہرے کو دیکھنے کے لئے ہر کوئی اس کے سن بے پناہ کو ایک دھندلے دھندلے تھیں اس کے دل میں اسے ہزار بار دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ سائوری کی ایسی خوب صورتی کی اچھوت جیسوں معلوم ہوئی کہ میں اس بات کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے تالی چلوں کر سائوری سے حقیقت چھپاتے ہوئے اس کی شادی کی گئی مگر چندتہ کی بات بچ جات ہوئی اور سائوری کے ردوں جتنی کے بعد دھیرہ سے ہوئے ہائے گئے۔ اب ہر کوئی اس کے اس عیب کا راز سے واقف ہو چکا تھا اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو منہ میں نہیں دیکھتا جانتے تھے اس کی خوب صورتی اس کے کی کام نہیں آئی اب اس سے کوئی شادی کرنا تو دور کنار اس کے پاس بھٹکا نہیں جاتا تھا۔

سائوری طیش مند، ہٹ دھرم اور مغرور لڑکی تھی۔ اس نے اپنی اپنی تالیبل عبادت نہیں کی، ایک دن اس نے شروع فیصلے کی حالت میں اپنے ہاتھ پاؤں کو اپنے پاؤں سے کر کے کوئی کر اپنے آپ کو اس کرے میں بیٹھ کے لئے قصور کر لیا۔ اس کے بعد وہ طویل سالوں تک اس کرے سے انکار اپنے پاؤں کیسے ہونے چوڑاں اس نے کچھ نہیں دیکھا تھا اب وہ ہر اسے ہی جب وہ اپنے تمام دل میں متنبہ ہو گیا تب اس کا قصہ کچھ غصا ہوا۔ ایک دن اس نے اپنے آپ کو بخشے میں دیکھا اس کی طرف سے کچھ نہ ہوئی۔ مجھے میں یکے لے سے مل گیا ہوا تھا۔ جس کی سائوری صدمہ ہو گئی۔ یہ قسم بھی عجیب صدمہ دھار چکا تھا۔ اس نے ہی وقت اپنے

برمل کام میں لائے ہوئے اپنے آپ کو بھرے حسین و جوان بنادیا کہ اس کی کنڈلی میں دوش باہمی تھا۔ اس نے اپنی ذمہ داری عموماً اپنے قابو میں کر کے دوبارہ اپنے آپ کو حسین و جوان سا نوئیو بنادیا کہ اس کے جادو کا دور دراز کرتے تھے بچے کے بعد سے متح فو بچے تک انہیں سنا کرتا ہے۔

آخر ذہن کا اس نے ایک ذہن بدست فیملہ کیا۔ دیئے تو اسے وہ اہم کام کرنے تھے۔ پہلا تو یہ تھا کہ اسے اپنی کنڈلی سے دوش کو کم کرنے کے لئے انسانوں کی دنیا میں جا کر ان لوگوں کو مارنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد اپنے آپ کو مسداہی میں جیتیں وہ جان رکھنے کے لئے اپنی ہی کسی کے پسند لوگوں کو کھاتے کھاتے اتار دیا تھا۔ عمری اللہ اس نے جس سے ہرگز روک کر نہ کر کے لئے انسانوں کی دنیا میں جانے کا سوچا اس نے بہتی کے لوگوں کو اعتماد میں لے لیا تھا ان کے سامنے اپنے آپ کو کھاتے مظلوم بنا کر کہتی کہ کوئی شخص اسے شادی کا کہتا تو وہ انکار کر دیتی۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے بہتی کے تمام لوگوں کو بتادیا کہ اس کی کنڈلی میں دوش ہے اسی لئے وہ کسی سے شادی نہیں کر سکی۔ اس نے لوگوں کو پینڈ کر کے اس سے آگاہ کیا اور اسے کہا کہ وہ اس کا ساتھ دیں۔

بہتی والوں نے اس کی گوجانی کو دیکھ کر اس کا ساتھ دینے کی حامی بھری۔ اس طرح سا نوئیو ہر دروازے سنور کر انسانوں کی دنیا میں جاتی اور وہاں ایک انسان کا خون پینے کے بعد رات میں بچے سے پہلے آئی اور بہتی کی کچھ عورتیں اسے بھول دیتی کہ چروں میں نہلائیں۔ اس طرح اسے وہ آہستہ آہستہ اپنے پیچھے متعدد کامیاب ہوئی گی اس کی کنڈلی سے دوش کی جتا جاتا گیا اور اسے دروازہ اپنے آپ کو حسین و جوان کرنے کے لئے اپنے مخصوص کرے میں خاص قسم کا ایک مہتر بن جتے تھے جہاں، اس مہتری بدولت ہوتی تھی بچے کے بعد بھی اس مہلت خیر نہ ہوتی اور اس طرح وہ مہتری ہوتی اس کی عمر کو بچاں سال پیچھے لے جا رہا تھا۔ وہ ایک ایک

کر کے لوگوں کو آسانی سے موت کے گھاٹ اتار دیتی چلی گئی مگر یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ جس طرح اپنی کہانی میں لکھتے چلے گئے سا نوئیو کے قدم بھی اسی کی جانب اتردوڑتے جیسے تھے مگر اس سے پہلے کہ اپنی کہانی میں سا نوئیو کے دوسری کئی کو کام بناتے ہوئے اس کا خاتمہ کرتے تو جولاگ سا نوئیو نہیں اپنا آخری فکار بنانے کے لئے تھا کہ وہ ہنس پکائی گی۔

اور اس سے بھی زیادہ ہوشیاری یہ دکھائی کہ وہ جنہیں اپنی دنیا میں لے کر آئی تاکہ کسی بھی بھول چوک کی وجہ سے تم اس کے ہاتھ سے نکل نہ جاؤ۔ اب تم ہماری دنیا میں آئیے وہ اب تم یہاں سے تھک نہیں جاسکتے جب تک سا نوئیو خود نہ چاہے یا پھر اس کی موت نہ ہو جائے۔

”بہتی کے تمام لوگ اس کی شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں اور اس کی بھرپور مدد کر رہے ہیں جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ مگر بہتی والوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو سا نوئیو اس کے سامنے مظلومیت کا لہوہ اڑھے ہوئے ہے، وہ اگر یہ شادی اور اپنا آخری فکار کرنے میں کامیاب ہوگئی تو پھر اسی بہتی کے میں لوگوں کو کوئی جان کی دینا پڑے گی جن کو یہ بے بیابک طریقے سے کرکھ جائے۔ اگر یہ جنہیں مارنے میں کامیاب ہوگئی تو یہ مہتری میں جیتیں وہ جان رہنے کے لئے اور اپنی عمر کی مرزا دے کے لئے ہماری بہتی کے لوگوں کے ساتھ یہ بیابک سبیل شروع کر دے گی اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہیں لوگوں کو ہر رات سے رہے رہے نکل کر جانی کے چروں میں لے کر آئی تاکہ خاتونیں ہر گھر سے اس سے پہلے کہ جنہیں کوئی نقصان پہنچا کر تم سے اس کا خاتمہ کر دے تاکہ اسے اپنا گھناؤنا کام پورا کر دے تاکہ تم میں لے اپنی تمام تر خاتونیں استعمال کرے ہوئے سا نوئیو کے مسئلہ کو رکھ رہے مگر جب یہی چلنے لگانا ختم ہو جائے گا تو یہ دوبارہ اٹھ بیٹھے گی اور اگر تم نے اسے مارنے کا یہ فیصلہ نہیں سوچا تو یہ جنہیں مارے ہی مارے گی اور اس کے فکار جو اس کا فکار جنوں کی اور پھر اس کے

قدم بہتی کی جانب دیوہیں گے۔ میں جنہیں یہ بھی بتا دوں کہ سا نوئیو کی موت ایک مخصوص طریقے سے ہوئی ہے۔ جو تمہارے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن تم ہی جو اس خاص طریقے سے سا نوئیو کو ختم کر سکتے ہو اس نے یہ آخری ہمتی خیر لے لی ہے میں کہا۔

اس نے سا نوئیو کی جو جھکی کی داستان سنائی اس نے مجھے ہا کر رکھ دیا کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ داستان دلچسپ اور حیرت انگیز بھی تھی۔ میں اب تک سب کچھ سمجھ رہی تھی مگر اس کی دنیا میں اس کے چند آخری مہلوں نے میری حیرت اور تعجب کو دو چکر کر دیا۔ میں اس کی باتوں کو سمجھنے لگا کہ میں سا نوئیو کو ختم کروں گا اور وہ بھی بھول اس کے ایک مخصوص طریقے سے جو صرف مجھے معلوم تھا۔ مگر کیا اس کی یہ طریقہ میرے ذہن کے گوشے میں دو دروازے تک نہ جاتا، آخر اس کے مخصوص طریقے کی بات کر رہی تھی، میرے دماغ میں گھومتے سوالات آنکھوں سے بھٹکنے لگے میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جب وہ بول پڑی۔

”تم کیا سوچا رہے ہو تاکہ تم سا نوئیو کا خاتمہ کیسے کر دے“ وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بول۔ ”اس کے لئے کوئی بات نہیں ذہن بڑھانا پڑے گا۔ لیکن یہ سا نوئیو کو مارنے کا وہ مخصوص طریقہ تھا کہ وہ ذہن کے گہرائی میں موجود ہے جو ابھی وقت تو جنہیں پائیں انہیں انہیں سے پار کرنے کی کوشش کر دے گا وہ جنہیں ضرور یاد آ جائے گا۔ ایک دوسرے طریقے سے سا نوئیو کو ختم کرنے کا اس کے علاوہ کسی بھی طریقے سے سا نوئیو کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔ شاید اس کی میری بات کو سمجھ گئے ہو۔ میں جنہیں سمجھائی ہوں۔

تم سا نوئیو پر جو کہانی لکھ رہے ہو۔ میں بڑھ رہے کہ جو کہانی لکھتے ہو اسے مکمل لکھتے جاتے ہو اس کا انت پہلے سے نہیں سوچتے مگر سا نوئیو وہ واحد کہانی ہے جس کا انت اور سا نوئیو کو ختم کرنے کا ایک خاکہ کہانی لکھنے کے دوران تمہارے ذہن میں آ جاتا تھا، وہی مہتر جو اس وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا

اسی کو یاد کرنا ہے۔ اپنے ذہن پر دروازہ کھول دیا کہ وہ اس وقت تمہارے ذہن میں سا نوئیو کو مارنے کا وہ طریقہ آ جاتا؟ جلد ہی کرواں۔۔۔ سوچو اپنے ذہن پر دروازہ کھول کر سا نوئیو کا وقت بہت بڑھ جائے گا۔

اس نے مجھ پر ایک اور حیرت انگیز بات کا انکشاف کیا۔ میں وہ اپنی ایک نئی کہانی لکھ چکا تھا۔ اس میں سے کسی کا انداز پہلے سے نہیں سوچا۔ مگر سا نوئیو وہ واحد کہانی تھی کہ میں نہیں لکھنے کے دوران اس کا سبب ایک خاتمہ کرنے کا ایک طریقہ اپنے ذہن میں لایا تھا مگر اس کا بکا تھوہا میرے ذہن میں بالکل نہیں تھا مگر وہ طریقہ کیا تھا؟ اس میں بھول چکا تھا، میرے ذہن کے کسی گوشے میں وہ مہتر نہیں تھا، میں نے یاد کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن میرے ذہن میں کچھ نہ تھا۔

”مہل! بدست تمہارے ذہن میں کچھ نہیں۔ جلد ہی سوچو۔۔۔ سا نوئیو میری جتنی جتنوں کے منہ پر سے نہیں اب آواز ہونے لگی وہاں ہوگی، اس سے پہلے کہ تمہارے ذہن میں وہ طریقہ نہ آ جاؤ، وہ دوسروں کو بار بار لے گی۔ جلد سے جلد اپنے دماغ میں وہ طریقہ لانے کی کوشش کرو۔“ اس نے میری نظرانی کے عالم میں اپنا پیچھے لے لیا۔

مجھ کچھ پائیں آ رہا تھا، ذہن پر دروازہ ملے میرے سر میں دو دروازے ملے۔ میں نے انہیں بند کرکے اپنے دماغ کو بالکل خالی اور رکن کر لیا۔ میں دل میں غصے سے دماغ لکھنے لگا کہ چاہک میرے ذہن میں وہ سب کچھ لے لگا جو میں سوچتا جا رہا تھا۔ میں نے پھر بھی انہیں بند کر دیں اور اس بار سے مہتر کا پتہ ذہن میں غلط طور پر ذخیرہ کر لیا۔

”مہل! یاد کیا۔“ سب کچھ یاد آ گیا۔ ”میں نے سمجھتے آ تھیں گھول دیں اور آخری سے سرٹا لے لیجے بولا۔ ”سا نوئیو کے دماغ میں ہاتھ کے اوپر جو سلاؤنگ کا نشان ہے اس پر پھر سے دلو کر لے اس کا خاتمہ ہوگا۔“

”شاباش مہل! شاباش اتم بہت ہی ذہین ہو، مجھے اس بار سے میں چھ ہاتھ سا نوئیو کا خاتمہ

طرح ممکن ہے مگر میں نہیں نہیں جانتی کسی کیونکہ اگر میں نہیں بتا دیتی تو سائوری کو غم کرنے کے سارے راستے مسدود ہو جاتے پھر اگر تم سائوری پر اصرار کرتے تو تمہارا کوئی وہ اس پر کارگر ثابت نہ ہوتا۔ اب لو یہ خبر..... قسم کرو اس بھائی کو بھائی بڑھایا کہ..... اس نے اپنے دائیں ہاتھ کاٹ کے کرے ہوئے کہا۔

میں نے آگے بڑھ کر وہ چٹکا ہوا خنجر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "سائوری کے ہاتھ پر جو نشان ہے وہ کوئی قتل کا ایما ہوا، سیاتان ہے، وہ وہی نشان ہے جو پینچمن میں اس کے ہاتھ پر ثبت تھا مگر اب اس میں وہ نشان اس کے دائیں بازو آدھے آکر ظہور میں آتا۔ جو میرے دم تک نہیں چلے گا اور جب تک اس نے اس نشان میں خنجر سے وار نہ کیا ہے، تب تک اس کا خاتمہ ممکن نہیں۔ اب تم چاؤ اور گھونٹ دو یہ خنجر اس کے جسم میں..... مارا الو..... چاؤ..... سچ..... سچ....." وہ اپنا چلا اور صراہے میں چھوڑ کر میری نظر اس کے چاچک اور مصلوبی۔

میں نے اسے چادر طرف دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آتی۔ مجھے چھاتی بے چارے کی دہانے پر یہاں کوئی بھی شخص جب چاہے میری نظروں سے اوپر ہو سکتا ہے۔ مگر اپنے منہ کی بات اور دھوری چھوڑ کر یوں اپنا چاک غائب ہو جانا مجھے کچھ پریشان کر گیا۔

خیر میں اپنے ہاتھ میں پکڑے خنجر کی گرفت مسبو کر کے ہوئے سائوری کی طرف بڑھا کر یہ کیا؟ وہ کی اپنی تلک سے غائب ہو گئی گی۔ "کہاں گی سائوری ابھی تو یہیں تھی۔" میں نے پریشانی کے عالم میں خوشگاری کی۔

وہ کی اس عورت کی طرح اپنا چاک غائب ہو گئی تھی ابھی اچھے طرح ہاتھ کر جب وہ عورت میرے ہاتھ میں خنجر سے رہی گی۔ جب میں نے ایک نظر پیچھے مڑ کر سائوری کو دیکھا تھا وہ پہلے کی طرح تڑپ نہ گئی۔

میں سائوری کو کچل میں ڈھونڈنے کے بجائے ایک طرف پیٹا۔ مجھے یقین تھا کہ سائوری

بلٹ کر میرے پاس خرد آئے گی وہ کسی بھی طرح فٹھے میں چھوڑ دیتی گی کیونکہ اس کے تمام تر مقاصد کے حصول کا محور میں تھا، وہ کسی بھی بلٹ کر میرے سامنے موجود ہونے والی تھی۔ میں درخت کے پاس ہی ہوشیار اور چوکنا ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ کسی بھی سائوری آ کر مجھ پر اپنا چاک حملہ کر سکتی تھی۔ میں درخت سے پشت لگا کر اپنے اوپر گرد کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔

بھل گھبات ہی گھبات اور رات کی تاریکی اس پر مزید دھند چاری کر رہی تھی۔ چاندی روشنی اس جگہ آتی تھی کچھ دھندلے کھس سے آگے پاس کے درخت کے سامنے ایک کھنڈی دھندلے۔ اسی میں یہ سب دیکھی رہا تھا کہ ایک بھاری آبی چیز میرے بالکل سامنے مزام سے آ کر گی۔ میں ایک دم سے چونک گیا۔ اب جو میری آنکھوں نے دیکھا میرے دل و دماغ کو گولہ کر دکھایا۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی بھی ایسا وارن فرسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

ایسا میرا عورت کی لاش میرے سامنے اچھائی بھائی حالت میں پڑی تھی۔ جس کا سر کاٹ دیا گیا تھا اور گردن سے تار و تار خون نکل کر زمین پر گر رہا تھا۔ پیچھے اس کی ہڈی اس کا سر تک لپک گیا ہو میرا اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی گی۔ وہ لاش ہے جس حرکت پڑی میرے دل کو دھاتی جاری تھی۔ میں نے اسی وقت اپنی نظریں اس پر سے ہٹائیں۔

میری ساعت سے ٹھہری۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ میں نے دیکھا سائوری سامنے سے لٹک شکاف قلعے لگائی میری طرف بڑھتی ہی آ رہی ہے۔ میں نے دیکھا اس نے بائیں ہاتھ میں کچھ پتھر پکڑی ہوئی ہے اور اس چیز کو دھاتی اور کل ٹھانی ہوئی اپنی کا سامانی کے چشمن سے سرشار میری طرف پہنچا رہا ہے۔

اب دوت آ کر مجھ کا میں اپنے تمام تر خوف کو دور بھاگے ہوئے اور اپنی ہمت کو کچل کر کرتے ہوئے

مسبو کر کے ہوئے ہے بائیں کمر ڈالیں جس سے اس کے چہرے پر ایک کرہ وہ قاتلانہ مسکراہٹ ابھری اور وہ فرماں خراں میری طرف بڑھنے لگی۔

میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر پر گرفت مسبو کر لی۔ میرا دل تیزی سے ہلکا رہا تھا۔ نہانے لگا لے گیا ہوا تھوڑا دھلا تھا۔

وہ میرے بالکل نزدیک آ کر تک کی اور ایک قاتلانہ لٹک شکاف قلعہ لگا دیا اور مجھے نشانوں سے پکڑا لیا۔ میں نے اس کے دائیں ہاتھ پر وہ نشان تلاش کیا جو جلد ہی مجھے نظر آ گیا، وہ دائیں ہاتھ پر وہی نشان سیاتان تھا اور صاف طور پر ابھرا ہوا تھا۔

"صرف آخری شمار..... اس کے بعد میں حسین و جوان ہو جاؤں گی۔" اس نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا اور قلعے کا گئے گی۔

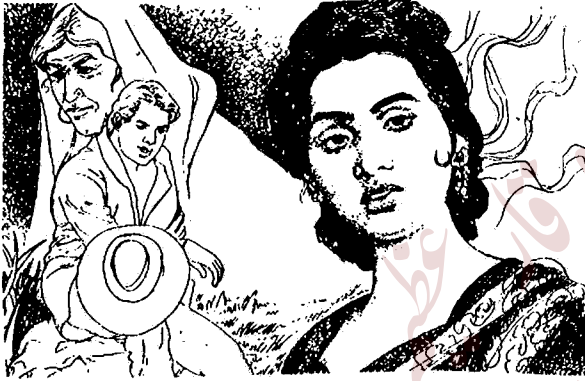
میری نظریں اس نشان پر ہی گڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے سے ابرو نکالا۔ میری دھڑکن بے تحاشہ ہو کر مجھ پر وہی تھیں اور میرے پار سے پکڑے پیچھے میں بیٹھ جکتے۔

سائوری نے اپنے بھائی کے قبضوں کی آواز بند کی اور میرے جسم کو ایک ہموار دیا پیچھے ہی میری گردن میں اپنے دانت گاڑنے چاہے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اس خنجر سے اس سیاتان پر ایک ہجرہ وارہ کر دیا۔ جس سے ایک ڈھیر سا موت ہموار کا اور وہ جھٹنے ہوئے کی کٹ دور جا گری اور بری طرح تڑپنے لگی۔ میں نے دیکھا اس کے پورے ہاتھ میں خنجر کھوپٹے سے آگ لگ گئی گی۔ وہ تڑپے ہوئے اپنے بائیں ہاتھ کو خنجر تک لے جاتی تھی اس لیے اسے ہنگلے سے پیچھے ہٹا تھی۔

"قت..... تم نے مجھے دھک..... دھک دیا مرم..... مارا دلا..... مجھے..... میں نہیں..... میں نہیں..... نہیں چھوڑوں گی۔" اس نے تکلیف سے کہا کہ وہ اپنے نوئے لنگھوں میں کہا اور اٹھنے گی۔ گردن کی دھندلے سے وہ دوبارہ کر پڑی۔ آہستہ آہستہ اس کے پار سے جسم میں

"سائوری آؤ آؤ خنجر کرو مجھے، میں کسی بھائی بھائی کر کھٹ چکا ہوں۔ اگر میری جان چاہے تو تمہارا ہاتھ ہوتا ہے۔ میں خوشیاں منی ہیں تو آؤ مجھے بھی یاد دلانے۔ میں ابی میں یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ فلا میں نے سوچ لیا ہے کہ اپنے آپ کو چپ چاپ تمہارے حوالے کر دوں۔" میں نے اپنے دل کو

# آس کے بندھن



پوری خبر پر پڑھ لینے کے بعد میں تک مر مر کا ہنسر  
 بن گئی۔ میں نے اپنا دل بکھتا ہوا محسوس کیا۔

”آپ تو خاموش ہی رہیں گی، لیکن میری ہے،  
 مذاق بتایا ہے ہماری فطرت کا۔ روائی ہوئی برادری  
 والوں میں اللہ سے توبہ کیا سوچیں گے لوگ ہاگ.....  
 کیا ہماری پرہیزگاریاں نہیں اچھلیں گی۔ وہی تو وہاں آچا  
 نے تو ہماری بچی کو راستے کا پتہ کھنکھایا ہے۔“  
 ”دو جیرے کا کام لو، ہم لو کی والے ہیں، کر  
 بھی کیا سکتے ہیں۔ سچائی تو ہے تو فوسے تو۔ وہاں بیٹی  
 ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے۔ ابھی تو وہ پڑھ رہی  
 ہے۔ پڑھنے دو اسے۔ جب دقت آئے گا تو دیکھا  
 جائے گا۔“  
 ”معاذ میں گمراہی وقت۔ میں آج ہی کر رہی  
 خوں کا کیاں [37] فروری 2018ء

آگ جتنی جارحی تھی، درود کی شدت سے اس کے منہ سے  
 نکلنے والی درود آگ آواز سے پورا بھل گئی رہا تھا۔ اس  
 آگ نے اس کے پورے جسم کو جھلسا دیا، آہستہ آہستہ  
 اس کی ہڈیاں آواز میں کی آئی اور آگ کا شعلہ اس کی  
 آواز بند ہوئی، اس کا جسم ساکت ہو گیا اور رن رن  
 آگ کی کمی سے کم تر ہو کر کھنکھی۔ اب وہاں سیاہ رنگ  
 کی دھواں پڑی ہوئی تھی۔ اچانک اس دھواں میں حرکت  
 ہوئی اور وہ بخور کی طرح گول گھومتی ہوئی آسمانوں کی  
 طرف بڑھ کر گئی۔

☆.....☆.....☆  
 میری آنکھ اچانک کھل گئی۔ میں نے اپنے اندر  
 گرد دیکھا۔ میں نے اپنے گھر سے بیڑ پر راز تھا اور مجھے  
 ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ابھی ابھی گہری نیند سے  
 بیدار ہوا ہوں۔ ”تو کیا ہے سب خواب تھا؟“ میں  
 نے خود کو پوچھا۔  
 میری نظر اپنے کپڑوں پر پڑی میرا پورا وجود  
 پیسے میں لپکا ہوا تھا۔ گھر سے میں جیسا ہوں کل رہی  
 تھیں۔ میں نے دیکھا کہ میری کمر کی گلی ہوئی تھی  
 اور اس کے سامنے رانگ بیل پر پڑی میری اوصوری  
 کھائی۔ ”ساواری“ کے صفات اس کمرے سے آتی  
 تھیں ہواؤں کی وجہ سے پورے کمرے میں کھیل چکے  
 تھے۔ میری آنکھیں تو کھل گئی تھیں مگر میرا ذہن ابھی  
 بھی بیدار نہیں ہوا تھا۔ مجھے ابھی ایسا محسوس ہو رہا  
 تھا کہ میں ابھی جگن میں کھڑا ہوں اور ساواری کے  
 ہموں کا جھنجھے اب بھی میری سماعت سے گھرا رہا  
 ہیں۔ مجھے بالکل محسوس نہیں ہوا تھا کہ میں نے  
 ہموں کا خواب دیکھا ہے بلکہ یوں لگ رہا تھا کہ وہ  
 سب حقیقت تھا۔

ساواری کا فائدہ کرنے کے بعد اور اپنی دنیا  
 میں واپس پہنچانے کے بعد میرے اندر ایک قلعہ طاری  
 کر گیا تھا۔ یہ خبر مجھے ہوا، اچھا یا برا، وہ ہو چکا تھا،  
 اب میں اپنی دنیا میں تھا۔ وہ خواب تھا یا پھر حقیقت،  
 میں اس کے گرداب سے نکل کر سچ سلامت اپنے

میں بے پروا نہ رہا۔ مجھے میرے خون پر بڑا ذات ہے۔ اللہ ایک حوصلہ مند لڑکی ہے وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرے گی۔" خواجہ بیگ آخری بات کہہ کر خاموش ہو گئے۔ چہرے پر کچھ سوچنے رہنے کے بعد ہفت بیگم خلیج کے میرے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ چہرہ صاف نظر نہ آ رہا تھا جیسے کہ میں بھی کچھ کچھ والدین کو سلام کیا اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ کتا کتا میز پر رکھتے ہی غصہ کیا۔ پرچہ نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

پوری عمر پر پڑھ لینے کے بعد میں تنگ ممر کا جسمسیر کی۔ میں نے اپنا دل بھتا ہوا محسوس کیا۔ خانہ جان کے بے الفاظ کے "میں شادی پر رضامند نہیں ہے لہذا انجینیئر کی کچھ ضرورت سمجھا جائے۔" میرے ذہن پر انکار سے دوڑنے لگے تھے لیکن میری یہ کیفیت ماضی ثابت ہوئی کوکہ دل خون کے آنسوؤں کا چھتا چھتا لیکن بڑی سی ہوئی خود ادا سے پر کھنکھ رہا۔ میں صرف چند لمحوں میں ایک فیصلے پر پہنچے ہوئے والدین کے سامنے بیٹھی۔

"مہم... میں جانتا ہوں، بیٹی تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ہم سے زیادہ تمہارے دکھ اور دکھ محسوس کرتے گا۔"

"ابو! میں سکرانے ہوئے ابو کے قریب بیٹھ گئی۔

"آپ نہ جانتے کیا سوچ رہے ہیں۔ میں تو صرف یہ جانتا چاہوں گی کہ آپ دونوں اداں کیوں ہیں۔"

"بیٹی کیا تم نے اپنی خانہ کا کچھ نہیں پڑھا؟"

"اوہ... تو گویا آپ میری کچھ کچھ کوٹنے کے بعد سے دوچار ہیں۔"

"جو تو کیا نہیں پڑھی اپنی... اپنی کچھ کوٹنے کو کوئی نہیں دیکھ... ابھی میری حیرت سے کچھ ہوئے ہو گئے۔"

"میں چچی..."

"نہیں چچم... ابو فرط مسرت سے بے قابو ہو کر فوراً بول اٹھے۔ "میری بیٹی اس قدر بددل نہیں

کہ انہیں کے چاہنا نہ فیصلے پر مجبور کر اٹھے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ والدین کو اپنی اولاد کی تقدیر کا فیصلہ کرنے میں بدلہ بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔" ابو نے سنے سے لگاتے ہوئے بولے۔ "مجھے احساس ہے کہ عقلی ٹوٹنے کی اطلاع ہمارے لئے کسی سامنے سے کم نہیں ہے تاہم روگ لگانے کی ضرورت کسی نہیں ہے اللہ جو کرتا ہے اس میں اس کے بعد سے کی بہتری ہی ہوتی ہے۔"

"امی...!" ابو کے قریب سے اٹھ کر میں امی سے لپٹ گئی۔ "ابو تم کو کدھر سے ہیں آپ دونوں بننے سکرانے رہیں ہوئی تو کوکر دیتی ہے۔" غرض یہ کہ میں نے طرح طرح کی مثالیں دے کر دونوں کو ہر طرح سے مطمئن کر دیا۔ بات میں اپنے ہنر پر لینے ہی میرے ذہن پر ایک طوفان سا اٹھ رہا تھا کہ انجینیئر کا زمانہ کی ظلم کی طرح میرے ذہن پر بھرا رہا۔

میں نے دوڑنے کے پلے سے اپنے آنسو بہنے لگے۔ اور کتاب سے خط لکھ کر دھڑک دھڑکا پاپے کا باغ میں ہادی دھڑکی چڑھو ہوس کے چاہو گی روکنی کی طرف تابی چاہتی تھی۔ رضیہ نے کچھ سی انکڑوں سے میری طرف دیکھا اور پھر خط پڑھنے لگی۔

"ہوں... تو یہ بات ہے تمہارا چہرہ اس بات کی گمانی کر رہا ہے کہ تم عقل کو دل کی گہرائی سے چاہتی ہو۔ ارے رفقاں گرد تم کی کوئی مدد تمہارا پہلو ہو جس کے گرد کی کھنڈوں سے جھجھتاے ہوئے پھرنے گئے۔"

"نہیں رضیہ... لیکن بائیں طرف دروازہ کھلتا اپنی زندگی میں صرف ایک بار ایک ہی کو چاہتی ہے۔ مہم۔"

میرا آواز بھی عقل اور اختتام کی عقل ہے میں یہ وعدہ برداشت بھی کروں گی لیکن میرے ابو کی اس قدر حساس ہیں کہ وہ اندر ہی اندر گھٹ کر مچا نہیں گئے۔

"ہوں۔ تو پھر موت سے شیری بن جاؤ۔ اس عزم کے ساتھ میدان میں کس کو پکڑنا پتا نہیں لو۔ عقل تمہارا بھیگتے رہے۔ جیسے یہ حق حاصل ہے کہ اسے ہاتھ اور پاؤں پر پڑنے سے حاصل کر۔"

"میں... لیکن کیسے؟ کیا کر سکتی ہوں میں..."

میں وہاں ہی آواز میں بولی۔

"امری بیٹی جو تم کر سکتی ہو وہ اکل اور آتی بھی نہیں کر سکتے۔ عجیب اتفاق ہے میرے زکرن کی ساگرہ

کی تقریب کا ہادی لئے بلادار بھی آ گیا ہے میں تو میں قریب میں شرکت کے لئے کھل جانے والی کی لیکن اب آج ہی میں ہادی اور تم میرے ساتھ چلو گی۔"

رہنے بھی دوسریہ۔ کیا ابو اداری مجھے جانے کی اجازت دیں گے۔"

"ضرور دیں گے۔ یہ تمہارے پرچہ دو۔ آخر مجھے بھی تو وہ اپنی بیٹی ہی سمجھتے ہیں چلو انھوں نے شروع ہوا چاہتا ہے کہ لکھ لکھ میں جو انکار بھی کر سکیں کیا کرنا ہے۔ یہ نہیں میں دانتے میں تمہاروں کی۔" رضیہ کے الفاظ میں کچھ ایسا غصہ اڑا تھا کہ میرا ذہن ہلکا ہلکا ہوا گیا اور دلی ہوئی انگلیں میرے ابوجہر کھینچنے لگیں۔

رضیہ کی ذکاوت کو شل سے مجھے اجازت مل گئی اور میں ہفتے کے سالان کے ساتھ بذریعہ سیر تین گھنٹے سے اپنے ہی کمرے میں بیٹھ بیٹھ گئیں۔ میں نے نہیں گردنہ کر کے اسٹاپ کیا اور اندازاً چار ماہ میں ہر کچھ ہوئے ٹھیک کے سلاب کو حیرت بھری انکڑوں سے دیکھتی رہیں۔ کوکہ نہیں زیادہ دیر نہیں جاتا تھا، ذہنی ہمارے پاس کوئی دلی سالان تھا کہ میں کسی کشت کی ضرورت پڑتی صرف دو طرفہ ٹھیک کے سلاب سے گزرتا تھا اور سامنے والی اسڑک میں سو بھر باراد میں واقعہ رضیہ کے کھائی کے کھنکھ پڑتی۔

موزم میں بہت سی چارہ تھا۔ آسمان کو شیا لے پادوں سے ٹکھرا ہوا تھا ہواؤں کی روشنی تھاری تھی کہ بارش ہوئی۔ جو کچھ بھی تھا یہاں بھی رضیہ کے بے باکی کام آگئی۔ ایک قریب انکس ٹھیک سار جتنے بڑی آسانی سے ہر کچھ بار کدوئی ٹھیک اسی سے بدلے کر بن اٹھے اور پھر اپنی بارش شروع ہوئی لیکن تیرے ہونے سے پہلے ہی ہم ایک ہی جگہ سے گھٹ کر پہنچ گئیں۔ رضیہ نے اکل پر ہلکی کا داؤ لگایا تو چہرہ میں ہوا ایک خوبصورت سی دلی پکڑ لائی تھی دروازہ کھولا۔

"اے رضیہ تم...؟" وہ رضیہ سے لپٹ پڑی جب رضیہ نے میرا حلقہ کر دیا تو وہ مجھ سے کچھ دالہ انداز میں اکل پلٹ گئی۔ چہرہ میں ہمدردی شامہ



سے ڈرا ننگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی میری طرف سے ہاؤس کے باہر جو سرکئی اندھیرا پھیلا ہوا تھا وہ ڈرا ننگ روم کی روشنی سے بہت ہی سرد و تاریک تھا۔ وہ "بھائی جان کہاں ہیں بھائی..." رضیہ تو لیے سے اپنا چہرہ ہلاتے ہوئے بولی۔ ایک تیرہ برسے پاس بیٹھا تھا۔

"میں یہاں ہوں سرخ مرچ..." ایک مردانہ آواز سن کر ہم تینوں آواز کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وہ ایک خصوصیت سا لمبا ڈگ جران تھا جانی بخش کے جن رنگ لگے ہوئے دائیں جانب کے کمرے سے برآمد ہوا تھا۔

☆☆☆☆

ڈیز رضیہ نے بھائی صاحب اور بھائی کویر سے متعلق سب سب بتا دیا تھا انہوں نے میرا اصل پتہ جاننے کے لیے کسی کم کے کھانے کے اعتبار سے کیا تھا۔ رضیہ کے مرتب کردہ لفظیاتی پرگرام کو سراہے ہوئے تھے میری کاسانی کا یقین دلا یا اور دعا بھی کی۔

مگر میں نے رضیہ کے مرتب کردہ پروگرام پر عمل شروع کر دیا۔ رشک پکڑا اور سنسٹ کے اندر ہی سفید رازد فبرے کے ایک پچھلے میں بیٹھ گئی۔ چھانک کھانا تو وہ لازماً کی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ میں ان پر اچھی نظر ڈال کر دھڑکنے والے سے اندر ہی نصیب سے داخل ہو گئی۔ مجھے صرف یہ پیش نظر تھا کہ کبھی نہیں ملے اس بات سے جو ہمارے یہاں نہیں ہوا۔

مجھے اس طرح کی طرح طور پر اپنے سامنے پا کر خالد جان قصور جرت میں گئیں۔ "السلام علیکم خالد جان..." میں نے جب سگماتے ہوئے سلام کیا تو وہ چونک پڑیں اور ہلکا کر مجھے اپنے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا۔ دعا بھی دیں اور صوفے پر بٹھاتے ہوئے میرے ساتھ بیٹھ گئیں۔

"حق..." ہمیں اچانک سامنے پا کر مجھے اپنی بشارت پر یقین نہیں آ رہا۔ نہ سنا تھا میری ای ای لہجہ سے اور نہ تھا ہمارا سامان کہاں ہے۔"

"وہ خبر تھی ہی سے ہیں خالد جان۔ کیا خالو مگر نہیں ہیں..." میں اس کے سوال کا آخری حصہ گول کر لی ہوئی بولی۔

"نہیں ہیں بیٹا وہ صبح ساڑھے آٹھ بجے ہی دفتر چلے جائے ہیں۔ کب پہنچی ہو کر اپنا اور..." اور تمہارا سامان..."

"ابھی نہ لکھائے خالد جان۔ میں گزشتہ شام اپنی دوست رضیہ کے ساتھ اس وقت پہنچی ہوں جب ایک نئی بارش ہو رہی تھی میرا برف کیس رضیہ کے بھائی کے گھر میں رکھا ہے۔"

"کیا کمری ہو اہلالت۔ کل سے آئی اور اپنا گھر چھوڑ کر غیر دل کے گھر جا رہی ہو..."

"اس میں شب کی کیا بات ہے خالد جان۔ آپ نے..." آپ نے تو اپنا تئیت کے رہنے ہی تو دے دیے ہیں۔" میں نے ذرا ہی جھجک کے بعد کہا تھا دیا۔

"الفت..." میری ہیٹھ کے نشتر نہ چلاؤ رشتہ میں نے نہیں بلکہ موڑی کا لے قتل کے تو ذرا سے یقین جان بولی، ہم دونوں میں بولی میں سے بولنے بھی نہیں ہیں انہیں اس طرح گھر میں آتا ہے، ہمارا یوں کی طرح لگتا ہے اور انہیں اس طرح چلا جاتا ہے۔

یہ تیار کی اس کی رنگ رنگ میں ساکنی ہے آگرمات لینے والی لڑکیوں نے اس کے دریا میں بس بھرا ہے۔ وہ رات بھر گھٹنے کے خود۔ ہمارے لاکھ سمجھا ہے دیکھی وہ دیکھنا کاشٹھ مائے پتھر نہیں ہوا کاشٹھ وہ ہمیں ایک بار دیکھ لینے کے بعد کوئی فیصلہ کرتا نہیں سمجھتا ہوتا ہے اور جانی جانی ہوتی ہے۔ بہت دردناک موضوع ہے۔ یہ کی اور بات کر..." خالد جان کے چہرے پر چٹکی کرب محسوس کر کے میں نے اصل پکڑا۔

"خالد جان کیا آپ مٹھی توڑنے کے خلاف نہیں..."

"تمہارے خالو باجی مٹھی توڑنے کے حق میں نہیں تھے نہ ہیں۔ کیا تم بدلیب ہیں کر اپنی چاندی الفت کو چھوڑ دو..."

میری ادب بھائی کی سر سے احمد وایک ایک ٹھہراؤ سا پیدا ہو گیا فرط سرت سے میری سامنے چہرے نکلیں۔

"تو کچھ برا پر مگر اس میں خالہ جان..." میں اپنی اندر دلی سرت کو دبا لے ہوئے ہوں۔ "میری بنائے دلا اللہ ہے۔ اللہ نے چاہا تو اس کے بندوں جیسے ہی رہیں گے۔" پر عزم لکھنے میں کہنے میں نے اپنے پر مگر اس میں خالہ کا گھر کا شروع کر دیا۔

"میری بھئی..." خالد جان مجھ سے پلٹ پڑیں۔ میری پیشانی چہرے نکلیں۔ "تم..." خالو کی پالو کی مشکل کو الفت، میری دعا میں... میرا خالو انہما ہے ساتھ رہے گا۔ اللہ کرے کہ اس کے بندوں جیسے ہی رہیں۔ یہ... یہ وہ باغز خاندانوں کا بندن ہے۔ اللہ شہید کا مگر وہاں کے..."

☆☆☆☆

بیشل اسٹیڈیم انسانوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا۔ حرمیں، مرد، بچے اور بڑے سچ شروع ہونے سے پہلے ہی اسٹیڈیم میں بیٹھ چکے تھے۔ اس باکس بیچ کی بڑی ہجوم تھی۔ پاکستانی کھلاڑی اور مغربی جرمنی قاضی کھیلنے والے تھے۔ اپنی قومی ٹیم میں اپنی بھینز کی یاد رکھ کر کھانا کھا رہے تھے والا تھا۔ یہی جگہ میں نے ہزاروں کھیلوں کے بعد رشتہ سے پہلی نشست حاصل کی تھی۔

باجی کے سچ شروع ہو گیا جین مجھے سچ سے کوئی دیکھی نہیں تھی میری نظریں تو دروازہ اور مردانہ حسن و جاسبت کے شاندار کھیل پر جم کر رہ گئی تھیں۔ کچھ عمار دیا تھا جانی نے قتل کو رضیہ کی مٹھی میں رکھی میری بنی نظریں اس کی تو بیاں ہی نہیں بھری تھی سچ میں تو ہم قومی ٹیم پا کھانے کو لے جیت گئی۔ پہلا گول قتل ہی کی ایک سے ہوا تھا۔ انڈیز نے گول کے بعد دروازہ کی مٹھی میں نے ایک اور سچ فیم ہونے سے پہلے تیرا گول میں ہی مٹھی سے ہوا۔ یہودی حیثیت پا گیا تھا میں بے جا کارگی اس کی لڑکیوں کے گول سے قتل کو کچھ لڑا تھا۔

کلیں دفنانے کے لئے کم سے کم پندرہ روز کے لئے مکان کو باکل خالی کرنا پڑا جائے۔ پھر سات روز تک ہر روز سات سات بار آواز میں بعد نماز عشاء بلند آواز سے دلی جاکھیں۔ پھر آواز میں، لوہیں اور دوسریں روز تینوں دن متواتر بلند آواز سے سورہ بقرہ (2) (زال کے علاوہ) سچ سے شام تک کسی وقت بھی ہر روز ایک بار پڑھی جائے۔ اس کے بعد گھر کے تین تین کھانوں میں تین کلیں کم سے کم آدھ گز زمین میں گڑھا کر کے دن کی جائیں۔ چوتھا کون سا لئے خالی چھوڑ دیں کہ جو باجی میں گھر ہو ان کو بھانجے اور دروازہ ہونے کا راستہ مل جائے۔ چوتھیں گھنٹے کے بعد چوتھی کھل گئی دن کی کر دی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ کمرہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کے خطرات جن دشمنیاں دھواور آجیب سے پاک ہو جائے گا۔ یہ مکان بناتے وقت اس مٹھی کو ہرگز نہ بھولیں۔

"افرو الفت..." میں صوفے سے ضرب لگنے کا۔ "میری خیریت کو رضیہ کی آواز نے توڑا۔" "فردار..." بھنا تھیں۔ "وہ ایک کاروبار میں قتل کی خوشی ہے..." میں پر عزم ہو کر اپنی اور بدلت تمام راستے کا گھر قتل کیلئے چھپنے میں کامیاب ہو گئی۔

"سے سسر..." قتل کو کھاب کر کے وقت مجھے اپنی تمام قوت گولیاں جیت کر پڑی تھی میری صوفے دل سے طوقان سا کارگیس لینے کا تھا کہ رضیہ میرے شانہ بٹانہ نہ ہوئی تو شاید میرا اصل پتہ ہوجاتا تھا چوک کر میری طرف متوجہ ہو گیا۔ کیا دے رہی ہیں یہ لڑکیاں آپ کو؟" میں نے بات پوری کر دی۔ میں نے محسوس کیا کہ میری سراپا کا اہتسا ساز ہوا لینے ہی قتل کی

آکھوں میں چکا چوندی پیدا ہوئی۔ اس کے کپوں پر  
 نظریہ ہی سرکراہت تھی اور وہ درگزر تو کیں نظر انداز  
 کر کے برے سامنے کیا۔  
 ”ختم نہ یہ مجھے کچھ دے نہیں دیں، بلکہ  
 آؤ گرفت لے لیں میرے۔۔۔“  
 ”اؤ تو گرفت۔۔۔ میں طرہ ہی بولی۔“ ایسا کیا تیر  
 مارا آپ نے۔ تین گول ہی تو کسے ہیں آپ نے۔  
 جبکہ آپ کا ایک تھپڑ کم سا بھی دو گول کر چکا  
 ہے۔  
 ”کیا دیکھ رہی ہو لڑکی۔ اگر میں۔۔۔ میرا تھیل  
 آپ کو پیر نہیں آتا تو کیا لینے آتی ہیں آپ میرے  
 پاس۔“ مٹھل اسی ساری توخیوں کے درمیان اپنی چمک  
 بچا رہا پاؤ گیا۔  
 ”مٹھلو آپ کے پیچھا چمکی کی بیڑ چھانے چاہتی تھی  
 دہی میری تھروں میں تھی یہ بیرو بے اپنا ڈال ڈال دینے  
 اور اس غریب کا دیکھنے بھی بیرو رو تو آپ تب کھلاتے  
 جب بائچوں گول آپ نے کئے ہوتے۔۔۔ کہنے کے بعد  
 میں مٹھلو کو دم بخود کر چکا وہ دوسرے دے چکے  
 کھاؤ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔  
 ”دوراً“ رضیہ بڑا اچھا دے ہوئے بولی۔  
 ”تیرے پاس۔۔۔ رات گھڑ بڑے پر تیرا دے گا تمہارا  
 ایک ایک تھپڑ اس کی بڑی ہوئی خود اعتمادی کا پری  
 ضرب لگا رہا گا۔“  
 ”دوسرے روز جیسے ہی میں مٹھل کے دفتر  
 میں پہنچ گئی۔ اور لی نے مجھے دو کئے کی ضرورت نہ تھی  
 تھی۔ میں نے جان بوجھ کر خود کار دورالے کو آواز  
 کے ساتھ گولا۔  
 ”تم۔۔۔ مجھے سامنے آیا مٹھل پہلا کار کھڑا کھڑا  
 ہوا میں نے غصوں کیا کہ مٹھل کی آکھوں میں میری نوری  
 چہرے پر تھا ڈاٹ ہے۔“ بلیا جلات کیسے آگئیں۔۔۔  
 ”ناض نہ ہوئے۔ بڑی مشکوں کے بعد آپ  
 کا یہ حلوم کیا ہے میں دراصل اس کے روپے پر  
 آپ سے معافی مانگنے آئی ہوں۔“ بائیر مٹھل صاحب

صاف کر دیجئے۔“ قدرتی طور پر میرے لہجے میں  
 مصدقہ سی گئی۔  
 ”جنت۔“ تعریف رکھئے۔“ مٹھل کا چہرہ چاندنی  
 کی طرح اصل گیا۔  
 ”علی صورت اور حسن و جمال آپ کا ایسا ہے  
 کہ آپ کو دل میں برسا لیا جائے لیکن بائیر اسکی مشلی  
 کہتی ہیں کہ دل کرتا ہے کہ آپ کی پشیا بیکڑ مڑوک  
 کے کسی کو نہیں دے میں ہوں میں مٹھل دوں۔“  
 ”او۔“ تو کیا میں نے آپ کی تلاش میں اپنا  
 وقت ہی ضائع کیا۔ لگتا ہے آپ نے مجھے صاف نہیں  
 کیا۔“ میں اٹھتے ہوئے بولی حقیقت یہ تھی کہ میں مٹھل کی  
 غفروں کی تاب برداشت نہ پا رہی تھی۔ میرا دل دھک  
 دھک کر رہا تھا۔ چندہ برس بعد مٹھل کو اپنے اتنے  
 قریب پا کر میں غریبی جاری تھی۔  
 ”مٹھل آپ میں نے آپ کو صاف کر دیا  
 ہے۔ کیا چھانڈ کر رہی ہیں آپ۔“  
 ”جو آپ چاہا چاہیں گے۔“ میں سرکراتے ہوئے  
 بیڑ گئی۔ دیکھتے ہی مٹھل میرا آنچل چلے تھا میرے سینے  
 پہنوں کی تعمیر تھا۔ اپنے اسی طرف اٹل پا کر میں کوئی  
 مورچہ کھڑا نہیں چاہتی تھی۔ میں مسلسل چائیس منٹ  
 تک مٹھل سے ساتھ رہی تھی اور ان ہمارے درمیان  
 کافی سے زیادہ بے غلطی ہوئی۔ میرا نام سن کر مٹھل نے  
 بھی تھا جن شاید بہت جلد اس نے اسے کسی غم نہ گے  
 وہاں سے جھٹک بھی دیا تھا اور جب میں رخصت ہونے  
 گئی تو اس نے دوسرے روز کی ملاقات پر بے حد اصرار  
 کیا اور میں نے حار کا نام کے پارک میں ملنے کا وعدہ  
 کر لیا۔ میں نے ابو اور امی کو خط لکھ دیا تھا کہ رضیہ کی  
 بھالی مجھے روک رہی ہیں اور شاید مجھے چند روز پرہ  
 رکنا پڑے گا اور ان چند دنوں میں ہماری خوشگوار  
 ملاقاتوں کا ایسا سلسلہ شروع ہو کہ مٹھل میری ایک لہری  
 چھائی بھی برداشت نہ پاتا۔  
 ☆☆☆  
 میرا استعداد مل ہو چکا تھا۔ دیکھتے ہی والدین سے

بھاؤ نے مجھے کہ روڑ کر دیکھتے تھے میری وجہ سے رضیہ  
 بھی کاٹج سے غیر حاضر ہو چکی تھی۔ لہذا میں نے فیصلہ  
 کر لیا کہ مٹھل سے کل میری آخری ملاقات ہوگی دو جو  
 پہنیں کی بجائی کو لڑا تھا جو کر توڑ چکا تھا کل سے بھائی کی  
 آگ میں لٹکا رہے گا۔ جب اسے احساس ہوگا کہ  
 ناندانی پر ہم پا کیا ہوئی ہے۔  
 آخری ملاقات میں مجھے رضیہ اور بھائی نے اس  
 قدر ہنسنا سنا دیا کہ مٹھل مجھے گھوم رہا دیکھ رہا تھا۔ میں  
 اسے اٹل خالوں کی مشوادی گئی۔ صرف اسی ہی کیا  
 منحصر تھا رضیہ ہل کے اوپر ان تیر مڑا دیا باک  
 میں بیٹے کو لپک بھی تھے مجلس جھپکے بغیر بھی کھینچتے  
 رہ گئے۔  
 ”مٹھل صاحب! آج میں بہت جلدی میں ہوں  
 چند روز سے آپ مجھے سوچا کہ کچھ کھانا چاہو۔“ آج تھے کہہ  
 دیں۔  
 مٹھل میرا استعداد سمجھ نہ پایا اور رضیہ کی ہچکچاہٹ  
 کے بعد اپنے جذبات کو کلی تکاب کی طرح میرے  
 سامنے ظاہر کر دیا۔ ”الفت“ اپنے تمام مشفقہ باروں کی  
 والے بیٹے اور کرنے کے بعد اس نے کہا۔ ”اس روز کی  
 ملاقات اور بھر کی کئی مٹھلوں کی بھائی نے مجھے اشتیاق  
 قلب میں چٹا کر دیا ہے۔“ تم صرف اپنا کر دو میں  
 جلد سے جلد تمہیں اپنی زندگی کا حصہ بنا سکتا ہوں  
 میں۔۔۔ تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں الفت۔“  
 میرا دل بیوں اچھلتے گا، میرے خون کا دورانیہ  
 تیر ہوئے گا، میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا  
 اور۔۔۔ ”مٹھل صاحب! مجھے غصوں ہے کہ میں آپ  
 سے شادی نہیں کر سکتی۔“ میرے والدین نے مجھیں عدا  
 میں میری مٹھلی کر دی تھی۔  
 میرے جواب نے مٹھل کے سہا بھار چہرے کو  
 خزاں رسیدہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور وہ  
 صراحتیں سمجھنے والے ہر ان کی طرح اپنے لگاؤ سے اس  
 کی یہ حالت دیکھی نہیں جاری تھی۔ میں اس سے اپنی  
 اور اپنے والدین کے دکھ داؤد کا اظہار تو نہیں کیا چاہ

رحی میں تو صرف چندہ برس پرانے دو بیٹوں، آس  
 کے بہن جن بڑے بچپنی کی جینیں مٹھل نے سر ہوا کے  
 حقیر جو کئے کی طرح غم کر رکھا تھا۔  
 ”مہم۔“ مٹھل نے مجھے اس طرح میں لڑش اور  
 وجود پر بھی حال سا طاری ہو گیا تھا۔ ”بہ۔“ بچپن تو  
 ہا۔۔۔ کی کا زمانہ ہوتا ہے۔“  
 ”ہو کر۔“ لیکن میرے ہاں باپ تو مجھ  
 نہیں تھے۔ ہاں۔ پر لیڈر اور شریف زادی کا ایمان ہوتا  
 چاہئے کہ والدین کے فیصلے پر سعادت مندی سے سر  
 جھکاؤ۔۔۔ ہاں کی کا زمانہ تو جوانی ہے مٹھل صاحب اور  
 آپ نے یہ مجاہدہ سناور پڑھا ہوگا کہ جوانی ان کی ہوئی  
 ہے، اندر سے فیصلے کر دیتی ہے۔“  
 ”اٹھارہ۔“ کو الفت۔ میں سر جاکوں کا  
 الفت۔ تمہاری بھائی مجھے مارا۔ لے لے۔ میری مٹھلی کی  
 بچپن میں میری خال کی بچی سے ہوئی ان لحاظ ہے کہ  
 اس کا نام بھی الفت ہے لیکن۔۔۔ وہ فیصلہ میرے  
 والدین کا تھا میں۔ میں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے  
 کے قابل تو اب ہوا ہوں۔ میں نے اپنی بچپن کی مٹھلی  
 توڑ دی۔  
 ”وہ“ مٹھل صاحب اور اس کا بھائی سے اپنے ظلم  
 کا اظہار کر رہے ہیں آپ۔۔۔ کبھی آپ نے سوچا کہ۔۔۔  
 آپ کے اٹارنے آپ کی بھینتر کے دل دو ہاں کے  
 کتے کھڑے کر دیئے ہوں گے، ہوئے۔۔۔ کبھی سوچا  
 آپ نے کہ اس کا مقدمہ لڑی کے والدین کے فرض  
 حیات پر بھی نہیں کر رہی ہوں گی۔ کاش مجھے آپ کے  
 تصور ہونے کا پہلے سے علم ہوتا۔ بہر حال آپ سے  
 میرے یہ آخری ملاقات ہے۔ کم از کم اپنے والدین کے  
 اصول توڑنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔“ عرض لہجے  
 میں کیجئے ہوئے اس لا پوراہی سے اٹھ کر بیرونی راستے  
 کی طرف بڑھتی چلی گئی۔  
 ☆☆☆  
 ”الفت۔“ میری بہن، میری بھئی چپ ہو جاؤ۔  
 کیسا رنگ لگایا ہے اپنی جوانی پر، خود راہل کر کیجئے  
 خوشی کہ بھائیاں 43 فروری 2018ء

## اجنبی مہربان

کیلیا عظم



اس نے تکی کرادی اور دروازے کے دونوں

پت کھول کر کیا کے سامنے آکر ابوا۔

**مصطفیٰ** نے اپنا سر جھکا اور خود کو ہوش کی دنیا میں رکھنے کی جگہ پر ہوش کی لیکن تمام تر کششوں کے باوجود فیئیک کی دہائی اسے اپنی شفقت بھری کوئیں لے چکی تھی اور قلم اس سے چھٹ کر تیر پر جا کر تھا جس پر تازہ سوسے کے کچھ پڑے تھے اور وہ کرسی سے علی سر لکائے خزانے لینے لگا تھا۔ فیئیک کو اس بات سے ہرگز غرض نہیں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں وہ آپ کی زندگی کے لئے کتنا ضروری ہے خیر تو ہمیشہ زوروں کی آتی ہے اور زور آور اپنا آپ ملنا آجاتا ہے اس نے بھی وہی کیا بابا گردو پڑیں ہے بھر تو کوسو چکا تھا۔

وہ ایک مصنف تھا۔ بہت کا مایاب، نہیں بس خوں کا کہانیاں [45] فروری 2018ء

میں اپنی صورت دیکھو۔ ہائے اللہ گلابی دھت کو مٹائی بنا دیا ہے تم نے دوڑے دوڑے اپنی آنکھیں مٹا دی ہیں تم نے..... کا مایاب ہونے کے باوجود بلک رہی ہو..... "مہائی" میں پٹ پڑی رضیہ کی مہائی سے..... "مٹتی میرا مٹتی ہے۔ وہ مجسم بھر جاتا پھر بیٹھا مجھے دہراں دہراں نظروں سے جاتے ہوئے دیکھا رہا۔ میرے روئے نے، میرے الفاظ نے اسے سرہ ہٹا کر دکھا دیا تھا۔ وہ..... دھرجائے گا مہائی....."

"میں اس کے دشمن۔ شانت ہو جاؤ میری بہن۔ تم نے کوئی جرم نہیں کیا۔ ایٹھ کا جواب پھر سے پتہ چل گیا ہوگا اسے کرل توڑ دینا کس قدر اذیت ناک عمل ہے۔ تم نے تو کوئی بدن جنس جڑے ہیں۔ اپنی اور اپنے والدین کی آس کے بدن جنس جڑنے کی کوشش کی ہے۔"

"البتہ۔ میری بہن....." مہائی جان میرا سر اپنی گود میں لیے ہوئے بولی۔ "چند گھنٹے۔ صرف چند گھنٹے انتظار کرو۔"

"جلی جاتا بیٹی۔" ایک نسوانی آواز سن کر ہم سب آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ۔ میری خالہ ماں ہی تھیں۔ "پچھلے چل کر مردے کی جان تو ڈال دو" خالہ جان کو یوں اچانک سامنے پا کر جہاں میرا چہرہ خوش آنکھ قصور سے دکھ اٹھا تھا وہیں خالہ جان کے چہرے پر کرب کے آجڑ محسوس کر کے میرا دل دھک سے ہو کر دکھ گیا۔

"خالہ جان" میں سسکی آواز میں چلائی ہوئی غمی اور خالہ سے چٹکی لگی۔

"بھئی رہو بیٹی۔ مٹیل کو ذرا دیکھنا چاہتی ہو تو چھوڑ دو اپنی خند اور چلو میرے ساتھ دو رہے ہوئی پڑا ہے۔ عالم بدوش میں اس کے لہو پر صرف تمہارا نام گلی رہا ہے۔ کیا سن رہا پاپے کے باوجود اپنے قدموں کے نشانات مانا چاہتی ہو۔"

"نہیں..... نہیں..... خالہ ماں ایسا نہ کہیے۔" "جاؤ، میری پیاری بہن جاؤ۔" مہائی صاحب کی



گزرے لگے اسے اچھا لگا مگر اس سے آتی ہوئی ڈالاریں  
بچوں کی پہلی خوش خوشبو میں اس کے دل میں  
ایک خرافے جا کی تھیں اس نے اسے داب لپا کر وہ  
ایسے حسین موسم کو اپنی آنسو بہا کر نہایت  
کرنا چاہا اور تھا بیک بلی ہری وہی وہ بخان ملائے سے  
گزر کر خاصے دریاں سے ملائے میں چلا آیا تھا۔  
آہستہ آہستہ آبادی کم ہو رہی تھی لیکن وہ ”ہے جذبہ  
جنوں تو مت نہا“ چلا جا رہا تھا۔ اچانک اس کی بایک  
کوا بیک بھٹکا اور دوڑ کر گئی۔

مصنف نے چونکہ کزنٹریں ادھر ادھر تھیں  
اجنبی کچھ کچھ دیوے در و درگ مکان نظر نہ آیا تھا مگر ماہر  
سوسلا ہو چکا تھا لیکن وہ اپنے خیالات کی روشنی میں چلا  
جا رہا تھا اب جب حقیقت کی آنکھ کھلی تو وہ بڑبڑا اٹھا  
آس پاس بندہ نہ بفر توڑی ہی بھی آبادی کھین دور دور  
تک نہ پہنچائی ہوئی سڑک اور وہ چاروں طرف اس کی بھی کوئی  
بایک جو حقیقت بہت زیادہ ٹھک چکی تھی اور اب آرام کی  
غرض سے رک گئی تھی۔ مصنف اس کی عادت سے

واقف تھا اور جانتا تھا کہ وہ تمنا کھینے تک وہ فرش ہو کر  
رات کے آٹھ تو پچھلے ہی ہو چکے تھے اس نے پریشانی  
سے آس پاس دیکھا اور یہ سمجھ کر دل کے ساتھ بایک  
سے انزرا کے اسے اپنی نوازتہ چاہنے والے کو گونے لگا جس  
کی بدولت وہ یہاں تک پہنچ چکا تھا اسے اپنی عقل ہی بھی  
خوشہ اور تھا کہ کسی نے بے وقت نہانا اور وہ من  
گیا۔ اپنا جانے کیا ہوا اس نے سوچتی ہوئی لگا دھڑ  
ادھر ڈال کر سرنگٹ لگا دی۔

چنبھے ہوئے اسے ابھی چند لمبے ہی گزرے تھے  
کر سامنے کی طرف سے کوئی چل ہوا نظر آیا۔ مصنف  
نے اپنی آنکھوں کو آنے والے پر لگا دیا۔ آنے والا  
وہی رڈار سے چل رہا تھا مگر اس کا سر ادا جان ہوا تھا  
عکس نہیں دے کر تھا اندھیرے سے اس کی شکل اس  
تک چھپا رہی تھی مصنف کے دل نے غیر ارادی طور پر  
تیزو سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ آنے والے کے  
قدموں کی چاپ ہرگز نہ ٹانگی نہ سدھتی تھی اسے لگتا کہ

تھا کہ وہ ہوا ہے چلن ہوا آ رہا ہے یا لٹا چل رہا ہے  
دھیرے دھیرے مصنف کے سامنے سے غصا پسند  
انگنا شروع کر دیا مالدار کا غصا تنگ بھی توڑی بہت شرع  
ہوا اب میں چل رہی تھی لیکن ابھی تک اندھیرا نہ والے والے  
پر اسرار وجود جو ملنے کے باوجود بھی تک یہاں نہ پہنچ سکا  
تھا بلکہ درخت دھنچنے پر مصنف کو وہ اپنی جگہ سے صرف  
ایک انچ ہٹا ہوا لگا تھا سیاہ اندھیرے میں وہ بغیر  
چاپ کے قدموں دکلائی ہوا یو کی طرح لگا رہا تھا۔  
آہستہ آہستہ اندھیرے نے مصنف کو ہاتھ ملاتی دی کہ  
وہ اس کے کپڑوں کا رنگ جاننے کو چونکہ اس کی  
آنکھیں اندھیرے سے ناؤں ہو چکی تھیں اور ہر طرف  
سے سیاہ نظر آ رہی تھی لیکن سامنے سے آنے والے  
کے کپڑوں کے رنگ میں ڈانڈا اندھیرے سے لڑنے  
کی حاضرت تھی اور مصنف کو کچھ یاد آ رہا تھا جیسے برائی  
کے آگے ننگی اور اندھیرے کے آگے روشنی ”ادو“ اس  
کے ذہن میں سمجھا کہ ابو لعلیا اس نے طویلہ رنگ کا سوٹ  
پہنا ہوا تھا۔

مصنف کے دیکھنے کڑے ہو گئے کہ آنے والا  
اس سے مکمل وں قدم دور در کیا تھا لیکن اس کے قدموں  
کی آواز بدستور عجب عجیب وہ کیوں اتنی احتیاط سے چل  
رہا ہے؟ اس کے سر سے خطر ہے یا وہ اپنی آواز سے کسی کو  
بے خبر رکھنا چاہتا ہے؟ مگر کون؟ یہاں تو کوئی نہیں ہے  
مصنف سہرے اور اس میں بھی یہاں بغیر کسی منصوبے کے  
آگیا ہوا۔ اگر اس نے دیکھ رہا ہوں تو بھلا وہ کسی  
مجھے دیکھ رہا ہوا اس نے دھڑکنے والے سے سوچا لیکن اس  
قدم مصنف نے لگا دیا اور دیکھا ”یہاں“ اسے بھٹکا  
لگا وہ ابھی کسی سے ہی غافل ہے تھا مگر کھل چل رہا تھا۔  
مصنف نے اپنی ریزہ کی ہڈی میں کھلیا ہٹ  
محسوس کی۔ خوف کی صورت میں ایک سر ادا اس کے جسم  
میں صراحت کر رہی تھی اس کی آنکھیں مٹوں سے باز کر گئیں  
وہ دباؤں دھڑکنے سے بے ہوش تھا کہ کوئی آواز اس  
سے نکل جائے۔ وہ کڑی بایک پر بیٹھا ہوا تھا لیکن اسے  
پتہ نہ تھا کہ کب وہ خطرناک کیفیت میں بایک سے

انزکرواد کے سامنے کڑا ہو چکا تھا یوں رستے میں  
کھڑا تھا کہ سڑک کے بائیں وسط میں تھا آواز اس  
سے نہ گرا بانی پر بالکل بغیر ممکن تھا۔

مصنف نے دل میں سوچا کہ اسے ایک طرف کو  
ہو جاتا ہے یا بایک کو ساتھ لے کر سچا اس سے آواز پیدا  
ہوئی اور وہ بھیجے جاں لے گا مصنف نے مکمل سوچا اور  
اس پر عمل کرنا وہ اس وقت اپنے بس کی بات محسوس نہ  
کر رہا تھا اس لیے اس نے خود ہی اپنی سوچ کی ترویج  
کر دی اور وہیں کھڑا رہا۔ ”یوں نہ میں اٹھ جا کر  
دیکھوں“ مصنف کے خوفزدہ دماغ میں ایک اور خیال  
نے غم کیا اس لیے لاکھ لاکھوں چاہا کہ بایک کی وجہ سڑکی  
آواز اسے سارے گریز پر مجبور کر دیا۔

خاموشی قدموں والا اس کی سر پر کڑا تھا۔  
مصنف نے اپنی حالت سمجھ کر ہل کر ہوئی کھینکی وہ اس  
سے یہاں تک کھڑے ہونے کا مقصد ہی چھو رہا تھا۔  
مصنف نے دل میں سوچا شاید یہ کوئی منتری ہے  
لیکن اس کی عقل نے دھڑکے سے اس کی نفی کر دی۔

”میں آپ سے مخاطب ہوں“ وہ بھر سے بولا۔  
مصنف نے خود پر قابو پایا۔ ”میں یہاں اجنبی  
ہوں۔ یہاں سے گزر رہا تھا کہ میری بایک خراب  
ہوئی۔“ وہ سراسر اے لہجہ میں بولا۔

”ہوں۔“ اس نے واسلے بے پناہ بھرا۔ ”تو کیا  
تم نے اسے کھینکے کوئی کوشش کی؟“  
”بہت کی۔“ مصنف نے جھوٹ بولا لیکن وہ  
اسے یہیں مٹانا چاہتا تھا کہ اس کی بایک لا ملاج ہو چکی  
ہے۔

”اچھا تو پھر تم ساری رات بچی کوڑے رو گے  
کیا؟“ بھر سے ساتھ چلا ہوئی تو اسے غافلے پر میرا گھر  
ہے“ اس نے آفری۔

مصنف نے ابھی کو بخود بیکھا اس کی اندھیرے  
سے ناؤں آ گئیں۔ وہ دیکھنے میں کامیاب ہو گئیں کہ وہ  
ایک مقبول شخص ہے اس کی کھربھ زیادہ دیکھنا اور اٹھنا  
سے اوپر کا ہرگز نہیں اس کی آواز بھی مصنف کو مناسب

## روحانی ترقی کے لئے

حالات جب پیچیدگی اختیار کر لیتے ہیں اور مسئلہ کسی  
طرح حل نہیں ہوتا تو انسان کے اوپر موجود طاقت اور  
ہوتے۔ اس محسوس ہے کہ اس کے اندر کچھ دھڑکتا اور  
توٹا ارادی مصلوب ہو جاتی ہے۔ جو درجہ کوشش کے وہ  
کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتا۔ کاروبار زندگی میں ناکام رہتا  
ہے۔ اس کا اثر روحانی اور جسمانی صحت پر بھی پڑتا  
ہے۔ یہ صورت حال خود اس کے لئے اور گھر کے  
دوسرے افراد کے لئے مطلب بن جاتی ہے۔ اس  
سے بھلا کر ماحول کرنے کے لئے چاہی کہ انگوٹھی پر  
16 خانے ہوا کر اس میں ٹوکا بند کر دیا جائے  
اور یا انگوٹھی پہننے سے پہلے اس پر 16 مرتبہ لا الہ  
الا انت سبحانک الہی کم انت الظلمین  
پڑھ کر دم کر لیں اور اسے سید سے ہاتھ کی چھوٹی انگلی  
کے برابر دلی انگلی میں بٹھایا جائے تو انشاء اللہ  
مسائل حل ہو جائیں گے۔

جو جیہک دھڑکے ہوئے پر ایسے کی جیسے عمارت کا دھند  
صدیوں بعد کھلے تو اس میں سے کیف بھاری ہوا ایک  
محبیب آواز کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔

مصنف نے چند لمبے ہی غور کیا تو خودی در پہلے وہ  
جس شخصیت سے اس کی طرح خوفزدہ تھا وہ  
شخصیت اسے خوشگوار سمجھتا تھا کہ اس کی بایک کم از کم  
کم تین چار گھنٹے چلنے والی تھیں۔ اب یہاں  
اندھیرے میں کڑے رہتا اس کے بس کی بات نہیں تھی  
اور جب ایک شخص اسے ساتھ چلنے کی آکر کر رہا تھا تو وہ  
کیونکر لگا کرتا۔

”آپ کی پریشانی بجا ہے جناب“ وہ مودب  
لہجے میں بولا۔ ”لیکن یقیناً میرے سارے گھر میں گوری  
ہوئی اسے آپ کی زندگی کی خوشخبر راتوں سے بہتر ہوئی  
اور آپ اسے بھی فراموش نہیں کر سکیں گے میں کوئی



راکھ لیا ہرگز نہیں آپ مجھ پر یقین کیجئے۔" وہ اتنے اہمیت سمجھنے کے لیے میں بولا تو مصنف بغیر کسی لفظ کے اس کے ساتھ چلے کر تیار ہو گیا۔ مصنف نے اپنی ہانک سنبھالنے کے ساتھ ساتھ ہلے گا۔

خراں خراں ہوا، کھینک کھینک کی جی میں ہر کمر کی اڑش اپنی آغوش میں ہوا کو لے ہوئے آہستہ آہستہ موم کو کھینک کھینک رہی تھی مصنف نے عجیب سی ترداذ کی کا احساس محسوس کیا اس نے واضح طور پر اپنے قدموں کی آواز محسوس کی اور اپنی ہانک کے چلنے کی جھنجھکی اس کی اب بھی سے قدموں تل ہوا تھا۔ مصنف نے اس کی طرف دیکھا وہ اٹھنا نہ چاہتا تھا اس کے کپڑوں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ لٹخا میں ضرور تھی مصنف نے اس ماحول میں عجیب سا محسوس کیا۔ "آپ کس پٹے سے شملک ہیں جناب؟" وہ بولا۔

مکرم کی مصنف ہراساں ہو کر کمر گیا اور چمک اٹھا۔ اس کے چمکنے کی آواز کے نفوذ کی بے پناہ جی ساواں کی آواز نے مصنف کو اپنے پر مجبور کر دیا وہ بھی بڑے خوفزدہ ہوا تھا وہ ایک ہی جی۔

"آپ ہنس رہے ہیں جناب؟" انہی نے جرت سے پوچھا۔ "حالا کتا میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ کالی کی راستہ کتا ہے تو جیسے کوئی ابھی بات نہیں ہوئی۔" مصنف نے اپنی کمر اٹھ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "مصنف نے یہ یقین ہے کہ وہ کالی کی ہی تھی؟ حالا کتا میرے گھر سے گھر اندھیرے میں کالی نہ دکھائی دیتے ہیں۔"

"میں جناب؟" وہ دوسرے کر بولا۔ "وہ کالی ملی تھی؟" انہی بھر ماریاں کی آواز اس کی آواز بھر سے سرد ہوئی۔

مصنف نے ایک دفعہ پھر اپنے اندر بے یقینی محسوس کی اس کی آواز..... "اس کی آواز مصنف کچھ سوچ نہ سکا اس نے اپنے ذہن پر کچھ بھی ہوئی محسوس کی کالی سیاہ رات وہاں سرک اور اک انہی کا ساتھ۔

مصنف نے اپنے انہوں سے گھسی ہوئی کی تحریروں یا دیکھیں اور خوف سے ہرجبجری نے کر دیا وہ اب بالکل خاموش تھا اور خاموشی میں کسی بڑے طوفان کا چٹخن خیرہ ہوتی ہے مصنف کو عجیب سی وحشت ہونے لگی تھی اس کے قدموں کی آواز مسلسل لٹخا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

مصنف کی ہانک بھی اپنی موجودگی کا بھر پور احساس دلانے کی اور انداز کی ہولناکی خاموشی مصنف کو رو دیا اس سے یہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کے کاسٹے برسوں سے انتظار تھا اور کیوں تھا؟ وہ خود ہی انداز سے گنگا بار اور خود ہی جھٹکا تار۔

"مجھے جناب میرا کمر آ گیا" آخر انہی کی آواز نے کھانکا کا سکوت ڈالا۔

مصنف نے چمک کر دیکھا سرک کے دائیں طرف ایک چمٹا سا مکان موجود تھا اور اس سے نفوذ سے قائلے پر بھی کچھ کمر تھے جن کی روشنائی گل ہوئی تھیں

مصنف اپنے خیالات سے چوٹا۔ "میں ایک مصنف ہوں کہنا کتا کہتا ہوں۔" مصنف نے یہ کہتے ہوئے ایک عجیب سا محسوس کیا اس کی آواز میں خود بخود ڈھانڈھانڈا۔

"کیا یاد رہی؟" انہی نے جرت وختی سے لی جلی کیفیت کی کہا۔ "کیا آپ واقعی مصنف ہیں جناب؟ ایک دفعہ پھر دیکھتے مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کیا آپ واقعی کہنا کتا کہتے ہیں؟ کو بیا آپ کے جن کان کھسے برسوں سے انتظار تھا جن کے لئے میں روز بہاں آتا تھا۔"

مصنف انہی کی بے قراری پر عجیب ہوا۔ "ہیں میں مصنف ہوں لیکن میں اس کی جرت والی کوئی بات ہے اور آپ برسوں سے کس کا انتظار کر رہے ہیں؟ مصنف نے کیا کی گئی سوال کئے۔

"ہیں۔" وہ چوٹا۔ مصنف کو کتا کہتا ہے اپنی بے قراری پر محسوس ہونے لگا ہے۔ "بات یہ ہے جناب" اس نے کہا چاہا۔

اچانک ایک درخت کے پیچھے سے کوئی جا رہا ہے والی چھوٹی سی جھونکی لٹک کر تیزی سے ان کے آگے سے

اور وہ اندھیرے میں عجیب سا جھلجھل کر رہے تھے البتہ ایک دو گھروں میں ہلکی ہلکی روشنی کی جھلکیاں تھیں۔ مصنف آس پاس کا حدود اور پیرہنے میں کسا مہا ہوا تھا۔ "آئیے جناب!" اس نے کہا اور گھر کی طرف بڑھا۔ مصنف بھی اس کے پیچھے سرک سے اتر کر چلا۔

گھر کا دروازہ کھلا تھا مصنف کو اس کی بے لگاری پر جرت ہوئی کچھ کمر کچھ ڈھانڈھانڈا کر کے کی تلاش میں نکل پڑا تھا اور اس کی مدد کا چٹخن خیرہ تھا۔ کمر کمر طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا مصنف نے دھشت محسوس کی۔ "کیا کمر میں روشنی کا انتظام نہیں؟" مصنف اپنے لچکے کی پینڈی کی چمکانا دیکھی۔

"ہاں روشنی۔" روشنی ہی روشنی ہے جناب آپ آگے ہیں تو ہر طرف روشنی ہے۔ وہ بتائیں مجھے میں بولا۔ مصنف نے کوئی شے سمجھنے کی آواز محسوس کی اس کا دل جھکا کتا کہتے کے قدموں کی جی آواز نہ آتی تھی کہ وہ اندازہ لگ سکا کہ وہ کس طرف کیا ہے لیکن اس نے اپنے کانوں اور آنکھوں کی مدد سے اندازہ قائم کیا کہ سامنے کوئی کمرہ ہے اور اس میں کس شے کے ٹھکانے کی آواز آ رہی ہے۔ آہستہ آہستہ وہ آواز جرت وختی سے مصنف نے اپنے ہاتھ پاؤں میں دھرتے ہوئے محسوس کئے موت اسے سر پر منزلت ہوئی تو نظر آئے گی انہی کو کوئی بھاری بھر کم چیز اٹھانے کا مصنف نے سوچا اور لاکر اس کے سر پر۔

"مجھے جناب تحریک رکھئے" انہی کی آواز نے مصنف کے خیالات کو کتا کا مصنف چوٹا کر کے پیچھے ہٹا کر دیا۔ روشنی کی جگہ میں جان آئی وہ کمر پر بڑے سا کیا دیکھتے بھی وہ بہت تھک گیا تھا کچھ کمر پر اور کچھ اس اٹھانے خوف سے جو کسٹل اس کے سر پر مسئلہ تھا اس کا خیال ہلکا کر دیا اس سے بوجھ کتا ہے پنے کے لئے جو کھٹکا اور وہاں کہاں کہہ نہ گا۔

"ہیں تو جناب آپ مصنف ہیں اس نے خود ہی بات شروع کر دی۔

"ہی ہاں"

"آپ کہنا کتا کہتے ہیں یقین چاہے مجھے یہ جان کر کہنا کتا خود بخود ہوئی؟" انہی نے کہا۔ "جانتے ہیں کیوں؟ وہ کچھ میں سسپنس پیدا کرتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟" مصنف گئے چنے الفاظ استعمال کر رہا تھا۔

"وہ اس لیے کہ مجھے اپنی کہانی لکھوانی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری کہانی ساری دنیا پڑھے سارے لوگ جان میں کتا کہتے کیسے....." وہ بھر سے رنگ گیا۔

مصنف نے بے یقینی محسوس کی۔ "آپ کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں میں کچھ آپ کس قسم کی کہنا کتا کہتے ہیں؟" وہ بتا دے ہوئے بولا۔

"جس طرح کی آپ کتا کہنا کتا گئے مصنف گفتگو سے بڑا۔

کہانی کا کتا کہ مصنف کے سارے حواس بیدار ہو گئے تھے کیونکہ واقعہ تھا اور اس کے ذہن میں ابھی تک کوئی نئی کہانی یا اس کا پلان ترتیب نہیں پایا تھا وہ اسے اپنی آغوش میں کتا کہتا کہتے پیچھے سے کتا کہتے رہی ہے وہ دیکھے بھی بہت شوق تھا کہ لوگ آ کر اسے اپنے حالات و خیالات بتائیں اور وہ انہیں کہانی کی صورت میں داخل رکھے اسے کتا کہتے ذہن پر زیادہ دور بھی نہ پڑا نہ وہ بہت کوش ہوا۔

"کیجئے نہ جناب کہ آپ اپنی کہانی کہنا لکھوانا چاہتے ہیں؟" مصنف نے فورا پوچھا۔

"ہیں۔" وہ چوٹا۔ "لیکن میں اپنی کہانی نہیں لکھتا میں تو اپنے ایک دوست کی کہانی سنا چاہتا ہوں وہ دوست میری جان تھا آپ یوں مجھے کہیں کہ اس میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں لکھو وہ دور میں ایک جان اندر دو قاب تھے۔" وہ ایک ایک لفظ پر درود پتے ہوئے جھونکی لچکے میں بولا۔

مصنف چوٹا ہے انہی کا لچکے ایک دفعہ پھر تھریں ہوتا محسوس ہوا۔ "خیر میری طرف سے اپنی کہانی سناؤ گی

اپنے دوست کی مجھے اس سے کیا مجھے تو کہانی سے غرض ہے "معنف نے لا پورا دیا ہے کہا" آپ اپنے دوست کے لئے "حق" کا لفظ استعمال کر رہے ہیں، کیا اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے؟" معنف نے نیچے میں معنوی اور دنیوی مجھے سے کہنے لگا۔

اُف وہ چونک اٹھا! جیسی سرتاپا سفید کپڑوں میں  
 لپٹیں تھیں اس کے کپڑوں کا کوئی سرا سمجھ نہ آتا تھا کم از کم  
 وہ کپڑے شلوار تو نہ تھے بلکہ اسے لگتا تھا جیسے مردے کو دو

تفصیل کرتا اور اس کے وارے نیا رے ہو جاتے۔ چلے  
ایک مخصوص تاریخ کو کاٹنا تھا جس کا اسے انتظار تھا ابھی  
وہ تاریخ نہیں آئی تھی کہ ان کے قریبی رشتے داروں

بیٹھا ہوا اجنبی شخص اس کے سامنے بجانے کس کی زندگی کے راز کھول رہا تھا۔ گھر میں تمنا کمرے تھے مصنف نے بار بار بار بار اس کے بارے میں سوچا تھا۔

## دولت



”اپنی بات کہیں دے دو بہت دولت لے گی“ اس مرد بڑی طبیعت  
ٹھیک تھی بات آئی گی ہوگی۔ آج بھر وہی خواب مجھے دکھائے

**ڈائننگ** ہال میں میز پر کھانا لگ چکا تھا اور وہاں موجود سب میز پر آفریدی کے سٹھرتے۔ شیراز آفریدی شہر کے رئیسوں میں سے ایک تھے۔ وہ چار بیہوش عرش، سرش، فریال اور نیلوفر کے اکلوتے اور سب سے پہلے بھائی تھے۔ شیراز آفریدی نے جیسے ہی اپنی تعلیم مکمل کی بیہوش نے اپنے اہل اہل لال لے اور خوبصورت ”دھواڑ“ کو دلن تاکر اپنے گھر لے آئیں۔ شیراز آفریدی بیہوش کا بڑا احترام کرتے تھے اس لیے وہ کام نہیں، بیہوش سے مشورہ ضرور کرتے تھے جب ان کے گفتگوئیات میں پہلا پھول نکلا۔ ان کی بیٹی جو چھ دن کی ہوئی تھی اس کی رسم ختمہ ادا کرنے سے انعام

خونک کہاں 55 فروری 2018ء

معدے سے اس کی ماں کو توڑ کر رکھ دیا وہ پاگل ہو گئی اور سارا دل گلیں میں پھینک چلائی راتی۔ ”میرے خاوند کو کیا ہوا تھا اس کا باپ جیسے سرگیا“ لیکن کسی کے پاس اس کے سوا دل کا جواب نہ تھا۔

مصنف نے مٹری پر نظر ڈالی منہ کے چار رخ چکے تھے اسکے جسم میں ساری رات بیٹھنے کی وجہ سے منہ کی کسی کیفیت تھی چاند بالکل آخری دھول پر تھا سترہ اپنی روٹی کھور ہے تھے کہ مصنف کا ایک دہلی نے چٹا کدیا چوہہ روڑا پانی زبان پر لے لیا۔

”اگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ خاوند کیسے مرا تو تم کیسے جانتے ہو۔“ اس نے پوچھنا شروع کیا مگر اس نے چھوڑ دیا لیکن مگر اگر خاوند کی طرح میری کہانی کا عکس اس کے سر پر ہے تو میں تھا۔

”ہاں کوئی بھی نہیں جانتا تھا لیکن خاوند تو جانتا تھا اس نے آخری دم تک بہت کوشش کی کہ اپنی ماں کو بتائے لیکن اس کی زبان نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ چل بھاس کی ماں کی باگی میں بن گیا وہ زیادہ دن تک زندہ نہ رہا، اگر تین ماہ بعد ہی مر گیا۔

مصنف کا نام جانتے ہو انسان کے دل میں جو خواہش بہت شدت سے پیدا ہوا وہ مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی۔“ ابھی نے کہا۔

”ہاں“ مصنف نے جواب دیا۔

”تو جان لو مصنف کو خاوند کے دل میں بھی مرنے دم تک خواہش زندہ رہی کہ وہ دنیا کو تاکے کہ وہ کیسے میرا اس کی موت کا ذمہ دار گن تھا اس کا باپ وہی باپ تھا جسے جان سے زیادہ جانتا تھا۔“

”یہ تو ٹھیک ہے“ مصنف نے کہا ”لیکن جیسے کہیے چہ چہ خاوند کے دل میں یہ خواہش موجود تھی؟“

ابھی بولا۔

”جیسے پتے مجھے سب پتے ہے“ اس کے

لفظ آ پ کی آدھا شکر گزار خاوند

مصنف کو ہنس پھڑکا ہوا ہنس ہوا ہے یقین تھا کہ اب وہ یہاں ایک گویا رکھا تو اسے خود کو سنہلانا مشکل ہو جائے گا اس نے وہ مٹھوڑی پر بعد ہاٹک سنہلے اور وہاں رہا راستوں پر گامزن تھا جہاں سے وہ آیا تھا۔ اس کا ذہن گزرتے ہوئے واقعات پر غور کر کے خوف سے دل پر تھا اور جس ایک نئی کہانی لے جانے پر ابھی یہاں کی شکر گزار تھی۔



لوں پر ہمارا سرگراں تھا لیکن اسے جو جانتے کیوں مصنف کو اندر تک ہو گئی۔ کیونکہ میں ہی خاوند ہوں۔“ ابھی نے کہا۔





ہمہما کرتے ہیں وہ زمین پر بریلی ہو جائی ہے پر اور دالیں یہ بولی آگ آتی ہے۔  
 ”تم میں کیوں بھڑکے ہو؟“  
 سوال کیا ”سانپ اگر سینیں ہوگا تو میں کی لے پر باہر نکلے گا بھر میں اسے چکڑے لے جائیں گے“ جو بکری صاف بتایا۔

”اے انا اور علی میں اب مجھ سے مرید کوڑا نہیں ہوا جا رہا ہے“ گھٹن سے کہا۔ آواز پر جو بکری غصہ اٹھا کر گھٹن کی طرف دیکھا اور ”جیت سے چنگ کیا“ درویش رو بہو لیں۔ ”یہ بکری بہت بات ہے“ اور گھٹن کو تھام کر اصرار جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ ”رنگ جا مانی“ جو بکری نے آواز دیا تو درویش کو کہہ کر گھٹن کے اصرار میں سے روک کر کہا ”کیا کہتا جا رہے ہو؟“

”اسی بکری کی پیادری بھی کسی کی کہ بھینٹ دے گی“ درویش کو سنجیدہ ہو کر بکری کے قریب آگئیں۔ ”کیوں بھینٹیں آگئیں“ جو بکری بولا ”اے بھینٹ دیکھ لیں اس کی پیادری کی وجہ سے اس کے ماتھے پر دلوں کی لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کر رہا ہوا۔ ”انہیں بھڑکادے تو یہ میری ہی تندرست ہو جائے گی۔“

درویش نے دھڑک دیا اور جانے کا اشارہ کیا اور پھر جو بکری کی طرف توجہ ہو گئیں لیکن اس نے انہیں بہت کچھ بتایا اور اس کی بات میں بھی تازہ جوش نہیں ملا رہی تھی۔ ”کون کرو گھٹن کی پیادری کے پیچھے اس کی کوئی چیز ہے؟“ ”کون کر سکتا ہے ہمارے کالی کاغذ؟“ ”انہوں نے پتہ چھا۔“ ”مائی تیری بچی کا کاغذ میں کروں گا۔ اسی جیسے جانا ہے تو جہاز اٹھا کر، یہ میرا ڈس کا“ اور وہ جو بکری چلا گیا۔

درویش کو پورا یقین تھا کہ جو بکری نے جو بھی کہا ہے سچ ہے انہوں نے شیراز آفریدی کی کوئی ساری بات بتادی پہلے تو وہ ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے مگر جب درویش نے اپنا خواب، بھٹی کی رات کا گھٹن کا خواب اور خوب تو یہ سب کچھ کہ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اب بھی تو انہوں کی گھٹن کی پیادری اس کے

سہراں دالوں سے چھپا کر بھی نہیں آخرب تک آگے نہیں بڑھتا چلنا بھڑکنا چاہتے رہتے پر کیا اور پڑنا اور بھرنا ہرے پھر ڈاکڑا ڈانے کے لیکن پیچھے مڑنا تھا یہ سب سوچ کر انہوں نے اس علاج پر رضامندی ظاہر کر دی۔

گھٹن کی طبیعت بھال ہوئے کے بھالے اور خراب ہوئی جا رہی تھی کئی روز گزر گئے لیکن ابھی تک اس جو بکری کی دالہ کی کوئی خبر نہیں درویش کو جو بکری کی آہ کا کدھت سے نقل تھا اور وہ اس سوچوں میں اٹھیں کہ اچانک بھٹی کی آواز نے ان کی سوچوں کو منتشر کر دیا وہ تیزی سے باہر کی جانب نکلیں اور جو بکری کے سامنے کھڑی ہے وہی سے بولی۔ ”جلدی سے تازہ میری بچی کا کاغذ کب کرو گے؟“

جو بکری نے جواب دیا۔ ”جان کو جو قسم میں ڈال کر یہ کام کیا ہے یہ بچی بہت بڑی مصیبت میں ہے اس لئے اس پر تڑس آگیا ہے“ ”دیکھ“ جو بکری نے اپنی پٹی سے ایک گول ڈال دیا۔ ”یہ کام بڑے دھیان سے کرونا ہو نہیں تو بڑی مشکل ہو سکتی ہے“ درویش نے بتائی عرصہ پر بھی ”تم تازہ تو کسی نہیں کرنا کیا ہے؟“

جو بکری نے دیکھا۔ اس میں ایک طرح کا سلفوف تھا۔ ایسے کالی قہیچے چند روزات ہوں۔ ہلاؤ تو کتنا پیچھے رہیں گے۔ ”اگر یہ لہو زخمی ہو کر چلے جائے تو اسے اس کی امانت بھی نکالی اور بولا۔ ”مائی! میری رات دھیان سے سن، رات میں جب یہ بچی سو جائے تو اسی سلائی سے یہ سلفوف اس کی پیشانی پر بٹنے اس سانپوں پر ڈال دینا۔ اس کے بعد ڈھکھول کر اس کے سر ہانے کے قریب رکھ دینا۔ سلفوف لگا کر سلائی بھی ڈال دینا۔“ ”یاد رکھنا! بیکر کھانا، یہ سانپ زندہ ہو جائیں گے اور زندہ ہو کر صرف اسی سلفوف کی بو چھانیں گے اور بکری کے ماتھے سے اتر کر یہ اسی بو کی وجہ سے ذہن میں چلے جائیں گے۔ بہت دھیان کی بات ہے ورنہ بھٹی کے مشکل ہو سکتی ہے۔“ جو بکری نے تاکید کر دی۔ درویش رو بہو لیں۔ ”مہم سمجھ گئے، مہم دھیان رکھیں

گے تم نے ہماری مدد کی ہے تم تازہ ہم تمہاری خدمت کر رہے“ ”جو بکری بولا۔ ”مائی! خبر ہے تو اس بکری کی فکر کر رہے ہو بڑی مصیبت میں ہے، چلنا جا اور اپنے کچھ ماتھے کی پیشانی پر چلا گیا۔

آدھی رات کے وقت جب دھڑک سونگ تھی۔ درویش نے وہی کیا جو انہیں جو بکری نے بتایا تھا۔ ڈھکھول کر انہوں نے اس کے سر ہانے کی سائینڈ خیل پر رکھ دیا اور لٹاتے ہوئے نہ کہہ کر سے پہلے گھٹن کی رات کے بعد گھٹن کی آگھٹن کی آگھٹن کی آگھٹن کی آگھٹن کے ساتھ یہ بوجھ اور ہاتھ پیرا دیا۔ یہ شاید بھٹی کی وجہ سے اس کے جسم میں اندھیرا گھڑ رہی تھی جب سے اسے بھت کی نہیں ہو رہی تھی اس کو معلوم تھا کہ سائینڈ کی خیل پر پانی کا گھاس موجود ہو گا اس لئے اندھیرے ہی میں ہاتھ بڑھا کر گھاس ڈھونڈنے کی کوشش کی اور اس کا ہاتھ گھاس سے لگا یا اور پانی بھر گا اس دھڑک گیا اور جو ڈھیر درویش کو رکھ کر کھینچا وہ بھی بچ کر گیا اور اس میں موجود ذرات پانی میں بہہ گئے دھڑک پائی سے دوبارہ لیٹ کر کیونکہ پانی کا گھاس قواہٹ کیا تھا۔

درویش کو اگلی گھٹن کا سوچ کر غینہ نہیں آ رہی تھی رات انہیں بہت ہی لگ رہی تھی اور وقت قحط کا گھٹن نہیں کٹ رہا تھا جو ہوتے ہی وہ دھڑک کے کر کے کی طرف بھاگتیں اور وہیں پہنچ کر ان کی لٹک لٹک بچیوں کے دھڑک کا کرہ کوڑے لگے۔ درویش کی پیچیں دھڑا دینے والی تھیں۔ اس لئے شیراز آفریدی کی دھڑک کر سے میں کھنچ گئے اور کر سے کھنچ کر انہوں نے قیامت سے پہلے قیامت دھڑک کر لی۔

دھڑک کی رگت باگل نکلا پڑ بھٹی کی۔ اس کے منہ سے جھانک رہا ہے۔ اس کے ماتھے پر بڑے سانپ اب ماتھے سے غائب ہے۔ ”جو بکری نے کہا تھا سانپ زندہ ہو کر ذہن میں چلے جائیں گے“ لیکن ڈھکھول کر گیا تھا اور سلفوف پانی میں بہہ کر خنک ہو گیا تھا صرف دھڑک کے ماتھے پر اس سلفوف کے ذرات گھٹے گئے اس لئے ان سانپوں نے زندہ ہو کر گھٹن کو ہی ڈس لیا تھا۔ اب

ایسا کچھ ہو چکا تھا جو سننے اور جان کرنے سے باہر تھا۔ درویش کو اندر شیراز آفریدی کی دنیا اور پھر بھٹی کی اور گھٹن ان دونوں کو دھڑکے کے لئے چھوڑ کر چل گئی۔ درویش کو کئی چیز سے دھڑک رہی اور ان کی دنیا سمٹ کر ان کے اس کر کے تک محدود ہو گئی جہاں دھڑک نے اسے آخری سے گزرا ہے۔ وہ دوبارہ وہاں کو بکری کی پیچیں ڈاکڑے کے کھڑا کر ان کا مائل باہر ہوا تو یہ صدمہ سے بھٹی ہو جائی تھی۔

شیراز آفریدی نے سوچا کہ وہ اس کر کے کو بالکل تھیل کر داسی۔ سب سے پہلے کر کے کی دیواریں توڑ دیں گئیں اور وہاں ہونے سے کرہ پال سے چلتا ہوا روٹوٹ چٹکی کی آواز کر کے کھدائی ہوئی فرش تقریباً شام تک پورا کھد چکا ایک کونہ پانی رہ گیا تھا ابھی وہ تو ڈھابا کھد چکا کہ زمین میں اچانک زوردار آواز پھٹا ہوئی اور کھدائی کی ٹوک سی خنک چڑے سے نکلی۔ اس دوبارہ چٹ مانے پر پھر اس کی آواز پھٹا ہوئی۔ اس بات کی اطلاع شیراز آفریدی کی گودی کی تودہ وہاں گئے۔ ”آرام سے پورا کھڑا تو توڑ اور دیکھو کالی مسئلہ ہے؟“ ”انہوں نے قیامت دی اور پھر سب دیکھتے دالوں کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے زمین سے برآمد ہونے والی سے ایک دیگ کچی دھڑک کھولنے پر وہاں موجود لوگوں نے دیکھا کہ دیگ کے اندر سونے، سیرے، جواہرات موجود تھے۔ درویش بھی وہاں آگئیں ان کی کھنچ پیچھے ہی اس طرف کی انہوں نے دیگ کا کھنک دیکھا اس پر بالکل وہی سانپ لکیریں بنی ہوئی گھٹن کی گھٹن کی پیشانی پر پھسلاں کا دامنا حکم کیا اور ان کے کالوں میں سر سرانٹ کے ساتھ ایک آواز کی سنائی دی۔

”دھڑک میں ہی قیامت مسمیٰ ہو“  
 درویش کو خوفناک خواب حقیقت کا روپ بن کر ان کے سامنے تھا اس سے زیادہ ان میں تاب نہ آئی اور وہ چکر کھڑے ہو کر پڑیں اور وہیں سے بگا نہ ہو گئے۔





# جل پری

سائل دعا بخاری

دوسری قسط

اس کے لبوں پر مسلسل متر جاری تھا۔ لاش میں سوہوم ہی جنم ہوئی۔  
اس کے ستر پر مٹنے میں مزید تیزی آ گئی۔ ہوا تیزی سے پکڑنے لگی۔

**شام** نے اپنے پر سیٹ لئے تھے اور رات اپنا اندھا چہرہ لئے لٹک آئی تھی۔ اندھیرا اپنا عتاب کی مانند نغما میں چکراتا پھرتا تھا۔ سیاہ آسمان پہ ستاروں کی جھلکاہٹ تھی۔ جنگل کے قد آدم تن آدور درختوں کے قدموں میں خاموشی کھڑا سواحت تھی۔ قدموں کی چاپ پہ اس نے ناگوار سی آہیں کھول کر دیکھا۔ وہ ایک نسوانی وجود تھا۔ اس کے دائیں کندھے پہ انسانی لاش جمول رہی تھی۔ اس نے خشک گھاس کے اوپر لاش کو لٹا دیا۔ پھر گلڑیاں اٹھ کر کے لاش کے پاس بیٹھیں۔ ایک گول دائرہ کھینچا اور ایک چمکتی ہانی سیٹ لاش کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے گھور کر گلڑیوں کو دیکھا۔ ایک شعلہ سا لپکا اور گلڑیاں جل اٹھیں۔ تاریک لاش میں لڑکی کا سیاہ سوٹ، لاش اور لاش کے گلے پہ بندھی ہوئی پٹی مٹا گئی۔ وہ زرب بڑ بڑا رہی تھی۔ آگ کی لپکیں نغما میں تھیلی ہوئی جاری تھیں۔ کافی دیر بعد روزانہ کی طرح خاموشی و شہرہ کے اس محل سے آگ کا رو بہ پاؤں پھٹی اور نکلیں پٹی گئی۔

کچھ دیر بعد لڑکی نے اپنا دایاں ہاتھ خون کی ہانی میں ڈبوایا اور آگ میں جھک دیا۔ آگ مزید بھڑک اٹھی۔ دو گاہے یہ گل دہرائے گی۔ اس کے خون میں لبریز ہاتھ جھٹکتے سے آگ کا لٹاؤ مزید روشن ہو جاتا تھا۔ خون کی ہانی خالی ہونے تک اس کا چاب بھی مکمل ہو چکا تھا۔ اس نے ہانی کے پینے سے میں خفا جانے والا

خون اور انگاروں کی رکھ لاش کی گردن پر ڈال دی۔ پٹی وہ پہلے ہی کھول چکی تھی۔ اس نے لاش کے گرد چند پکڑ لگائے اور دھیرے سے اس کے قدموں میں جھک گئی۔ اس کے لبوں پر مسلسل متر جاری تھا۔ لاش میں سوہوم ہی جنم ہوئی۔ اس کے ستر پر مٹنے میں مزید تیزی آ گئی۔ ہوا تیزی سے پکڑنے لگی۔ طوفانی انداز میں درختوں کو جڑوں سے اکھڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ اور دھیرے دھیرے درخت ہوا کے آگے بے بس تھے۔ ہوا کی ٹپیاں بھاتی۔ "ٹپا ٹپا ٹپا" میں چپے بڑا ہوں بدر و میں کی رینگن کر رہی تھیں۔ ماتم کر رہی تھیں۔ نوحہ کناں تھیں۔ لڑکی لاش کے قدموں میں کھنکوں کے مل بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ چپے کے انداز میں جڑوں سے اکھڑنے لگی۔ آہیں بندھ گئیں اور ہونٹوں کی باڑھ سے متر اڑا کر خشک چوں کی طرح میں مکمل ہوتا ہوا چلا گیا۔ ہوا اس کی پشت پر گھرے ہاتھوں کو بھی جڑ سے اکھڑا چا رہی تھی۔

لاش ایک دم اٹھ بیٹھی۔ درختوں سے بے چینی سے سرٹتی ہو اٹھ کر گر گئی۔  
"در شام آقا کی ہے ہو۔" اس نے ہاتھ جڑ سے پکڑ لیا۔

"در شام کتنی سے بہت خوش ہے۔ کتنی نے اسے نایاب جان مان لیا ہے۔ آگ کہا جاتی ہے؟ حالانکہ مجھے ابھی سب کچھ ستر سے شروع کرنا ہو گا مگر







خوشبودار ہونے کے لئے ہر گز بے محتاطی خاموشی کے دوسروں پر ہندوں کی گاہے گاہے ابھرنے والی آوازوں اور اڑنے والی دھنیں۔ بیل خاموشی تھی۔ بہار آخری سالوں پر تھی اور خواہ انسان آزاد وجود لئے دوسرے دوسرے درختوں کی رگوں اپنے لئے کھینچنے لگے۔ گھڑی۔ خود گرد گھاس پر زرد اور نکل چوں کا ڈھیر تھا۔ جو ہر سو بکھرا تھا۔ روان اس کے پاس آ کر دھب سے

گھاس بیٹھا۔  
 ”مجھے کیا ہوتا ہے؟“ اس نے سر جھکا تھا۔  
 ”اس قدر کوئے کوئے اور آدم ہزار کیوں ہو گئے  
 ہو؟“ رومان نے اسے گھورا۔ ”کچھ نہیں یاد؟“ وہ  
 پچھلے سے اہواز میں مسکرا دیا۔ ”جانی؟“  
 رومان کا  
 اہواز نہیں تھا۔

”مجھ سے بھی چھوڑ گئے؟ کیوں خود سے لڑ رہے تھے؟ آخر کون سی جنگ چھڑی ہے تمہارے اندر؟“  
 ”کہنا کچھ نہیں ہوا مجھے۔“ وہ ایک دم گلی لکڑی کی طرح چٹکا تھا۔  
 ”ٹائی؟“

”کیسا، کیا جاننا ہے؟“  
 ”جی...“ رومان نے اس کی سیاہ مگور آنکھوں  
 میں جھک کر جی جی اور وہ ایک دم پشیمود سا ہو گیا۔ اس  
 نے تھکے تھکے سے انداز میں سفیدے کے سنے سے ٹک  
 لکلی اور گپا ہوا۔

”یارا میں..... میں اس کے بغیر دو ٹھیکس پا رہا۔“  
 میں نے بہت کوشش کی ہے، بہہ بہہ اور خود سے.....  
 مگر..... میں خود کو اس سے محبت کرنے سے روک نہیں  
 پا رہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے لئے تمہیں کسی اور  
 کے لئے نبی ہے اس کے وجود، اس کے دل اور اس کے  
 دوسرے ہر ایک اعضاء کا۔ یہ مگر..... مگر..... کیوں؟  
 اس نے ہنسی سے کہا: ”میں داکٹر کی طرح کھڑے بیٹھے  
 مارا تھا۔“ ”سویت ایسی ہی جابیل اور منہ زور ہوتی ہے۔ بتا  
 دیکھ دینے زبردستی اندر سے آتی ہے اور پھر بیٹھ

لئے دل میں ڈیرہ جماتی ہے۔ یہ بھی نہیں دیکھی کہ جس کی پریش کر رہی ہے وہ کسی اور کے لئے ہے کسی اور کا ہے..... یہ تو سن خود کو دیکھتی ہے۔ اپنی طلب، اپنی جاہ کے علاوہ اسے کچھ اور نہیں اور محبت کی جاہ کیا ہے؟ ”وہ“ خوش رہے۔ باقی پوری دنیا حتیٰ کہ انسان کا اپنا وجود بھی جانے بھڑا میں محبت کی دنیا بن گیا۔ اسی لمحے سے شروع ہو کر اس پر غور ہوتی ہے۔

”میرا ان اٹم ایک محبت کے پیچھے ہائی سب کی  
محبتیں فراموش کیوں کر رہے ہو؟ آئی اکل، روسیہ  
اور.....“

”اور تم“  
 شرمناسکرا گیا تھا۔ گردہ خالص مسکراہٹ نہیں  
 تھی۔ وہ دردی کی انتہاؤں کو چھوٹی مسکراہٹ تھی۔ ”یہ  
 نہیں کیوں آج کل کی چھوٹی چھوٹی مسکراہٹیں گیارہویں صدی  
 میں اس دور کے کام کرنے والے ہیں، جنہیں سادہ سادہ  
 ہماری جھڑپوں کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے لئے  
 ہمارے جھڑپات.....“ اس نے سفیدے کے ایک ذرہ چڑچڑ  
 اٹھایا۔ ”اس چوں کی طرح یہ رقت ہوتے ہیں۔“

خُصّی اس لڑکی کے لئے ان روزِ جنوں کی طرح.....  
 کسی بھی عمر کے لڑکا یا شکل نہیں..... جیسے یہ روختِ ان  
 چوں کو دامنِ ہماؤں کے گرد لپکتے ہیں..... وہ ایستے سے  
 بول رہا ہوں دامن کو بے اختیار دکھ ہوا..... "تم ایسے کیوں  
 بول رہے ہو؟"  
 "کیونکہ اس کے نزدیک میرے جذبات، میری  
 محبت اس خُصّی سے دیر ہو چکے ہیں۔ جسے وہ کسی بھی  
 لمحے اٹھا سکتا ہے۔ بھلاؤ کسی سے۔"

[illegible]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

”خیران! وہ بیدار لینا اھیں انبیاء کا مطالعہ کرنا تھا۔ جب ایک دم شاہ شب نمودار ہوئی تھی۔ ”تم... مجھو۔۔۔ مجھو۔۔۔ مجھو سیرھا، بیٹا! اور اسرا کا پاؤں سیٹ لے۔“ یہ کیا بڑھ رہا ہے؟

”انبیاء کا حکیم السلام کے واقعات ہیں۔“ خیران نے کتاب کھلیٹیں کھلی رکھا۔ ”تم بتاؤ کیا رہا؟“

شاہ شب نے رات کو ایک محل کیا تھا۔ جس میں اسے شاہ ربیع کے بارے میں پتہ چلتا تھا۔ ”وہ واقعی زعمہ ہے۔ گرجہ بیت الیت میں ہے۔ وہ اس درخت سے جب تک نہیں ملے گا، جب تک کہ ایک درخت کو کاٹ نہ دے اور۔۔۔ میں چاہتی ہوں۔ وہاں کا کڑوا درخت جلد مل جائے۔“ وہ طبعیہ ہارک روپنے اچھہ پہ لیٹیں منظر میں تھی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جانبازان کا اعزاز پرستہ کردہ درخت کہاں ہے؟  
 شہر ان کا اعزاز پرستہ تھا۔ "نہیں۔ وہ درخت  
 دھڑکنے والے گا۔ گوکریہ سے پاس جسائی حالت ہے  
 اور میں کچھ دیر میں جہاں جاؤں جاسکتی ہوں۔  
 میرے پاس پراسرار علوم کی ہیں۔ مگر یہ محدود ہیں۔ وہ  
 دینیں انھیں انھیں سے پیشانی مسئلہ رہی ہیں۔  
 "کب جاؤ گی؟" وہ اٹھ کر اس کے متعلق  
 جانباز۔

”آج ہی۔“  
”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔“ وہ فیصلہ کن  
لہجے میں اسے حیران کر گیا۔  
”تم؟“

”کیوں، میرے سر پہ سنگ ہیں جو میں  
تھما رہا ہوں، ساتھ نہیں جا سکتا؟“ وہ چکر بولا۔  
”نہیں مگر تیری نہیں، میں ایسا نہیں کر سکتی۔“ وہ  
خفگی سے گویا ہوئی۔ ”مگر تیرا ان کے چہرے پہ سایہ سا  
لہرا گیا۔ جب وہ بولا تو اس کا لہجہ دم خفا۔ ”مگر تیری  
مشابہت۔۔۔“ ”اُلو، کیا اتنا حق بھی نہیں دوں گی؟“ سیاہ  
آنکھیں ٹھٹھو کہنا لگیں۔

”لوگے..... تم بھی چلو۔“ وہ اسے ہانپے سے دیکھ رہی تھی۔

”ابھی نہیں! میں اس روزیہ کو روانہ کے سبک رخصت کروں۔ چند دن کا انتظار کروں گی تا جاپیئر.....“ لپٹاتے ہوئے وہ اسے عرق عمامت میں مشغول دیکھ کر کہتی: ”کروں گی! اب تم بھی ناغایا ہو کر رہو۔ تم یہاں سے لپٹاؤں گی! تم کی شادی کی حد کے لئے۔“ وہ ہلکے ہلکے لہجے میں بولتی وہاں سے غائب ہو گئی۔

☆☆☆☆☆

رومان کی شادی کی ڈیل سے کچھ بھیجی گئی اور اس  
خوشی میں جاؤں مگر میں صفائی کا ہنگامہ ہی۔۔۔“  
تکبوس ہوئے۔“

فرمان نے رومان کے کندھے پر دوپ ماری۔  
”اے سدا کہیں تو کورن کا ہاتھ خاصا بھاری تھا۔“  
”سب سے“  
”وہاں کو تم نے اپنی شادی کی خوشی میں صفائی کھلائی  
ہے۔ لیکن مجھے نہیں۔“

”اسے سالے! سب سے زیادہ تو تمہارے گھر  
پر ملائی ہے۔“

خونناک کہانیاں [71] فروری 2018ء











پانچ منٹ بعد ناشے کی پھل پڑے۔ نوب، سلمیں اور دوران پہلے سے ٹھیک تھے۔ جبکہ دوسری سولہ بھائی کے ساتھ کھان میں موجود تھے۔ ”تم ہی رہے سولہ؟ مجھے نہیں چاہتا ہے۔“ دوران نے اخبار سے نظریں ہٹا کر پوچھا۔ ”ہیں“..... سولہ نے ہاتھ لے کر رکھے اور خوشی بیٹھ گئی۔ ”دوسرے آلیٹ لے آئی تھی۔“ مجھے تو انہوں نے دوسرے آلیٹ لے کر پانی کی نوب کو پکڑا کر دیا۔ ”مجھے تو درخشاں سے بیٹھ کے کھانا اچھا لگتا ہے۔ کبھی اس طرح بیٹھ کر کھایا ہے۔ اب تم لوگوں نے یہ اچھا شہری رواج نکالا ہے۔“ وہ ہاتھ پیرے پیرے اپنا رکھ کر کہہ رہے تھے۔

”ٹھیک ہے اسی کل سے ہم یہ ٹھیک بھادریں کئے۔“ دوسرے وہی کی پانی کی جانب بڑھائی۔ اسی بل دورانہ زور زور سے دھڑھڑایا جانے لگا۔ دستک میں ایک مضطرب لڑکائی تھا۔ ”میں دیکھتا ہوں۔“ دوران اٹھا۔ گھبراہٹا ہوا چہرہ دکھا کر تھا۔ ”فرمان بھائی غائب ہیں۔ ان کے کمرے کا دروازہ دھندلے بند تھا۔ کوئی جواب نہ ملے۔ پھر کوئی ڈر دیکھا تو وہ اندر نہیں گئے۔“ دوران شیر کو لپکا۔ ”یہ تاجا بھگ کر گھر کے گھر کی جانب لپکا۔ جبکہ کچھ اندر لے کر جاتا ہے۔ وہ گھبراہٹ سے کہتا ہے۔ سولہ نے کہا۔ اس کی بات نہ کر سکتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد سولہ نے ہوش کو کوئی روپیہ کو قہا تھا۔

☆☆☆☆

دوران کے ہاتھوں میں کاغذ لڑ رہا تھا۔ ”دوران! یہ کیا ہے؟“ عثمان اندر آئے۔ دوران نے خاموشی سے کاغذ ان کی جانب بڑھا دیا۔ وہ اس وقت ہولے ہولے سکت خوش میں بیٹھا تھا۔ عثمان کی نظریں کاغذ پہ لکھے لفظوں پر پڑ گئیں۔

”ایسا جان! آپ سے اور اسی سے میرا رشتہ ایک بیٹے سے زیادہ ایک دوست کا رہا ہے۔ لیکن میں اس کے باوجود آپ کو اپنے جانے لگاؤں۔ تمنا۔ ناہ شہب کے بارے میں آپ سب لوگ جانتے ہیں۔ اسے شاہد بریز گاؤں سے اپنا خود دوست سے آزاد کرانا

ہے۔ اور میں اسے کسی بھی مشکل میں آکھائیں چھوڑ سکوں گا۔ اگر میں آپ کو لوہا دروان کو تاتا تو آپ لوگ لازماً مجھے روکتے۔ اور میں آپ کی حکم بدلی نہیں کرتا۔ سنا۔ اسی لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کو بتاتے چلا جاؤں۔ میری اگلی جگہ کے نیچے صاف کر دیتے گا۔ اور دعا کیجئے گا کہ آپ کا بیٹا کا سب لوگ۔ اس کی بھی مقام پر حوصلہ نہ ہارے گا۔ اسی کا خیال رکھئے گا۔ اور دوسرے کا بھی۔ آپ کی دعاؤں کا کتاب شرفان ٹی۔“ ان کی آنکھوں میں کی جھلکی جاری تھی۔ ”تم نے ٹھیک سوچا تھا۔ شرفان! اگر تم جانتے تو ہم نہیں نہ جانے دیتے۔ مگر اب تمہارے لئے کچھ تباہی ہاں اور دروان کا خیال رکھنا ہے۔“ وہ آنکھیں مڑکاتے باہر نکلے ان کے گھر میں تقریباً پورا گاؤں میں تھا کہ شرفان بھی کو گزیر تھا۔ وہ بڑوں کا چہرہ تھا۔ جو جڑوں کی درست اور بچوں کے لئے وہ دچہ بن جاتا تھا۔ نور میں صفی کو بھٹک سنبھال رہی تھی۔ ”دوسرے اگ دوئے جانی تھی۔“ یہ کاردی پڑا۔ صفی! چپ کر۔ فرمان اب بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ وہ.....

”یہاں بھی دو دروں کی مدد پر کبتر رہتا تھا۔ تو اب بھی اسی نے کیا ہے۔ ہم کو اس کے لئے دعا کرتی چاہئے۔“ زور چا گیا کی تھیں سب نے اپنے اٹھادے تھے۔ دینے نہیں کرے، یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ اللہ کی جگہ کی مدد کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد ضرور کرتا ہے۔ لکھا اللہ تو ہر کسی کی مدد کرتا ہے۔

☆☆☆☆

سرخ شاہد ملنے تک تو میرے ساتھ جاؤ۔ سڑک پر میرے ننگے پیرے ساتھ وہاں۔ لہو دیتی ہوئی آگئیں، تیرے قدموں سے لپکی ہیں میرے لئے سونپے ننگے پیرے میرے ساتھ چلو۔ جسمیں مطہر ہے۔ مجھ کو تڑپ سے خوف آتا ہے سو یہ تو میرے ننگے پیرے میرے ساتھ وہاں۔ پھر اس کے بعد جب چاہو، جہاں چاہو، چلے

جانا.....  
جاؤ.....

وہ بیڑوں پہ بیٹھی آسمان پہ جانے کی یاد دیکھ رہی تھی۔ شرفان اس کی زندگی سے چلا گیا تھا۔ گھر اس کے دل سے نہیں گیا تھا۔ اور کیا ہی اچھا وہ جو زندگی سے جانے والے دل سے بھی چلے جایا کریں۔ یادوں سے بھی چلے جایا کریں۔ پھر زندگی کی قدر میں ہو جائے گا..... ”ساروا“ مائی کی نگاہ پر وہ اٹھ کر اندر بڑھ گئی۔ ”بیٹے جانے بیٹے تیری بیوی لگے کہ کوئی اچھا لڑکا مل جاتا تو تیری شادی کر دیتی۔“

”مجھے شادی نہیں کرنی مائی! وہ تعلیمت سے ہوئی۔ مجھے صاف کر دیا۔ یہاں بھی اس نے بہت دکھ دیئے ہیں مجھے۔“

”مائی! بیٹے اگنا بگا نہ کر۔ میرے دل میں ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔“ وہ ان کے پاؤں دبا لے گی۔ اس رات مائی نے اس سے بہت سی باتیں کی تھیں۔ اس کے بچپن کی، وہ اس کے مال باپ کے، صاف اور دروازہ کی اور بھی بہت سی باتیں رات ایک بجے وہ لوگ سوئی تھیں۔ اگلے صبح سارے گھر کے لئے کھانا چاہا۔ کھانا سناکت و جود اس سے سیکر خالی کر گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی بیٹیوں نے لوگوں کو کتہ پر کیا تھا۔ دینے خالہ نے مائی تم دا آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بند کر دیا۔ دوسرے آخرت سے روانہ ہو گئی تھیں۔ موت کی تختی نے ان کا سارا خون کو لپکا چڑھ لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کا زور چڑھ نہ سکا۔

☆☆☆☆

سورج ڈوب رہا تھا۔ اس کی غم جان کر میں اس کھنڈر سے لپکی سکر رہی تھی۔ یہ کھنڈر میرے میں تھا۔ کی رات نے میں لگا رہا ہوا۔ اب اپنی بانی اپنی جہاں کی داستان سنا رہا تھا۔ بدولی داغوں میں بھی ٹوٹ چموت کا شکار تھی۔ گردن کی کھڑکوں اور

دروازے ٹوٹ چکے تھے۔ بالائی منزل کے کسی ایک کمرہ کی چھتیں تک فرش پھیل گئی۔ خالی کمرہ میں چگاڑوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ چاہتا کہ بچوں کے جانے سننے تھے۔ ناگوار بو رہی ہوئی تھی۔ چلی منزل کے دو کمرہ کے دروازے پر تقریباً ٹھیک حالت میں تھے۔ ان میں سے ایک کمرے میں ہراساں سی دائرہ فرش پر بیٹھے بیڑوں پہ بیٹھی تھی۔ دیکھ کر معلوم تھا کہ وہ ان بچروں کو وہیں موجود رہتا تھا۔ عمارت بھر کے لئے غائب ہو جاتا۔ میرے ہر اکھڑ چھوڑ کر آنے کے بعد وہ قدم قدم پہ پچھتاہی تھی۔ مگر اس کا تو بچتا ہوا ہوتا ہے کہ بچتا ہوا میرا ہراساں کچھ کیوں نہیں سکتا۔ اسے اس دوران کھنڈر سے بے پناہ خوف آتا تھا۔ اس نے دیکھ کر موت کی جگہ کی یہاں نہ رہے۔ مگر جہاں اس کا بچر ہو پھر اس کا خون کچھ ٹھہرا گیا تھا۔ وہ اب ایک بچہ سے میں بنداشی چڑیا کی جس کی رہائی کے لئے بچہ کھول دیں اور دیا جاتا تو وہ کسے ہوئے ہوں کے ساتھ ڈانٹنے سے عروسی راتی۔ اور یہ نفس تو اس نے خود خنجر کیا تھا۔ دلخذا اسے آہٹ محسوس ہوئی۔ ایسی ناوہ آئیں۔ اسے قدم قدم پہ پناہ دینی تھی۔ ہماری قدموں کی آغوشیں..... کسی لمبوں کی سرسراہٹیں..... اس کی ہماری قدموں کی گونج دروازے کے باہر نکلنے سے رہی تھی۔ ”اگر یہ کھنڈر آہیں ڈوب کھاتا تو یہ تو غلط نہیں کھاتا۔“ ام بھیس بند کرتے اس نے سوچا۔

آہٹ کی قریب ہوئی اور بھی دور ہوئی جاتی۔ گویا کوہ دریں کوئی چاہل دیتی کر رہا تھا۔ اب کے چپ قریب سے ابھری تو وہ اندر کھڑی ہوئی۔ یہ حرکت لاشوں کی۔ اس سے کوئی شعوری مقصد رواست نہ تھا۔ وہ چلے ہوئے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے جتنی گرا دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ”دور.....“ کی آواز سانسے گرجتی زور سے نکلتی تھی۔ اس نے قدم باہر لٹائے..... تاکہ باہر داری میں کوئی آگے جا رہا تھا۔ اس کا سر فہماں ہی دیکھتا تھا۔ وہاں کچھ سوچے

مجھے اس کے پیچھے چل پڑی۔ جب وہ مین اس کے  
مقب میں پہنچ گیا تو وہ کھسک کر ہجر کو نکلا۔ نیکلت وہ  
ادبوں کے بل اس کی طرف گھوم گیا۔ دائرہ کا دل اچھل  
کر مچ گیا۔ وہ کسی معمول کی طرح کھڑی رہی۔  
اس شخص نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی سیاہ  
ترن آنکھیں تاریکی میں بھی چمک رہی تھیں۔ اس کی  
آنکھوں میں جھانکنے کی مدت ایک سینکڑا کی عمر مضمر  
تھی۔ مگر اس شخص ترن مدت میں بھی دائرہ کو لگا کر اس  
فصل کی کہ ہیں اس کے اندر پرچھائی کی گہری ہیں۔  
ایک ایک دھندلا اور پھر چلنے لگا۔ دائرہ نے گویا سوں چوبیس  
دیا گیا تھا۔ وہ "لڑکی" کے سر زدہ معمول کی مانند اس  
کے پیچھے ہٹتی گئی۔ وہ شخص ایک کشتہ کرے میں داخل  
ہوا۔ کوئی کے پتہ نہ پانے کب سے غائب تھے۔ اور  
اس قدر اذیتیں بھی اٹھ کر چکی تھیں۔ خالی کر بھائیں  
بھائیں کر رہا تھا۔ فرش پر گر کر تائیں بچھا تھا۔ اور گرد پے  
چہ ہوں اور چھکڑوں کی غلاطت بھری پی ڈی جی اور  
نیکلہ پور اور دیوار سے لپکتی تھی۔ اس شخص نے لیکن پر  
اکڑوں جینے دیوار کے پاس کچھ پھینچ مچاڑی۔ ایک  
گڑا گڑا ہٹ ابھری اور دیوار کے ساتھ ایک خلا نمودار  
ہو گیا۔ اس نے کڑے ہو کر زانو ڈکھو لکھا اور خلا میں اتر  
مچا۔ دائرہ بڑی اعتدال میں چلتی رہی خلا میں داخل  
ہوئی۔ ایک بجلی آواز کے ساتھ بلند ہو گیا۔ اب  
سات دیوار کو کچھ کڑی پٹی تھیں لکھ سکتا تھا کہ یہاں  
کوئی خلا تھا۔

☆☆☆☆

تمہارے ہاں چھوڑنے کا ارادہ ہو بھی سکتا تھا  
ذرا جو تم مضمر ہاتے، کوئی تدبیر کر لینے  
وہ دیوار سے لگ لگائے تھی جی۔ اس کی بند  
پکوں سے آکسوں کے شفاف موتی قندار قندار  
رہے تھے۔ حسان آئی اپنے شوہر اور بچوں سمیت  
سینٹیشن ہو گئی تھی۔ "ساردا" "رومان کی آواز پر  
اس نے بے ساختہ آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ "رومان  
بھا! میں۔ میں فرماں کے پیچھے جانا چاہتی

ہوں۔" اُنہی کے لیے میں کتنی دوسں پہ کوہ حیرت گائی۔  
وہ سناٹے میں رہ گیا۔  
"یہ کیا کر رہی ہیں تو؟" فرط حیرت کے سبب  
اس کی آواز میں کتنی سی گئی۔  
"ہاں! میں نے رات خواب میں انہیں۔۔۔۔۔  
بہت برا خواب تھا وہ بہت برا۔"  
وہ چھوٹ چھوٹ کر رو دی۔ رومان ابھی بھی  
سناٹے میں تھا۔ اس نے خود بھی تو کچھ ایسا ہی خواب  
دیکھا تھا۔ تو کیا واقعی فرماں کی مشکل میں تھا؟  
خواب تو اس ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بالکل ٹھیک  
ہوگا۔ اس نے سارے سے زیادہ خود کو لے دینا چاہی۔  
"وہ ٹھیک نہیں ہے رومان بھا! وہ ٹھیک  
نہیں ہے۔"  
وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی چلائی۔ اس کی بھارتوں پہ  
فرماں کا دھڑ دھڑ چمک کر رہ گیا تھا۔ وہ جب سے  
کانٹوں پہ لوٹ رہی تھی اس کی سائیں سوزا کی سٹکی  
رہے کی مانند رنگ ہو چکی تھیں۔ "میں خود بھی کچھ جانتا  
ہوں مگر۔۔۔۔۔ ہم جانتے ہی کب ہیں کہ وہ کچھ کہاں  
ہے؟" وہ بے بسی سے گویا ہوا۔  
"میں۔۔۔۔۔ مجھے چہ۔۔۔۔۔ وہ جگہ "یا جگ لائی"  
کہلاتا ہے۔ یہ مقامی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب  
ہے "خود فرم کچھ"۔ "وہ سناٹے میں گئی۔  
"میں سمجھے ہیں چہ؟" رومان متحیر ہوا۔  
سارے نے گود میں رکھی کتاب رومان کی جانب  
بڑھا دی۔ سیاہ جلد والی اس کتاب سے وہ غور بنی  
واقف تھا۔ وہ فرماں کی۔۔۔۔۔ اس کے عزیز آواز جان  
دوست کی ڈاڑھی کی۔

☆☆☆☆

رومیہ سفید کمر بڑی کھانا کپڑے دھوئے  
گئی۔ حسان سمیت کمر بڑے پر تھے۔ کپڑے بہت  
پہچلائے سے فرماں یاد کیا۔ اور وہ اسے قدم قدم  
پیدا کرتا تھا۔ زندگی بہت مشکل ہوئی تھی۔ وقت لگتا تھا  
کہ کپڑے پھینک دیں صورت ایک ہی جگہ سا کہ ہو گیا

ہے۔ رومان فرماں کی بات کرتے آکر آنکھیں نم کر لیتا  
تھا۔ وہ کسی ایک دوسرے سے کچھ چھپ کر روئے  
تھے۔ رومان کی آواز پہ ہاتھ پھینکتی پھینکتی تری۔  
"آج نیم سوئی آئی آخر میرا جانا بہت  
مزدور ہے۔"  
"کہاں جانا ہے؟" وہ اس کے پاس بیٹھی۔  
"فرماں کا اور میرا ایک مشترک دوست ہے۔  
مثالی علاقہ جات میں، اس کے کمر والے ٹھیکے کی لڑائی  
میں مارے گئے ہیں۔ تم پر آکر میری کھانگڑ کر دو۔  
چندوں کو قتل ہی جائیں گے۔" وہ اثبات میں سر ہلاتی  
اتھرتی۔ اس کی مدد کر دے وہ مسلسل بول رہا تھا۔  
"خفیہ آئی اور اکل کا خیال رکھنا اور اپنا جانت سارا  
خیال رکھنا۔"

"کیا ہے تم کو ایسے کورے ہو مجھے طویل مدت  
کے لئے جا رہے ہو۔" وہ جھنجھکی۔ اس کی بات پہ  
رومان ایک دم چپ ہوا تھا۔ "وہ سکتا ہے ایسا ہی ہو۔" وہ  
دھیرے سے بولا۔

"کجاں نہیں کرو۔" اس کے گھونپنے پہ وہ  
مسکرایا۔ وہ سارا رومان نے پورے گاؤں میں  
پھر کرنا اور سورج ڈال پڑے ہوا۔ شام سرخی آچلی  
میں لپٹ کر نکل آئی۔ اس کی سرخی آکھوں میں  
غضب کی اداسی تھی۔ اور پھر جلد ہی شام پر رات  
غائب آئی۔ رومان کافی دیر تک دوسرے سے نہیں کرتا  
رہا۔ پھر وہ کھٹے کھٹی جگہ دوسرے جگہ پر اور رومان بڑے  
نہیں تھا۔ وہ بھی کہ باہر ہوگا۔ لیکن اس کا دل کسی  
انہنی کا اعلان کر رہا تھا۔ بھی اس کی نظری کی سائیل  
نیل پہ پڑے کا قدر پہ پڑی۔ اس نے بہت کر کا قدر  
اٹھا یا تو اس پہ رکھا جب وہ ٹھیک کر کچھ کیے جا کر۔  
ابھی اندھیرا تھا اور لائٹ بھی غائب تھی۔ کچھ دھندلے  
کی طرح دم دھاتے دل کے ساتھ باہر نکلے  
مآدے کے سفید، گول طویل ستون سے یک لک کر  
نفرین الفاظ پہ پڑی سے کھٹے نکلیں۔

"جان سے عزیز دوسرے سب سے پہلے اس  
بات کی یقین دہانی کرنا چاہوں کہ میرے دل میں  
بہت صرف تمہاری عکسری رہے گی۔ میں اور سارہ  
فرماں کو ڈھونڈنے جا رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ  
مجھے بھی تم لوگوں کو آکا کر کے کے لئے فرماں ہی کا  
طریقہ اپنا پڑا۔ بہت مشکل سرور پیش ہے۔ یہاں  
سے ہم ہائی ایئر ہی جا سکیں گے لیکن میں سمجھتی  
منزلی سے کر پڑے گا۔ اور یقیناً یہ ہے کہ مجھے  
سمجھنے سے لڑکھائے۔ بہر حال فرماں کے لئے تو میں  
کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ اور اس سفر میں وہ ناگزیر سی  
لڑکی سارہ بھی میرے ساتھ ہوگی۔ حالانکہ میں نے  
بہت کوشش کی کہ وہ مجھے اکیلے جانے دے مگر میں  
اسے اس خطر کا بارک ادا دے سے باز نہ کر سکا۔ لوگ  
جو بھی کھیں روئی اگر تم کو اپنے رومان پر اعتماد ہے؟  
میں جب بھی آکا فرماں کے ساتھ ہی آؤں گا، تم دوا  
کرنا کہ وہ جلد چلے جائے اور تم کا لون کی نظروں  
سے بچے رہیں۔ کیونکہ تمہارے پاس محدود وسائل  
ہیں اور زیادہ سفر میں خیر کا کوئی کرنا ہوگا۔ بہر حال  
اللہ نے اپنی ہمت دے رکھی ہے کہ ہر طرح کے  
حالات سے فائدہ سکو۔ اپنا بہت سا خیال رکھنا  
کیونکہ تم جہاں سے پاس "میری" امانت ہو۔ ہائی  
لوگوں کا خیال رکھنے کا کہنا ہی نہیں۔ وہ تو جرم کو بھی  
ہی کسی بھی مقام پہ بہت تنگ کرنا۔ حوصلہ نہ ہارنا۔  
کیونکہ تم فرماں کی یمن اور میری یمن ہو۔ وہ بہار  
لوگوں کی اہمیت میں شام ہوئی جا بنے۔ اللہ حافظ۔ صرف  
اور صرف تمہارا۔۔۔۔۔

"رومان!" "کاغذ اس کے لرزے پاہوں  
سے پھڑک کر اٹھ کر تھا۔ وہ شرم سے دم ہمو کر  
دل پہ ہاتھ رکھنے سے ستون سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔ اس  
کی آنکھوں تلے اندھیرا چھایا۔ اس کے لگے کہ یہ  
اندھیرا اسے نکلے والا ہے۔ وہ اندھیرا اسے واقعی  
نکلے والا تھا۔

(جاری ہے)

میرے مرنے کے بعد بھی تم میری بددعا کے حصار میں رہو گے اور میری بددعا ہے کہ خدا کرے چھپیں بھی اولاد کی خوشیاں نصیب نہ ہوں“

ہمسایہ کے آج رہا ہوں تھے کا دور تھا۔ میں سال پہلے اسے چوری کے جرم میں سزاؤں کی سزا سے پہلے دوسرے پتھر پٹیاں کے بارے میں تھا لیکن ان کا دورہ سن کے ساتھ ساتھ رہا تھا کہ سن کا دل بھی نہیں مانا تھا کہ وہ اس کے بچے تھے ویسے بھی سن روزانہ دوا کرنا چاہتا اور چند روز بعد ازل و ازل میں خود مرنا تو جو اس تھا کہ لوگ اسے دیکھتے ہی رو جاتے تھے۔ جبکہ اس نے تمام ہاتھ پاؤں اس کی خوبصورتی کی طرف متوجہ نہیں تھے بعض دفعہ سن خود بھی سوچتا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں صورت میں سن سے کتنے کچھ نہیں کھاتے۔ اپنی خوبصورتی اور چاروں تخت حجابی اور بے توقیری سے سن کو اس بارہاں اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو شاید بعض حالات میں وہ بھی اختیار نہ کرتا تاہم تعلیم اس نے صرف میٹرک تک حاصل کی تھی۔ جس کی بناء پر وہ کوئی چاہ نہیں کرتی تھی۔ وہ غریب سے ایک ندر تک اپنے پاس کے اکثر سوچتا رہا۔ اسے بننے کے طور پر کے بارے میں اس کو سوچتا رہا۔ اسے چوری بھی ایسا ہی ایک طریقہ تھا۔ لیکن یہ طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا کیونکہ باوجود تمام احتیاطات کے اس کی کرڈ پٹی کی بھری میں ایسا کوئی نکلنا نہ تھا کہ جوں ہی اس نے بھری کو کوئی نوک لوہے کا بھروسہ پر آ کر دھار دیا اس میں قید ہو گیا کہ اسے تمام جیلوں اور احتیاطات کی بھری رہی تھی۔ چوری کے بچے میں اسے 4 سال کی قید ہو گئی لیکن اس نے اپنا چال چلن جیل میں اس قدر

[illegible]

کردادی گئی ہے اس نے یہ ثبوت کر لیا تو خودی دہر کے بعد وہ اسی کے مطابق ایک درمیانے درجے کے مکان کے دروازے پر کھڑا تھا اس کے تئیں دینے پر ایک آدمی باہر آیا۔ ”کیا بات ہے بھئی، کیوں تئیں دلی ہے؟“ اس آدمی نے پوچھا۔

”اگر تباہ کر سن بخت آیا ہے“ حسن نے بھی ماتھے پر ہل ڈالتے ہوئے کہا تو وہ آدمی اسے گھورتا ہوا اندر چلا گیا تو خودی دہر کے بعد واپس آیا۔

”چلو تمہیں اندر چلا دیا ہے“ اس نے کہا۔ حسن اس کے ساتھ اندر چلا گیا ایک کمرے میں اسے چھوڑ کر وہ آدمی واپس چلا گیا۔ اندر کمرے میں کرسیوں پر وہ آدمی بیٹھتے تھے، حسن کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ”آؤ آؤ، حسن بخت۔ بہت انتظار کروا دیا تم نے“ اس میں سے ایک نے کہا۔

”حسن نے کہا“ مجھے ہے میرا کیا کام پر گیا کبیری تصویر خاں میں شائع کروادی تم لوگوں نے“

”آرام ہے بیٹھو بھر مات کرے تین جلدی کیا ہے؟“ بیٹھو۔ ”اسی آدمی نے کہا حسن خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”پہلے ہم اپنا تعارف کرادیں میرا نام راہو ہے اور یہ شانی ہے، میں دوسروں میں تمہارے بیٹے سے تعلق رکھتے ہیں اور تمہاری طرح بڑا اچھا دماغ ہے بچہ میں رہتے ہیں اس خاندان کے وہ ہے بھائی بھائی بہت کورنگ کی جس کی وجہ سے میں بچہ چلا کر تم سے بہار ہوا، وہ اسی وجہ سے اتنی رکاؤوں کے باوجود تم اس کورنگ کی جھڑی تک پہنچ گئے تھے آگے تو تمہاری قسمت تھی۔ بہر حال میں دفعہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ تمہیں بھی ساتھ لایا جائے اور اس کی جگہ کا پتہ چلایا ہے کہ اگر وہاں تمہارا کام میں جائے تو وہاں سے اتنا کچھ مل سکے کہ تمہاری آئے والی چیزیں بھی خود کسٹی ہیں اور ہم پیش از رام سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے جو میں تمہیں ابھی بتاؤں گا تم مجھے خوبصورت آدمی کی ضرورت کی اور ہم نے یہ بھی پتہ چلا کیا تھا کہ تم کس

حسن نے پوچھا۔

”کیا مشکل بات اسی شکل میں ہے وہ خود مانیں گے کہ تم ان کے بیٹے ہو کیونکہ ہماری حقیت کے مطابق ان کا ایک بیٹا نہیں بچپن میں گھوما تھا خود کو وہی بیٹا ظاہر کرتا جب وہ بات مان لیں گے تو پھر تمہارا ان سے رقم حاصل کرنا اتنا مشکل کام نہیں ہے میں دیکھنے بھی گئی اتنی جلدی میں ہے کہ تم حالات کا مشاہدہ کر کے کہہ دو آرام دہ سکون سے یہ کام کرنا“ مراد نے اسی قلمی کردائی ان کے بیٹے کا نام حسن تھا جو واقف سے تمہارا بھی نام ہے اور اصل صورت میں تو تم رئیس زادے دیکھتے ہو۔“

”نیک ہے اپنا تیار ہو میں۔ لیکن فی الحال تو میں بہت تنگ ہوں۔“ اس نے کہا۔

”ہاں! تم ساتھ والے کمرے میں آرام کرلو۔“

باتی تعصبات بعد میں طے کر گئے۔ ”مراد نے کہا تو حسن اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا۔

دوسرے دن کانی دن چڑھا آج اب حسن کی آنکھ کھلی پہلے تو اس کی آنکھ میں کچھ نہ تھا لیکن پھر اس کو رات کی تمام باتیں یاد آئیں کہ وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھا اور فوراً باہر نکل گیا اور سرے کر کے میں صرف مراد ہی تھا۔ ”اٹھ“

”کچھ؟“ مراد نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔ ”رات کو کم جینس اٹھانے کے لئے آئے تھے کہ تم بہت کمری خیز ہو رہے تھے۔“

”ہاں کانی حرم سے بستر پر سکون کی خیز نہیں سوزی تھا شانی کہا ہے؟“ حسن نے پوچھا۔

”وہ ناشیہ لینے گیا ہے، بس آتا ہی ہوگا تم جب تک نہ ہاتھ دھو۔“ مراد نے جواب دیا تو حسن اثبات نہیں ہوتا تھا تاہم وہ دم میں کسی ایک جگہ باہر نکلا تو شانی آچکا تھا۔

”آج جاؤ بھئی، اگر تم غلط ہو پوری ہے“ شانی نے اسے بلایا تاہم حسن کے بعد مراد نے کہا۔

”اب ذرا کام کی بات ہو جائے۔ ہم نے آج شام روانہ ہونا ہے تم اپنے لئے کچھ خریداری کرلو۔“



کے لیے اور شاعر شخصیت سے کہ جو سٹار ہو گیا تھا تبصرے  
 کہہ کرے گا اور چلا گیا خود ہی کے بعد جو نیک عمل کیا۔  
 ”آؤ صاحب اندر آ جاؤ“ حسن اندر داخل  
 ہو گیا۔ جو علی کا کان نہایت خوبصورت اور دلچسپ و خرمیل  
 خاصیت جو علی کی خوبصورتی کو دلی عین میں سر بہا ہوا  
 اندر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اندر کی دروازہ کھول کر  
 اندر داخل ہوا تو ایک حلازم اس کے پاس آیا اور کہنے  
 لگا: ”آئیے میرے ساتھ میں آپ کو چوہدری صاحب  
 کے کمرے تک پہنچا دوں: ان کی طبیعت ذرا ٹھیک نہیں  
 ہے اس لئے وہ اپنے کمرے میں ہیں حسن اس کے  
 ساتھ میل جول پوری ہو چکی ہے نہایت گستاخوٹ خاندانی  
 حلازم اسے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچا۔  
 چوہدری صاحب کا کمرہ ہے۔“ حلازم نے کہا اور دایں  
 سرخیا کھینچ کر اندر داخل ہوا اور سامنے بیٹھ کر پیشے اس  
 ادھر اور شاعر آ کر آؤ کو دیکھتے ہی حیران ہو گیا کیونکہ  
 جبریت بغیر طور پر چوہدری فیروز کی شکل حسن سے ملتی  
 جلتی تھی۔ چوہدری صاحب کی آنکھوں میں بھی حسن کو  
 دیکھ کر حیرانگی کے تاثرات ابھرے وہ چونک کر بولے۔  
 ”تم کون ہو؟ تمہاری شکل تو میرے بیٹے حسن سے ملتی  
 جاتی ہے۔“  
 ”جی ہاں! اما جان“ حسن نے جواب دیا۔ ”میں  
 ہی آپ کا بیٹا حسن بخت ہوں“ اس نے منسوبے کے  
 تحت کہا۔  
 ”تم میرے بیٹے حسن ہو؟ لیکن وہ تو بچپن میں  
 کو گھبرا گیا تھا حسن کیسے ہو سکتے ہو؟ لیکن تمہاری شکل میں  
 میری جیسے مشابہت ہے؟ تم میرے بیٹے حسن سے  
 ”بخت“ چوہدری فیروز کی حالت ہوگئی جو خود ہی سوال  
 جواب کرتے دو ایک دم سے حسن سے مخاطب ہوئے۔  
 ”جی ہاں! میں آپ کا بیٹا ہوں جو بچپن میں  
 کو گھبرا گیا تھا آج اس نے بڑی عقلوں سے انکار کیا  
 ہے“ حسن نے غصے جند باغ انداز میں کہا۔  
 ”آؤ میرے بیٹے میرے گنگ گاؤ۔“  
 چوہدری صاحب نے سے خالی سے اپنے بازو

سوجا گئی رات کا ایک بھاری تھی وہ کمرے سے باہر  
 نکل آیا لیکن اسے پوری حوصلی میں گئی تو نے دلا نظر  
 نہیں آیا بلکہ اوپر اور سکینوں سے پوری حوصلی اس  
 طرح کو بھری رہی جیسے دوڑنے والی کی کے ٹکڑے  
 میں موجود ہو۔ حسن بھڑکڑا سا گیا ایک اس کی نظر  
 لاؤنگ کی ٹکڑی کے باہر لان میں بیٹھ گیا تو وہ حیران رہ گیا  
 کیونکہ باہر لان میں بگڑے لڑے بھڑکے نظر آئے  
 جن میں سے ایک سایہ کی بیٹے کا اور 3 ساڑھے مردوں  
 کے معلوم ہوتے تھے دیکھتے دیکھتے وہ بچہ اور مرد زمین  
 پر اس طرح گرے جیسے گرے ہوں جبکہ دوسرے اسی  
 طرح کھڑے رہے حسن سوچنے لگا اس وقت باہر لان  
 میں کیا ہو رہا ہے؟ وہ باہر جانے لگا تو پیچھے سے اسے کسی  
 نے پکڑا۔ اس نے گھبرا کر پیچھے دیکھا تو چوہدری  
 صاحب اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ ”حسن نے پوچھا اور لان کی  
 طرف اشارہ کیا تو اس وقت اس نے اپنی زندگی کا حیران  
 کن منظر دیکھا کیونکہ سامنے غائب ہو رہے تھے دیکھتے  
 تو دیکھتے انہی خالی ہو گیا اور اوپر سکینوں کی آوازیں  
 آئی تھیں ایک بند ہو گئیں کانا بچہ چکرار کر رہا گیا۔  
 ”سب کیا ہے؟“ اس نے گھبرا کر چوہدری صاحب کی  
 طرف دیکھا۔  
 اسی وقت چوہدری صاحب روڑے ہوئے حسن  
 سے پتہ گئے۔ ”تم... تم... واقعی میرے بیٹے ہو مجھے  
 پورا یقین ہو گیا ہے تم آج آئے اور وہی آئی۔ اس  
 نے سنا دیکھتا تھا کہ وہ بچپن دلا دیا ہے“ اتنی  
 سنا دیکھتا تھا کہ وہ بچپن دلا دیا ہے اتنی  
 ہوں تھی حسن پہلی بار لان سے ملا تھا وہ انہیں  
 پریشان کرا رہا تھا اسی وقت انہوں نے حسن کی شرٹ  
 کے نیچے ٹھونکے شروع کر دیے۔  
 ”ارے، ارے آپ آپ کیا کر رہے ہیں؟“  
 چوہدری صاحب نے پوچھا ہے وہ انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن  
 انہوں نے اس کی شرٹ اٹھ کر پیچک دی اور اس کی  
 پشت اپنی طرف کر لی اور اس کے کندھے پر بگڑ گئے۔

”جی ہاں! اما جان“ حسن نے جواب دیا۔ ”میں  
 ہی آپ کا بیٹا حسن بخت ہوں“ اس نے منسوبے کے  
 تحت کہا۔  
 ”تم میرے بیٹے حسن ہو؟ لیکن وہ تو بچپن میں  
 کو گھبرا گیا تھا حسن کیسے ہو سکتے ہو؟ لیکن تمہاری شکل میں  
 میری جیسے مشابہت ہے؟ تم میرے بیٹے حسن سے  
 ”بخت“ چوہدری فیروز کی حالت ہوگئی جو خود ہی سوال  
 جواب کرتے دو ایک دم سے حسن سے مخاطب ہوئے۔  
 ”جی ہاں! میں آپ کا بیٹا ہوں جو بچپن میں  
 کو گھبرا گیا تھا آج اس نے بڑی عقلوں سے انکار کیا  
 ہے“ حسن نے غصے جند باغ انداز میں کہا۔  
 ”آؤ میرے بیٹے میرے گنگ گاؤ۔“  
 چوہدری صاحب نے سے خالی سے اپنے بازو

”اب تو بائبل ٹھیک ہوں۔ بیٹے جاؤ بیٹا، کھڑے ہو“ چوہدری صاحب نے کہا تو حسن ایک طرف بڑے صوفے پر بیٹھ گیا تو عوزی دیر تک خاموشی رہی پھر حسن نے بغیر کسی کہنے کے چل پھا۔

”ااا جان! میں بہت آجھن میں ہوں میں پلیر آپ مجھے تمہاری کردات کے واقف کیا کہ حقیقت ہے؟“

چوہدری نے ردِ دہشت نہ کیا کہ سوچ سمجھ میں نہ گئے تو عوزی دیر کے بعد گھر کو لوٹے۔

”مشتاقی چاہے ہو تو سنا! میری راد کی یہ

کہانی اس وقت کی بات ہے جب میں بائیں جوان تھا اور میرا مزاج کی سفیدی اور اڑیل کھڑے کی طرح تھا میں اپنے باپ کا انکڑا پٹا تھا اس کے روپے بچے کی ریل تھیں جوانی اور خوبصورتی نے میرا دماغ خراب کر دیا تھا میرا مزاج نہایت عاقلانہ تھا اور میں جس چیز کو پسند کر لیتا تھا اسے حاصل کر کے چھوڑتا اور نئے کچھ تلاش کرنا شروع کر دیتا تھا وہ کہہ دیتا تھا کہ وہ تو اس کے استعمال کے قابل نہ تھی واقعی میں میرے والدین مجھے بہت سمجھانے کی

کو کشش کرتے تھے، لیکن میں اس وقت جوانی کے لئے  
میں اتنا چور تھا کہ ان کی کسی نصیحت پر کان نہ دھرتا۔ ان  
سب برائیوں کے ساتھ ساتھ میں عیاش بھی تھا عورت  
میری کزوری تھی جو عورت مجھے پسند آ جاتی میں اسے  
حاصل کر کے چھوڑتا۔ لیکن میرے والدین میری اس

برائی سے بچتے رہتے۔  
 ہمارے خاندان میں ملکہ شادی کر دے یہ کاروان  
 قلعہ زاری میں 22 سال کا ہوا تو میری کسی شادی  
 کر دی گئی میں نے احتجاج اس لیے نہیں کیا کہ مجھے اس  
 کوئی فرق نہیں دے رہا تھا کیونکہ شادی تو مجھے کر لی  
 تھی لیکن پہلی رات ہی میں نے اپنی بیوی جہاں آ رہی  
 واضح کر دیا کہ اس کی حیثیت میری زندگی میں کوئی  
 ایسا ہے جیسے ہماری کامیابی۔ لہذا وہ مجھ سے اپنی  
 توقع دلائے نہ کرے ہمارا کیا کسی خاص شوق رہا  
 گزرتے رہے میری شادی کوڑے برسوں میں ہو گیا ہمارے  
 کمر کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن مجھے اس کی کوئی کمی نہ تھی

”چھوٹے سائیں کیا بات ہے؟ سیکینہ سے کوئی  
ملتی ہوئی ہے کیا؟“ میں نے اسے پہچان لیا وہ میرا  
زرار عذین تھا۔

”ہاں میں واقعی پریشان ہوں اور میرا خیال ہے کہ تم میری بہت مدد کر سکتے ہو۔“ میں نے کہا۔  
 ”تمی سرکار! آپ کے لئے کو میری جان بھی حاضر ہے آپ بتائیے کیا پریشانی ہے؟“ اس نے جواب دیا۔

”تو پھر فورے سے میری بات سنو۔ ایک لڑکی ہے سیکندریہ جو میری بیوی ہے اس پر بہت بری طعن لپٹا رہا ہے۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں مگر اس طرح اسے یہاں پر لے آؤں اس سے خود غات کروں گا۔“ میں نے اللہ رکھا کساری بات بتاتے ہوئے کہا تو وہ کچھ سوچ میں بیٹھ گیا۔

”یہی پہلے سائیں وہ لڑکی دیکھی ہے میں نے بھی بہت حسین اور بھرپور جوانی کی مالک ہے میں نے اس لئے اس کا ذکر آپ کے سامنے نہیں کیا تھا کیونکہ وہ ایک بیکلی ماں کی ہے۔“ اللہ رکھا نے بتایا۔

”کوئی بات نہیں بچے کا کیا ہے جس تم کسی طرح میرے سائیں لے آئے۔“ میں نے کہا۔

”میں سائیں بہن کی سمجھ میں ایک بات نہیں آئی کہ اتنی خصوصیت اور کنویری لڑکیاں ہیں آپ کے ایک اثاثے پر کوئی بھی آپ کی ہو سکتی ہے پھر یہ سیکندریہ شادی شدہ ہونے کے علاوہ ایک بچے کی ماں کی ہے“ اللہ رکھا نے کہا۔

”میں دل کی بات ہے جس پر بھی آجائے مجھے کوئی پرہیز نہیں ہے۔ وہ دن ہے اور کیا ہے ہمیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس بات پر ہاؤز پارہ وہاں پہنچ کر“ میں نے کہا تو اللہ رکھا سلام کرتا ہوا چلا گیا۔

دوسرے دن میرے والدین کو ایک مزین کی شادی میں جانا پڑا تو جہاں آرام کی ساتھ پہلی طرح نے اللہ رکھا سے کہا کہ کوسوچ اچھا ہے سیکندریہ کی طرح لے آؤ وہ کچھ تھوڑی دیر کے بعد آئی تو سیکندریہ کے ساتھ جس کی ہے مجھے سلام کیا میں نے اللہ رکھا سے کہا کہ وہ جانے اور میں سیکندریہ کو اپنے کمرے میں لے آئے۔

میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چنگ کی لین بولی کہ نہیں۔ ”جینو سیکندریہ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے“ میں نے کہا تو وہ مجھے دیکھ کر کہیں صاف نہ بلایا۔

”اس نے جواب دیا۔“

”میں، میں نے بلایا ہے تم جینو۔ آرام سے بات کرتے ہیں“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔ پر سننے ہی اس کے چہرے پر فیصے کے تاثرات پھیل گئے لیکن وہ آرام سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

”کیا بات ہے؟ مجھے کیوں بلایا آپ نے؟“ وہ بولی تو اس کے لہجے میں حیرانگی تھی اس لئے میں نے اس کے سامنے گئی میں نے کہا۔ ”جواب دینے کے اسدے چیکنے کا تو وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔“

”مجھو لے سائیں! اٹھ کر آپ کو مجھ سے کوئی کام نہیں ہے لہذا مجھے اجازت دیں“ اس نے لہجے سے کہا۔

”سیکندریہ! تم بہت خصوصیت ہو، مجھ سے شادی کر دو؟“ میں نے لہجے کی تہیہ کے بات کہہ دی۔

”کیا کیا یہ آپ کو کہہ رہی ہیں آپ؟ آپ کا داروغہ خراب نہیں ہو گیا اور انکس میں شادی شدہ اور ایک بچے کی ماں ہوں۔“ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تم دینو کو چھوڑ دو اور مجھ سے شادی کرلو۔ تمہاری جگہ کسی جو بیوی نہیں نہیں کلس شاندار محل میں ہے۔“

”میں خاموش ہوا۔ نہ تم جیسے عاشق آدمی کو اس کے سامنے کچھ ہوتا ہے جہاں کی کورت کو دیکھنا تو فرما پسند پڑے۔“ اس نے مجھے سے کہنے لگے۔

”یہ ٹک دینو مجھ سے بڑا ہے لیکن وہ میرا شوہر ہے میرے لیے کچھ بات ہے تمہاری طرح جاگداری نہیں ہے۔“ سیکندریہ نے سائیں کی کمرہ اخوان کو مل اٹھا اور میں سادریہ کی بھول گیا۔

”خبردار وہ اب اگر تم نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔“ میں نے نہیں عزت دینا چاہی لیکن تم اس دور کے انسان کو مجھ پر توجہ دے رہی ہو۔ لیکن تم میری بات فورے سے سن لو کہ میں نہیں حاصل کر کے رہوں گا میں جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ میں نے اس کی ہلک دیتا ہوں اگر تم میری نہ ہو کی تو پھر میری بھی نہیں رہو گی۔“ میں نے لہجے سے چلائے ہوئے کہا۔

”میرا جواب آج بھی اٹھارہ میں ہے اور کل بھی یہی ہو گا۔“ اس نے اتکا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

”میں جس جس کروں گا سب کو دیکھتا ہوں کیسے اٹھارہ کرے گا۔“ میں نے مجھے سے کہنے لگے اور اصرار پر چون کھوکھری پر بیٹھ گئیں۔

اسی وقت اللہ رکھا کھڑا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ”مجھو لے سائیں کیا ہوا؟ وہ سیکندریہ سے مجھے سے گئی ہے۔ سائیں مجھے تو پہلے ہی بتا تھا کہ وہ مانے گی نہیں جبکہ اس کو سوچنا چاہئے کہ اسے آپ جیسا خاص صورت کا گیر دار کہاں لے گا۔ لیکن سائیں نہیں وہ سادریہ باتیں دیکھتے نہ دیکھتے لے گا۔“ اللہ رکھا نے کہا۔

”مانے کی کیا نہیں ہے۔ اسے مانا بڑے گا اور اگر وہ کسی کو اس بارے میں کچھ بتائے تو خود ہی بدنام ہوگی۔ میرا بھوکٹیں بگڑے گا۔“ میں نے مجھے سے کہا۔

”میں نے اس کے ایک ہی مہلت دی ہے کہ تم جا کر اس سے جواب لے کر آؤ۔“ میں نے کہا۔

”اللہ رکھا جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے وہ سارا دن اور سادریہ رات شدید ہے چلتی میں گزری۔ دوسرے دن شام کو اللہ رکھا میرے پاس آیا۔ ”اللہ رکھا جلدی سے تم سے کیا کہا ہے؟“ میں نے اسے اسدے چیکنے ہی پر چھوڑا۔

”مجھو لے سائیں! وہ کتنی ہے کہ اسے کوئی پرہیز نہیں کہ تمہارا چھوٹا بچہ پوری کیا کرتا ہے۔ میری طرف سے کل بھی اٹھارہ اور اب بھی اٹھارہ ہے۔“ اس کا جواب سننے ہی میرے تن بدن میں فیصے سے آگ بگلی۔

”مجھو لے سائیں! آپ چھوڑیں اس کو۔ اس شادی شدہ لڑکی بیکلی ماں میں کہا تھا ہے۔ آپ کو ایک ہی حسین لڑکی مل سکتی ہے۔“ اس نے میری حمایت دیکھتے ہوئے کہا۔

”برگزین میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ وہ میری مدد میں ملے گی۔ تم ایک کام کرو۔ تم آج رات میری

اس سے شوہر زور دینے کے ساتھ خواہ کر کے یہاں لے آؤ۔ اور نہ لے کر یہ کام ضرورت میں کرنا ہے اور آج ہی۔“ میں نے مجھے سے کہنے لگے ہوئے کہا تو اللہ رکھا جلدی سے سر ہلاتا ہوا پلٹ گیا۔

”تقریباً رات کے 10 بجے وہ میرے پاس آیا۔ سائیں! میں انہیں لے آیا ہوں۔ سیکندریہ میں نے طبعیہ بند کیا ہے اور اس کے شوہر اور بچے کو لے لیا۔“ اس نے مجھے اطلاع دی۔

”فیک ہے۔ تم دینو کو لے کر تہ خانے میں آؤ میں وہیں ہوں۔“

میں نے کہا اور تہ خانے کی طرف چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد سادریہ کھانے لے کر آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ دیکھ کر نظر جو ہی مجھ پر پڑی وہ میرے پیروں پر گر پڑا۔ ”سائیں! ہم سے کیا کہنی لفظی ہوئی ہے تم غالب نے نہیں اٹھوایا ہے۔“ اس نے کہا۔

”کہنی لفظی نہیں ہوئی۔“ میں نے اسے چکر کھڑا کیا۔ ”میرے حق پر فورے سے سنو اور اس پر عمل کرنے میں ہی تمہاری بہتری ہے بات یہ ہے کہ میں سیکندریہ پسند آگئی ہے اور اتنی پسند آگئی ہے کہ میں اسے اپنی بیوی بنانے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اسے طلاق دے دو کہ میں اس سے شادی کر سوں اور اس کام کے لئے تم جتنی دولت جابو کے میں دوں گا۔“ میں نے اس کے خواہ کرنے کا مقصد بتا دیا۔

”وہ دیکھ کر اس کی طرح کھڑا اور اچھے وہ دیکھ کر خدا ہو پھر ایک دم سے وہ مجھ پر ہل پڑا۔“ بے غیرت، کہنے، تو نے میری سیکندریہ پر بھری خرابی جو فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔ تم مجھے اپنا اپنی باپ مجھے ہیں اور تو ہلا دی عزتوں پر ہی مجھ ڈالتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اپنی عزتوں کی قیمت ہی وصول کرے۔“ وہ یہ سب بولتا ہوا اتنا چپکے ہوئے کہ میرے ہلکے ہوا تھا کہ میں اپنے پاؤں کسر کا رکھا تو وہ دھکے سے دھڑکا کہ اسے میرا سر دھو لے۔

”گرایا تو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔“

میرے پہلے پہلے دو گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

میں نے جلدی سے سر جھٹک کر اپنے حواس بحال کیے اور دینکو دکھا دے کر کہہ دیا۔ خون سے میری چٹائی پر تڑپنا خون دیکھنے میں باہل ہو گیا۔ میں جی، جس نے زندگی میں بھی زمین کا دست نہیں دیکھا تھا اس بچہ آؤ کی وجہ سے میں صرف ذہن پر گہرا بیکہ لگا خون بھی لکھا۔ اس شور و ہنگامے سے زور کچھ بچ کر رہنے کوئی باری کچھ کونسی کچھ دیکھ کر دینکو کے طرف ہلکا ہوا کہ میں نے دوری کوئی دینکو باری پھر تو مجھ پر دھشت جاری ہو گئی میں نے اپنا رول اوپر خالی کر دیا رول اوپر برائے کھڑا تھا اس نے صرف ٹھٹھکی آواز پیدا ہو رہی تھی۔

”بس کرو سائیں دو دوں سر گئے ہیں“ میں ایک دم ہوش میں آ کر گیارہ پاگوں کی طرح دینکو اور کسی بچے کی لاشوں کو دیکھنے لگا۔ ”سائیں! آپ نے ان دووں کو کد کیا ہے۔“ اللہ رکھا نہ پھر کہا۔ ”لارویا۔“ میرے منہ سے نکلا۔ ”میں نے ان کو اسے سمجھا نا چاہا تھا مگر... تم نے دیکھا اللہ رکھا میرا کوئی قصور نہیں ہے وہ خود خودی سر گئے۔“ میں نے پاگوں کے اسے اعلاز میں کہا۔ کیونکہ میں لاکھ بار کسی شخص اسے اتھوڑے سے میں نے بھی کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ ”اب کد کیا؟“ میں نے اللہ رکھا سے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

”اب کد کیا؟“ میں نے اللہ رکھا سے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

”اب کد کیا؟“ میں نے اللہ رکھا سے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

کشمیری کی بارے میں باتیں کر رہے تھے دینو کی ماں نے اپنا جان کو تپا لوٹنے کی گہرونی تمنا کہیں نہ دینو کی ماں کو قتل دیتے ہوئے کہا۔ ”مگر ہر دوں میں اس کا پتہ لگانے کی پوری کوشش کریں گے کہیں تمہاری کسی ساتھی کو قتل نہیں ہے۔“

”میں سائیں! ابم فرخ پور کی کس کے ساتھ دوشی ہوئی ہے پتہ نہیں میرا بیٹا، ہاں اور بھتیجیوں غائب ہیں۔“ دینو کی ماں نے درد سے ہونے لگا۔

”ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ کسی اور باغی ہو گئی ہو۔“ کیونکہ جی آؤ نے سمیت جانا تو جی کا ہر بار ہا ہے۔ مگر جان میں فکر نہ کرو۔ میں پتہ لگوا دوں۔“ اپنا جان نے اسے کی دہی اور تھوڑی دیر تک دینو کی کا جائزہ لے کر کم دیاں چلی چلے گئے۔

”سائیں! اب کد کیا؟“ میں نے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

”سائیں! اب کد کیا؟“ میں نے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

”سائیں! اب کد کیا؟“ میں نے پوچھا۔ ”سائیں! اب کچھ نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ ساری لفظی دینو کی جی آؤ کہ وہ آپ کی بات کو مان لیتا تو جان سے ہاتھ نہ دھرتا۔ آپ پھر دیکھیں میں کبھی سوچا ہوں کہ ان لاشوں کو کہاں لٹا جائے۔“ اللہ رکھا نے مجھے قتل دیکھتے ہوئے کہا۔ میں پھر کڑک کڑک کر طرف بیٹھ گیا۔

ایک طرف گھٹوں میں سر دیکھنے کی سڑاٹھا کر میری طرف دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تم نے مجھے اپنی امداد کر دیا ہے؟ تم میرا بیٹا چھوڑ کر کیوں نہیں دیتے۔ تم مجھے آواز کرو رہے تمہارا گھر میں احسان ہوگا۔“ میں نے پوچھا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں آزاد نہیں کر سکتا میں تمہیں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”میں کینا؟ میں تمہیں کونسی بات نہیں دیتا۔“ دینو کی ماں نے کہا۔ ”میں نے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔“ اس نے نہایت لاجت بھرے اعلاز میں کہا۔

”جیسے ہمیں بول رہا تم جاہلوں کی لاشیں بھی دیکھ سکتی ہو۔“ میں نے نہایت شکوک سے کہا میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اسے دینی طور پر تصوراً صدر تو ضرور ہو لیکن بھارت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہوا ہے کہ اگر پھر میں اس سے شادی کر لوں گا۔

”تم نے میرا بچہ میرا بیٹا دیا میرا غلام، دینی انسان تم نے میرا گھر اجاڑ دیا۔ میں نے تمہارا کیا کاغذ قلم غلام انسان جس کی تم نے مجھے اپنی بڑی سزا دی۔“ وہ جی جی کر رو رہی تھی اچانک اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

”تم نے میری گود اجاڑ دی تم نے میرا شہر مار دیا۔ لیکن تم اپنے مقصد میں پھر بھی کامیاب نہیں ہو گے۔ میں ہمیں ساری زندگی تک نہیں دے سکتا رہے ہوں۔“ میرے سر سے بھر کر اجاڑ دیا۔ میں نے تمہارا کیا کاغذ قلم غلام انسان جس کی تم نے مجھے اپنی بڑی سزا دی۔“ وہ جی جی کر رو رہی تھی اچانک اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

”تم نے میری گود اجاڑ دی تم نے میرا شہر مار دیا۔ لیکن تم اپنے مقصد میں پھر بھی کامیاب نہیں ہو گے۔ میں ہمیں ساری زندگی تک نہیں دے سکتا رہے ہوں۔“ میرے سر سے بھر کر اجاڑ دیا۔ میں نے تمہارا کیا کاغذ قلم غلام انسان جس کی تم نے مجھے اپنی بڑی سزا دی۔“ وہ جی جی کر رو رہی تھی اچانک اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

اس نے مجھے کہا کہ اس نے میری بڑی مدد کی اور اسے سینے میں گھونپ لیا۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ میں جاگھوکی نہ دے سکا۔ وہ زمین پر گر کر ترچے کی طرح ہوا کہ اس کے پاس کیا تو اس نے میری طرف قاتلانہ نگاہوں سے دیکھا۔

”چوہدری نیرودا! تم نے میری بڑی مدد کے حصار میں رہو گے۔“ اس کے لہجے سے آخری سرگوشی بلند ہوئی اور پھر اس کی گردن اٹھ چلی لیکن اس کی نگاہیں اب بھی مجھ پر تھیں ہوئی تھیں۔ میں گھبرا کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ اور رکھا مجھے دیکھتے ہی میرے کان آئے۔

”مجھو نے سنا یا؟ کیا ہوا؟“ اس نے میرا متوجہ چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اللہ رکھا وہ کیونہ بھی خودکشی کر لی۔“ میں نے اسے بتایا۔

”کیا؟ اس نے خودکشی کر لی۔ یہ تو بہت برا ہوا،“

لئے۔ اللہ رکھا آتا تو میں نے اس سے کیونکہ ہمارے میں پوچھا۔ ”جی ہاں! چھوٹے سائیں میں نے رات کو ہی اس کمرے میں اس کی لاش رکھ دی تھی اور اس کمرے میں ویسے بھی کچھ نہ تھا کہ رکھا ہوا ہے اس لئے وہیں کا آ جانا کیونہ۔ میں نے باہر سے تالا لگی دیا کیونکہ آپ باہر نکل کر نہ کریں بے خبر ہو جائیں اور اس دافنے کو بھولنے کی کوشش کریں۔“ اللہ رکھا نے مسلسل بولنے کو منع کیا۔

”بہت اچھا کیا تم نے۔ میں ٹھیک سے اب تم جاؤ۔“ میں نے کہا تو وہ لڑکھاتا ہوا چلا گیا۔

دن گزرتے رہے لیکن اب میری طبیعت پہلے سے بہت مختلف ہوئی تھی اب میں عورت کو بھی دیکھنا تھا کیونکہ کی صورت میری آنکھوں کے سامنے آ جاتی اور میری طبیعت خراب ہوتی۔ جتنی آہستہ آہستہ میں جہاں آ رہا کی طرف بائیں ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد عورت کی جس کے پاس جا رہے تھے سکون تھا جہاں آرام بھی خوش رہنے لگی۔ لیکن اب میری زندگی میں سکون نہیں تھا۔

تھوڑے عرصے کے بعد میرے گھر پہلا بیٹا پیدا ہوا۔ جس رات میرا بیٹا پیدا ہوا اس رات اچانک پوری خیر ہوئی آجوں اور سکینوں سے گونجنے لگی ان آوازوں میں اتنی تپ تپ کر لڑنے لگا کہ قاتل باہر لان میں اچانک سائے نمودار ہوئے اور غائب ہوئے گئے۔ ہم سب گھبرا اٹھے اسی وقت میرا دو سالن کیونکہ طرف کیا تو کیا وہ واقعی مجھے سمجھتے تھے کہ میں نے کس دے گی۔ میں نے فوراً سوچا۔

ساری رات نہایت خوف اور ہشت سے گزری مجھ ہوتے ہی میرے پاؤں جان گاؤں کے ایک عامل کو لے کر آئے وہ عامل ایک کوٹوالی صورت بزرگ تھے انہوں نے پوری خیر ہوئی میں گھوم کر اس کا جائزہ لیا پھر باہر لان کے وسط میں مجھ کا بچہ اور ایک عجمی حصار اور سب ہوئی کے ملازموں کو اور میں جاہات کی کاپر کوئی نہ آئے۔ ہم سب ہوئی کے اندر وہ کھڑکیوں

سے باہر دیکھنے لگے وہ بزرگ کانٹا درہک پڑے رہے پھر اچانک ہوا چلنے کی اور ہوئی کے دروازے کھڑکیاں زور زور سے بند ہونے کے سبب خوف اور ہشت سے اپنی اپنی جگہ دیکھے رہے وہ بزرگ ایک طرف دیکھ کر کوئی بات کرنے لگے میں کوئی نظر تو نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی بزرگ کی آواز آ رہی تھی اس لئے ہم کوئی اعزاز نہیں لگا سکتے تھے کہ باہر آیا ہوا ہے۔ وہ کانٹا درہک بات کرتے رہے پھر انہوں نے سر ہٹایا اور اس ناخوش سے اشارہ کیا جیسے کی کو جانے کا کہہ رہے ہوں۔ اسی وقت ہوا چلا نہ ہوئی تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر آئے تو میرے پاؤں جان نے سے بچتی سے ان کی طرف دیکھا میں بھی گھبرا گیا تھا کہ وہ کہیں میرے ہارے میں بالا جان کو نہ کھائے۔

”میری ساری عمر ان کاموں میں گزری ہے چوہدری صاحب لیکن میں معذرت چاہوں گا کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔“ انہوں نے کہا م شروع کیا۔ ”یہ سب جو رات کو آپ کے ساتھ پیش آیا اور میں نے ایسا کیا میں نے اسے بلایا تھا اور اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے میرے ساری بات بتادی ہے۔ وہ واقعی بہت مظلوم ہے۔ اس کے ساتھ واقعی انتہائی کمزور کیا ہے یہاں اس کی بڑی مدد ہے جو ساری زندگی آپ کو لوگوں کے ساتھ رہے۔ میں نے خود بھی اس بارے میں حساب لگایا ہے۔ وہ اندر ٹھہر گیا میں کچھ لوگوں کا تو اس کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ وہ ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ ساتھ آپ کو لوگوں کو اور زیادہ نقصان پہنچے ہاں اگر وہ آپ کو مصائب کو دے گا پھر آپ کو لوگ اس کی مدد کے حصار سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن وہ اس بارے میں کوئی سنتے ہی بھول جاتے ہیں۔ لہذا آپ لوگ اب صرف اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، شاید اللہ سے معاف کر دے جو اس غم کا سدھار ہے اب مجھے اجازت دیں۔“ بزرگ بلایا نے سب کو بلوئے ہونے کا اور باہر نکل گئے۔ انہوں نے میرا نام لیا تھا میں لیا تھا کہ وہ بات کرنے کے دوران میری طرف دیکھ رہے تھے ان کے جانے کے

یہود بابا جان نے مجھ سے اس بارے میں در پازت کیا لیکن میں نے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ بابا جان بہت دھڑلے تھے اور ہوسکتا تھا کہ وہ میرے اس عمل سے ناراض ہو کر مجھے جانیٹا دے ہی عاقبت کر دیتے۔

”ہاں! میں نے ظلم کیا تھا اور مجھے اس ظلم کی سزا ضرور ملنی چاہئے جس نے ان بے گناہ انسانوں کو صرف اپنی ضد اور نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے موت کے گھاٹ اتارا۔ میں اسی قائل ہوں“ رات کو میں نے جہاں آراء کے مسلسل بیچنے پر اسے بتانے ہوئے کہا وہ بھی بالکل خاموش بیٹھ گئی۔ ”چودھری صاحب! واقعی آپ نے بہت ظلم کیا ہے اب آپ صرف اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اب صرف وہ ہی آپ کو معاف کر سکتا ہے“ چودھری میرے بعد اس نے کہا۔

”ہاں! میں ایسا ہی کروں گا۔ شاید اللہ کو مجھ گناہگار پر رحم آ جائے۔“ میں نے غصہ کی سانس بھری۔ اس دن کے بعد میری کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو مجھے میرے پریشان کر سکے لیکن جس دن احمد کی سال کا ہوا اس رات ہماری حویلی پر آجرا ہوں اور سبکیوں سے گورج اٹھ گئی اس میں سامنے بننے اور بکڑنے لگے ساری رات ہم نے نہایت غلاب میں گزاری لیکن ہمیں اس بزرگی کی ساری باتیں یاد نہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ جلد میری کچھ نہیں کر سکتے تھے خود میرے عرصے کے بعد میرے بابا کا انتقال ہو گیا ان کے انتقال پر مجھے بچہ چلا کر وہ تھے پھر پڑھتے تھے جب میں نے جانا کہ پیار، محبت و مروتی اس دنیا کا سب سے بڑا اختیار ہے اور میرے بابا جان اس اختیار سے پوری طرح محسوس تھے ان کی وفات کے بعد اب گاؤں کا چودھری میں تمام سے خود کو بالکل تہہ تیہ کر لیا۔ میرا قصد منصب تھا میں قاضی بننے پر کام چھوڑ دیتے تھے یا پھر وقت نماز شروع کر دیتی کہ میرا دل کے بعد میں درود گرائیہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگا تھا۔ میرا سبک دہری برسی کے ساتھ بہت اچھا ہو گیا قاضی صاحب لوگ میری اس کیا

چلتے چر تھان میں تھے لیکن میں نے صحیح معنوں میں اب زندگی کا رخ بدلا دیا تھا۔

بابا جان کے انتقال کے بعد میرے عرصے کے بعد میرے شوگر کھانے کا ایک اور بیٹا پیدا ہوا۔ اس رات پھر ہماری حویلی میں شوگر بنگلہ۔ کار میں شہر نہایت پریشان تھا میں نے فیصلہ کیا کہ ایک وفد بھجوا کر اس اور عامل کو بلایا کر دیکھا جائے۔ میں نے اندھکھا سے کہا تو وہ دوسرے دن ہی ایک عامل کو لے کر آیا۔ اس نے بابا جان میں حصار بیٹھیا اور اس میں بیٹھ کر عمل شروع کر دیا اسی کے عمل شروع کیے تو میری دینی برسی ہوئی کسی کچھ دینے کے لئے پینے کی آواز سے گورج اٹھ اُٹھی اتنی تیز ہوا بیٹھنے لگی کہ سارے دروازے کھڑکیاں کھل گئیں سارے گائیڈ جنریں ہوا سے اڑنے لگیں اتنا شور مچا کہ کھانہ کا پناہا کبھی میری نظر بابا جان میں شامل پر پڑی تو وہیں ہوا میں اچھل کر اٹھا جیسے کوئی آٹھا آٹھا کر پٹ پٹ ہوا جو اب کھانہ میں آ رہا تھا کچھ کچھ میں گھبرا کر کمرے کی طرف ہٹا ہٹا کر میرے من داخل ہوئے یہ میرے دنگلے کمرے ہو گئے میرا ایک دن کا بیٹا ہوا میں بالکل اچھا ہوا تھا جہاں آ رہا بیٹھنے ہوئے ہوں تو کوئی بھی سبب ملازم اور میری اہلی سبب ہوئے تھے ایک میری اہلی جان بھی ہے ہوں تو ہو گئی۔ ”غصا کے لئے سیکھ میرے بیٹے کو کچھ تم کچھ نہیں سمجھتا تمہارے بچے کا واسطہ“ میں گورج گڑا۔

”گورج! کچھ نہیں ملاؤ گے۔“ سیکھنے کی آواز تھا میں نے اب اس کی آواز سننے ہی سارے ملازم بیٹھنے ہوئے باہر ہٹا گئے۔

”سیکھ سے تم آئندہ کب کو نہیں ملاؤ گے گا۔ میرا دعوہ میرے بیٹے کو چھوڑ دو“ میں نے فوراً کہا اس وقت ایک ہوا میں بند ہو گئے دوسرے کی آواز بھی ہو گئی اور پھر ایکچا رام سے زمین پر اس طرح آ گیا جیسے اس کی تمام ہڈیاں ہوا اور لٹا ہو۔ لٹا ہوا نہایت خاموشی کے ساتھ اس کو تہہ تیہ کر دیا۔ میرا دل میں دیکھا ہوا حال عالی ہے ہوں پڑا تھا۔ میں نے جہاں آ رہا کو ہوں دلا دیا وہیں میں آئے ہی پھر بیٹھنے لگی۔ ”میرا بچہ“

”ہاں! ہاں! ایسے تو تمہارا بچہ“ میں نے بچہ کو اس کی گود میں دیا اور خود باہر کی طرف ہٹا ہٹا گا کابرا حشر کا سارا جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے باپ کی گرا کر اسے ہوش دلایا تو وہ میری بات سے بغیر کراہتا ہوا باہر ہٹا گیا۔ میں نے اسے بہت آواز دی وہ بھی گھبرا کر اس مرکز نہیں دیکھا۔ میں اندر آیا اور حویلی میں جو ایک ملازم موجود تھے انہیں حویلی کو کچھ کرنے کا کہا ہوا اسی جان کو لے کر ان کے کمرے سے ایک کھانا کو کیت ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن وہ ہوش میں نہیں آئیں فوراً انہیں لے کر شہر میں اسپتال کیا۔ وہاں ان کے ٹیسٹ وغیرہ ہوئے لیکن کوئی فریڈنٹ دینے سے پہلے ہی وہ اللہ کو چار دی ہو گئے۔ پھر پلوں سے چلا کر ان کے دامع کی کوئی رگ پھٹ گئی تھی انے وہ آتی دہری کیسے زندہ ہو گیا اسی جان کی موت میرے لئے بہت بڑا مصدقہ قاضی پر جان چڑھنے والی آتی تھی میرے سوا کسی نہ میں چل جائے گی مجھے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن میں سوائے مہر کرنے کے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اب یہ ہوئے گا کہ احمد اور خودز جوں جوں بڑے ہوتے گئے ان کی ہر سانگہ پر حویلی میں وہی تھا شاہو نے گا احمد 6 سال کا ہو چکا تھا جبکہ خودز 4 سال کا پھر تم چھوٹے ہوئے اس رات پھر ہماری حویلی میں ہنگامہ برپا ہوا کہ نہ میرے سر پر نشان پڑا ہوئی تھا جب تم 2 سال کے ہوئے تو ایک دن احمد نے اپنے بازو میں دروزی حکایت کی کہ میں کو بلایا کر کیا اس نے دوای دی لیکن کوئی اتنا نہ ہوا رات ہوئے ہوئے بازو کا درد پڑے کہ نہ میں میں میں کھیم کو بلایا گیا لیکن اس نے جواب دے دیا اور کہنے لگا کہ تمہارے شہر لے جائیں آ رہی رات کا وقت تھا اس نے حویلی میں سوچا کہ کچھ کی روشنی چھپتے ہی میں اسے لے جاؤں گا رات جیسے جیسے کراہی جانے لگی اس نے شہر اسپتال لے جانے کی کوبت ہی نہ آئی۔ احمد نے اس رات نرپ ترپ کر میرے سامنے جان دی لیکن میں کچھ نہ دیکھا میری اپنی دولت کی کام نہ آئی۔ مجھے احمد بہت پیارا

تھا اس رات میں نے دو چاروں سے سرگرمیابی اس رات ہماری حویلی میں ایک کچھ نہیں سے گورج اب اس پہلی دفعہ ہوا تھا کہ ہماری حویلی میں ہر طرف میرا کچھ تھمتے گورج نے تھے۔ ”غصا کے واسطے میں صاف کر دو ورنہ مجھے اندھکھا بھی صاف نہیں کرے گا۔“ میں نے گورج کو اسے ہونے کہا۔

”ہمیں..... ہر گز نہیں“ سیکھنے کی سرکشی سانی دی اور مجھے ایک چابک سبکیوں میں بدل گئے جو کم ہوتے ہوئے کچھ میں اور جہاں آراء مدد سے ڈھال ہو گئے تھے۔

احمد کو فوت ہوئے 2 ماہ کا عرصہ گزر گیا میں اور جہاں آراء مدد سے سنبھل گئے تھے لیکن احمد کی باتیں شراعتیں یاد کر کے ہم ابھی بھی چپ چپ کر دیتے تھے۔ اس دن کے بعد سے پھر مسکون تھا لیکن قدرت کو شاید میرا مسکون تھا نہ ایک دن تم کھیتے ہوئے گیٹ سے باہر کھل گئے کہ پھر وہاں ہی نہ آئے میں نے کوئی جگہ نہ چھوڑی جہاں جہیں ڈھول اندھ کو گوں کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن تم نہ ملے یہ دوسرا عرصہ جہاں آراء کے نہایت جان لیوا ثابت ہوا اور وہ مجھ سے بغیر کوئی ٹھکڑے کی ایک رات نہایت خاموشی سے اس دیا گئے آنا تو کر کر کر میرے کھوں کے آ زاد ہو گئی۔ اس رات حویلی پھر کچھ نہیں سے گورج اٹھ گئی میں کچھ سے روئے پھر صدمات سے اس قدر غلام ہو چکا تھا کہ اب سیکھ سے سمانی مانگنے کے قائل بھی نہ رہا تھا۔

بعض دفعہ میرا دل خود کی گرا کر تھا لیکن پھر خود کا کچھ میری گاہوں کے سامنے آ جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے خود کو خودز کے لئے سنبھال لیا میری زندگی کا خودز تھا حویلی جہاں بہت پر رونق ہو کر تھی اب بالکل سناٹا ہو گئی اس سارے ملازم اس خوفناک صورتحال سے گھبرا کر حویلی چھوڑ گئے تھے صرف اللہ کر رہا تھا کہ وہ رات ملازم میرے ساتھ تھا میں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا لیکن وہ بھی تھکی تھکے دینے کے قائل نہیں رہا تھا اسے خود کوئی کی ضرورت تھی کیونکہ ایک دن



ایک تیل کا چہا چہینے سے مراد اے! آگ کی لپٹ میں آگے تھے لوگوں نے آج بجائے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی ناکام نہ ہوا، اندھا دکھا اس وقت حویلی میں تھا اسے جب اس واقعے کی خبر ملی تو وہ بھی مگر کی طرف بھاگا، اپنی بیوی اور بچوں کی کونکھ بنی لاشوں کو دیکھ کر اسے سکتہ ہو گیا اور جب اس کا سیکڑو تانوا ہو کر لے کے قافلہ نذر باقواں کے کیے کی سڑاکی اسے لے کر نکلا وہ بھی اس جرم میں میرے ساتھ شریک رہا تھا۔

ایک دن شہزاد کھینچے کھینچے کر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اس واقعہ میں نے دیکھ کر اسے اور اور اسے لے کر شہر اسپتال پہنچا ڈاکٹروں نے اس کا سیکڑو اور ابھرے کئے تو پتہ چلا کہ اسے بلڈ ٹیکس ہے اور آخری آگچہ ہے اس وقت میرے کمرے کوئی علاج نہ تھا میں نے است ایمر لے کر اپنا جان لیوا ڈاکٹروں نے مجھے کئی اسپتالوں کی ایک کمرہ آخری آگچہ پر تھا اس نے اس کے خیال میں اب باہر سے بھی اس کا علاج ممکن نہ تھا میرے شعور نے ایک ماہ میں میرے سامنے بیان دیا۔ اس وقت میں چیخ چیخ کر رہا۔ اللہ سے فریادیں کھلوں کیے مجھے کچھ بڑے تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ میرا سارا کمر میرے سامنے سوت کے تہ بند میں جا سکتا تھا لیکن میں کچھ نہ کر سکا بھی مرنے پانا تھا لیکن میں حرام موت میں نہیں چاہتا تھا۔

وقت بہت بڑا میرے پاس آہستہ آہستہ مجھے قرار آ گیا اس دوران اللہ کھانہ بھی فوت ہو گیا میرے سامنے اپنی آمدنی کو رقمی کاموں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسکول بڑا، گاؤں میں شہر بن گیا، اسپتال بڑا، عوامی عریں اور بیٹاؤں کی مدد کرنے لگا۔ بعض دیکھ مجھے شہزاد بھی لایا آقا تھا اور میں نے اسے دعا کرتا تھا کہ اگر تم اس دنیا میں آؤ تو میں بھی حویلی میں داخل نہ ہو جو ایک دودھ کے صدار میں ہے لیکن جب ملازم نے تمہارے آنے کی اطلاع دی اور میں نے سمجھیں دیکھا تو میرے دل نے فوراً گواہی دی کہ تم ہی میرے بیٹے ہو۔ میں اپنے آپ پر قابو نہیں پاسکا شہزاد کی

موت کے بعد اسے اس حویلی میں سکینوں کی آواز صرف اس رات گئی تھی جس رات سیکڑے نے خود کشی کی تھی لیکن جب کل رات یہ آواز پڑا آئیں تو مجھے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ تم ہی میرے بیٹے ہو۔ تمہارے کمرے کے نشانے میں بھی موت فرام کر یا میرے بیٹے میں نے ساری حقیقت تمہیں بتادی ہے تم سے ایک لفظ بھی نہیں چھپایا۔ گوکہ اس پوری کہانی میں بعض باتیں ایسی تھیں جو کہ ایک باپ اپنے بچے کے سامنے نہیں کر سکتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بے خبر نہیں رکھنا چاہتا تھا پتا نہیں چاہتا ہوں کہ تم اس حویلی سے چلے جاؤ۔ کیونکہ تم ہی اب میرے وارث ہو اور میں تمہیں گھوٹا نہیں چاہتا تھا شہزاد ایک اس لئے میرے بچے ہو کہ تم نے تمہیں اور پھر اس باپ سے اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ چہدہ کی فیروز بخت نے ساری حقیقت حسن کو بتاتے ہوئے کہا کہ حسن نے ایک مولیٰ سانس لیا دھنی ہے ساری کہانی تمہیں اس کی کہنے دو مجھے کھڑے ہو گئے تھے دو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے باپ کا بھی ایسا بیک ہوگا لیکن یہی اس لئے اپنی ساری عمر اس جرم کی سزا پانے ہوئے تھے کہ وہی...

یہ وہ دن تھا حقیقت جاننے کے بعد اب حسن یہ چاہتا تھا کہ سیکڑے کی جین روغ کو فراموشی ملی جائے اور اس کے باپ کی سزا بھی صاف ہو جائے۔ اسی وقت چہدہ کی فیروز بخت نے حسن سے اس کے بعد حالات تو پیچھے تو اس نے بولی سنبھالنے کے بعد ان کی ساری باتیں سنائی اور خاموشی سے اٹھ کر اس کی روم سے باہر آ گیا۔ باہر کل کہ وہ عمران ہو گیا کیونکہ باہر رات ہو چکی تھی۔

”اتنا غم نہ کر دیا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔“ حسن نے جبراً ہی سے سوچا۔ اسے اب بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے ملازم کو آواز دی۔ ”میں صاحب! ملازم“ نے پوچھا۔

”کھانا لاؤ۔“ سخت بھوک لگ رہی ہے۔“ سزا

”جی اچھا!“ ملازم نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر تک حسن اور چہدہ کی فیروز دکھانے کی کوششیں ہو رہی تھیں لیکن ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی چہدہ کی فیروز خاموشی سے حسن کا رد عمل دیکھ رہے تھے کھانا کھانے کے بعد حسن نے کہا۔

”اباجان! اب میں سوؤں گا تمک چکا ہوں“ اور وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ وہ بھی اٹھ کھٹک چکا تھا اور اب صرف سوتا چاہتا تھا اس لئے اس نے جرم کی سوچوں کو اپنے ذہن سے بھٹکا اور سونے کی کوشش کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہ کمرے کی بیڈ میں ڈوب چکا تھا۔

وہ رات آرام سے نہ کر سکا دوسرے دن حسن نے اٹھ کر ناشہ کرنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کمرے کا کھانا کھالیا جہاں پر سیکڑے کی لاش ڈال دی تھی۔ حسن نے تالا کھولا کہ ملازم کو وہاں پہنچ دیا اور دروازے پر سے کہہ کر وہ دروازہ کھولا اور وہاں کھلے ہی اس کی ناک سے بڑبڑا ایک بھوکا کھانا اس نے باندھ کر لی اور اندر داخل ہو گیا سارے کمرے میں کاغذ کا زنجیر تھا حسن نے اس جگہ کو دیکھنے کی کوشش کی جہاں پر سیکڑے کی لاش ڈال دی تھی لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اس نے کمرے کی جگہ پر پھر چہدہ کی فیروز کے پاس آ گیا وہ حسن کو دیکھتے ہی اٹھ کر اسے دروازے کا کھانا کھا چکا تھا بات سے اچھا جان! آج آپ بڑے خوش نظر آ رہے ہیں“ حسن نے سکرٹاے ہوئے پوچھا۔

”ابا! اپنا آج تمہاری سالگرہ ہے تم 25 سال کے ہو گئے گے۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”اچھا! آپ کو میری بیڈ میں کھانا کھانے کی ایک تک یاد ہے؟“ حسن نے جبراً ہی سے پوچھا۔

”ہاں بیٹا! کوئی اپنے جگر گوشے کے دنیا میں آنے کا دن بھی بھولے ہے۔ تم اس حویلی میں نہیں تھے لیکن میرے دل میں تو موجود تھے۔“ چہدہ کی صاحب نے آدھ بیدارگی میں کہا۔

”فیک ہے ابا جان! آپ اب مجھے یہ بتائیں کہ میری سالگرہ پر مجھے کیا تحفہ دیں گے؟“ حسن نے

سکرٹاے ہوئے پوچھا تو چہدہ کی فیروز صاحب نے ہنسے۔

”بیٹا! ابھی تو میں ہاں میں تھوڑے دنوں تک تمہیں ایسا تھا جو کہ تم ساری زندگی اس مجھے کو یاد رکھو گے۔ ابھی تو کیا کہہ کر میں کئی گھنٹوں کا اس کے ساتھ رہی رہیوں کی سیر کر ڈوں۔ جس دن سے آئے ہو اس حویلی میں بند ہو۔“ انہوں نے کہا۔

”فیک ہے ابا جان! پیچھے آپ کی مرضی۔“ حسن نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد حسن کھیتوں میں موجود تھا وہ زمینوں کی دھت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ ”کاشی جانیاد وہ ہے ابا جان کے پاس! اس نے سوچا شام ہوئے تک وہ اصرار کر رہا تھا کہ اب وہاں تک چکا تھا اور وہاں حویلی آ گیا۔ چہدہ کی فیروز صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ رات کو روم کر رہے ہیں حسن نے انہیں ڈسٹر بن کر صاحب سے دیکھا اور فریض بننے کے لئے اپنے کمرے کے بستر پر موجود تھا اس کا ذہن اسی معاملے میں الجھا ہوا تھا ”مجھے یہاں آئے ابھی ایک ہفتہ ہوا ہے اور کیسے کیسے اکشفاں ہو رہے ہیں وہاں مراد اور شانی میرا انتظار کر رہے ہوں گے لیکن یہاں کا معاملہ سمجھاؤ یاد وہ ضروری ہے انشاء اللہ میں اسے یہ معاملہ حل کر کے دوں گا“ حسن نے کھانے کا کھانا اس کے کپڑے میں سزا فرام ہو چالی جانے۔ اس زندگی کی خوشیوں پر ان کا بھی حق ہے جو اب میں انہیں دلوں کر رہا ہوں کہ تو یہ مشکل کا کام لیکن اسے مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ میری مدد فرما کر رہے گا۔“ اسی سوچوں میں کھوتے ہوئے اس نیند آگئی خواب میں اس نے ایک جماعت خود مختار صورت کو دیکھا جس کے کپڑے سرخ تھے اور بڑے دار و دروازہ اور دھنی کی جس جگہ کہ تہ کھڑی تھی اس سے کافی دور ایک مرد اور بچہ کی کھڑے تھے اور دونوں کی خوں میں لہانے ہوئے تھے بھڑک رہا تھا اس صورت کی طرف آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ان محسوسات کو چاہیے کہ ان دھنی داران کے درمیان ماحول ہری ہوا تھا کھیتوں سے پیچھے کر کہا شروع



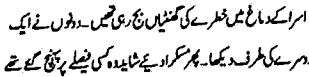
مختصر بیان کیا اور اپنا خواب بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یہ چھا۔ "بات باطل صاف ہے بے شک اس عورت نے اپنی عزت بچاوتے ہوئے خود کی بھی لیکن بہر حال یہ تمام ملے ہوئے اللہ نے اس کی جگہ سے ممانعت کی ہے اس لیے اب اسے اس گناہ کا عذاب ہو رہا ہے تو کون اس کی مغفرت کر لے دے گا میں کرو اور مجھ کو کھانا کھلاؤ خیر لوگ تو اس کے لئے صرف یہی کر سکتے ہو ہو سکتے کہ اللہ اس کی سزا معاف کر دے۔" امام صاحب نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا تو حسن گہری سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس نے امام صاحب کا کھڑے ہوا ادا کر دیا صبر سے نکل کر حویلی کی طرف چل دیا۔ حویلی آ کر اس نے چوہدری فیروز کو سب کچھ بتا دیا انہوں نے دوسرے دن ہی اپنے مہاجر اسٹا کھانا کھا کر قریب بیٹھ کے چیتا کاغذ پر اپنے عذاب گھڑوں کو کھانا کھلوایا صبر میں سیکڑ کی مغفرت کی دعا کروائی گئی بیٹھ میں دو گھنٹے بار انہوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اس دن کے بعد سے حویلی میں ایسا کرنا چل چلا نہیں آتا تھا جس سے وہ کوئی اندازہ نہ کئے ایک ماہہ گزر گیا اب حسن نے سوچا کہ یہ معاملہ تقسیم ہوا اب شانی اور مراد سے مل کر انہیں تمام حقیقت بتادی جائے لیکن اس سے پہلے چوہدری فیروز نے اس بارے میں بات کر لینا مناسب ہوگا۔

یہ سوچ کر اس نے ایک دن چوہدری فیروز سے کہا۔ "ابا جان! آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔" "ہاں! کہو بیٹا، کیا بات ہے؟" انہوں نے پوچھا۔ "ابا جان! اگر میں میرے دوست مراد سے مراد اور شانی وہ پتے لکھے ہیں لیکن یہ روزگار ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں چاہتا ہوں کہ انہیں حویلی لے آؤں۔" پھر آپ کہہ دو گھنٹے کے انہیں بھی نوکری پر رکھوا دیجئے گا۔" حسن نے انہیں بتاتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! انہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی تم اب اس حویلی کے مالک ہو چکے ہو کہ وہ ویسے بھی اپنی

بڑی حویلی خالی ہے" چوہدری فیروز نے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا حسن نے ان کا شکریہ ادا کیا بخیر ہی دیا۔ کچھ بعد اس کی گاڑی شہر کی طرف بڑی جا رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ میوہ راشنی اور مراد کے گھر گیا دروازہ کھٹکھٹا تو مراد نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی صدمہ ہوا گیا۔ "حسن! حسن! تم کیسے آ گئے۔" چہ ہے تم نے کتنا انتظار کر لیا ہے تم نے کوئی رابطہ کرنے سے بھی غافل کیا تھا ورنہ ہم وہی کر لیتے۔" حسن نے اس کے منہ کے آگے ہاتھ رکھ دیا اور اسی طرح سے دھکیلا ہوا اندر لے آیا اس وقت شانی بھی باہر میں آ کر آیا اور حسن کو دیکھتے ہی جھکے کہنے کے لئے نہ کھولا اور حسن نے اسے چپ ہونے کا اشارہ کر دیا اور اپنا منہ چھڑانے لگا۔ "حسن! اب تم نے یہیں آکر لانا۔ میرے پاس نام کم ہے اس لیے صرف میری بات سنو مجھ کے نامی کی بات۔" حسن نے مراد سے کہا تو اس نے اپنا سر ہلایا اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے ہٹالیا۔ "میرے ساتھ چلو اور خاناموشی سے نکلاؤ۔ اپنا ضروری سامان لے لو۔" مراد بتائیں میں گاڑی میں بتاؤں گا تمہارے پاس صرف کتنے گھنٹے ہیں۔" حسن نے کہا اس منٹ کے بعد وہ واقعی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ "اب تو تیار کر لیا گیا ہے؟" مراد نے پوچھا۔ "چوہدری فیروز بخت میرے اصل والد ہیں؟" حسن نے کہا۔ "کیا؟" "دلوں ایک دم بچ اٹھے۔" "تمہارا مطلب ہے کہ وہی چوہدری فیروز بخت؟" شانی نے پوچھا۔ "ہاں! باطل دہلی۔ وہاں میرے ساتھ کچھ ایسے واقعات چلے آئے جن کی بنیاد میں تم سے رابطہ نہ کر سکا مجھے پہلے دن ہی یہ چل گیا تھا کہ میرے والد ہیں اور انہوں نے مجھے نبوت بھی پیش کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ حویلی میں رہو میں نے ابا جان سے بات کی ہے اگر تم ایسے انسانوں کی طرح وہاں رہو تو تمہارے اچھے دوستوں کے

باعث ہو سکتے ہیں کہ وہ تم لوگوں کی نوکری کا بندوبست کر دیں؟" حسن نے تفصیلی بات کرتے ہوئے کہا۔ "وہ تمہارے والد ہیں اس کی تو ہمیں بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ ایسے انسان تو ہم پہلے ہی جتنے لیکن یہ روزگاری ہے ہمیں اس طرف ہاتھ کر دینا چاہیے اگر ہمیں نوکری مل جائے گی تو ہمیں کیا ضرورت ہے حرام روزی کمانے کی؟" مراد نے کہا تو شانی نے بھی اس کی تائید کی۔ "وہاں جا کر تم نے کوئی ایسا کام نہیں کرتی جس سے ہمارے پاس کے بارے میں کسی کو پتہ ہو تم اپنے پاس کو کھول جاؤ اسے دن کرو اور دینی زندگی شروع کرو۔" حسن نے کہا تو دونوں نے سر ہلایے اپنی دیر میں حویلی آ گئے۔ فیروز دوست گاڑی سے اتر کر حویلی میں داخل ہو گئے۔ "ابا جان! کہاں ہیں؟" حسن نے ایک ملازم سے پوچھا۔ "وہ اندر اپنے کمرے میں ہیں" ملازم نے جواب دیا مراد اور شانی محم زوہ سے حویلی کی شان و شوکت کو دیکھ رہے تھے حسن انہیں لے کر چوہدری فیروز کے کمرے میں داخل ہوا۔ "السلام علیکم! ابا جان، میں آپ کو ڈسٹرٹ تو نہیں کیا؟" حسن نے سلام کرتے ہوئے پوچھا۔ "بیٹیکم! السلام! انہیں بیٹا نہیں لے کہاں اس طرح ہونا تھا یہ نہیں تمہارے دوست۔" چوہدری صاحب نے کہا۔ "میں ہاں! یہ مراد ہے اور یہ شانی؟" حسن نے دونوں کو آگے کیا۔ تو دونوں نے چوہدری فیروز کو سلام کیا۔ "بیٹیکم! سلام! مجھے بہت خوش ہے کہ اب وہاں جا رہے ہیں۔" چوہدری صاحب نے انہیں دیکھا۔ "چوہدری صاحب! یہاں پر تکلیف نہیں ہوگی۔" چوہدری صاحب نے کہا۔ "بیٹے! حسن! ان کے کمرے میں بیٹھا دو۔" سفر سے تھک گئے ہوں گے۔ آرام کریں۔" چوہدری

صاحب نے حسن سے کہا۔ "تھیک ہے بابا جان! آؤ مجھے تمہیں چھوڑا دوں گا۔" "ابا! اب میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دوستوں سے مل سکے ہوں۔" "یہ واقعی تمہارے والد ہیں حسن۔" شانی نے کہا۔ "تم نے شاید غور نہیں کیا تمہاری ان کے ساتھ مشابہت اتنی حیرت انگیز ہے کہ تم ان کی جوانی کی تصویر معلوم ہوئے۔" "یہاں وہاں بات ہے کہ جہیں بھی یقین آ گیا۔" اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ جہیں یہ رشتہ کیا کا؟" حسن نے پوچھا۔ "بہت! یہاں۔ یہ رشتہ بہت پرانا ہے لیکن اس کا احساس دینا ہے ہم دونوں نے تو اپنے باپ کی شفقت نہیں دیکھی۔" البتہ آج آج اس محسوس ضرور کیا ہے" شانی نے جواب دیا۔ "ابا! واقعی حسن۔ اور بہر حال یہ کہ اب واقعی میں زندگی گزارنے کا حزمہ آگے۔" مراد نے بھی جھگڑو میں حصہ لیا۔ "بہت اچھی بات ہے اب تمہارے کمرے آگے بھی لے لیا اب تم آرام کرنا ہاں! ہمیں بعد میں ہوں گی۔" حسن نے کہا تو دونوں اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ رات کے کھانے سے کچھ پہلے حسن کی دی لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ملازم نے اسے آکر بتایا کہ چوہدری صاحب اسے بلا رہے ہیں۔ حسن فوراً ان کے پاس پہنچا۔ "میں ابا جان کیا بات ہے؟" حسن نے پوچھا۔ "بیٹا! میں اب بولا ہوا ہوں مجھ سے اب اس جانیے گی مگر انہیں نہیں ہوا۔ اس لئے میں نے بہت



**دونوں** لڑکوں کے کڑی کرکٹ کھیلنے میں  
مائل ہونے تو یوں پریشانی کے عالمی ہے چشمہ بچے  
کر کے ہری ہری کھڑوں کا ہزاروں لپ۔ پڑوں کے  
پاس نرسٹ کا کاکٹ ہے۔ ٹنگا چرت ڈالنے نے  
جیب سے نکٹ لکھ کر لڑکی کے طرف ہر معلوم لڑکی نے  
گنگد کی کھور ہر شمشک پر ہمارا کرکٹ پر پڑے گی۔  
"ہو پڑے چیک کر ہو کب کا مجھ"۔ دونوں اس  
دیکھے لڑکی سے پتا چلتا ہے کہ اس لڑکی کا کھیل کھڑوں  
سامنے لڑکی میں پڑے ہے کچھ ہر ہر لڑکی کے اتھار کھیل کر  
رہے۔ شریل کرکٹ تو سچی تو اس نے راک میں کھیل کر  
ہزار ہا رے چلا دیے ہیں گانے سے کرکٹ کھیل کر آنا۔

ہوئے تھے اور وہ کھٹکھٹا لگے۔ اسی وقت کبوتر کی آواز  
حسن کے کانوں میں گونجی۔ ”تھہراہت تھہرے جسم سے نہیں  
آزادی دے رہی اور مجھے دھاب سے نجات دلائی ہے، تھہراہت  
پر اساتھ جس کا پیلا ہے یہ کبھی چوری چوری تیرے دل کو  
اپنی ہڈی سے آزاد کرے گی“ اسی وقت حسن کی آنکھیں  
کھلیں اس نے محسوس کیا کہ کمرے میں نہایت خوشگوار بہک  
چکی ہوئی ہے وہ آنکھ کھینچ کر اس کی نظریں پڑی  
ساتھ سے پڑی اور دل میں اچھا لگا تازہ چولہا دکھا ہوا  
ہوئے تھے۔ ”حسن نے کھوکھلے جسم میں سے نہایت  
دلربا خوشبو آ رہی تھی۔“

کیا اور اسے کچھ دیک دیکتے رہے اور پھر اسے سینے سے لگا لیا۔  
”تم رفاقی میرے بیٹے ہو“ انہوں نے کہا پھر انہوں نے حسن کو طوطیہ کا کپڑا کاغذات اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔  
”اے ایک جانیہ یہ سناؤ تم جہاد کے دوستوں کے بارے میں کیا بد دوستوں تک میں ان کی لوگری کا

بندوبست کرتا ہوں لیکن ایک شرط پر کہ وہ ہمیشہ اسی حوصلے میں رہیں گے۔ "انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "زندہ ہوا"

اسراخول سے پیچھے ہو گئی۔ ”نہ سڑ کیوں نہ  
مجھ سے تمہارا شوہر ہوں، انہیں پریشان ہوتے ہوئے  
دیکھ سکتا۔ اس لئے چلا آیا۔ اب ہم دونوں ایک  
ریں گے۔ جہاں میں پریشان کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔“  
”خیں مقررہ میرے ساتھ رہا نہیں کر سکتے،  
سے بہت جیت کرتے ہو اسراخول کی حق۔“

”تم کو قسم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ مگر تم ہی مجھے سے محبت نہیں کرتی۔ ورنہ میرے ساتھ جانے سے انکار کیوں کرتی؟ اب تمہیں ملنے دے دوں گی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“ اس نے کارفرار کی لٹاؤں پر کھڑی کر دی۔ ”پلیز گاڑی چلاؤ۔“ مگر وہ آرام سے بیٹھا رہا۔

دور سے اسے زین آتی ہوئی نظر آئی تو خوف سے  
اسرا چلائے گی۔ "خدا کے واسطے صفدر ایسا مت کرو پلے  
گاڑی چلاؤ۔" زین دسل دیتی ہوئی تیزی سے حق کی  
طرف بڑھ رہی تھی۔ جیسے جیسے زین کار کے قریب پہنچی اسرا  
چلا کر صفدر سے لپٹ گئی کار کا ایک دور دراز جھکاؤ کار کو ہلاتی  
ہوئی دور جا گئی۔ زین کچھ گئے جا کر کھڑی گئی۔

سب لوگ اتر کر کار کا طرف بھاگے۔ چند لوگوں نے کار کو سیدھا کیا اور اس کا لاش نکالی۔

شرعیہ اور جلاویہ حیرت کا ربٹ ہے اس کو دیکھو ہے  
تھے اور اس کو دے ہوئے اپنے ہم سطروں کے قریب آ کر  
ان لاش کو دیکھنے لگی۔

شریوں کی جلدی کا تھم چکا تھا۔ "چلو چلتے ہیں پتہ  
 نہیں کہیں مجھے یہاں تک پہنچے کہ اس لڑکی کی روح اہلے  
 قریب ہی ہو۔" دونوں جلدی سے لڑیں کی طرح بڑھ گئے۔  
 اسرار دونوں کو جانتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہی تھی۔  
 "گاڑی کے ہم سفروں سے دو تھوٹی گلی میں اس کے مرنے کے  
 ہم سفر نے ہی اس کی مدد کی۔" جین نے۔

”چلو اسرا بھائی مجھے جانے کا وقت ہو گیا ہے لوگ  
تمہاری لاش کو گھر پہنچا دیں گے“ مفید نے اسرا کی کلائی  
پکڑی اور دونوں ایک طرف چل پڑے۔

وہ جیسے جیسے ان کے قریب آ رہی تھی وہیں ہاتھوں ہاتھوں سے  
 طرح طرح کے کھوکھلے انکسٹن کرنے لگے جیسے ہی اس کے  
 قریب آئے وہ ہاتھ کھل گئی..... اور وہیں  
 ہانک مارا ہر کھل گئے وہ ہاتھ کو باہر سے بند کر دیا۔  
 اس کے قریب خالی کمر کمر میں کوئی نہ کوئی  
 کسان بھی اندر نہ تھا گاڑی جیسے ہی اسٹیشن پر آ کر اس  
 نے اپنا سامان اٹھایا۔ وہ ہاتھ کھل کر باہر آئی تو وہیں خوفزدہ  
 کی طرف کمرے سے تھکے اس کے قریب آ گئی۔

”مگر ہواست میں کی بجوت دوت نہیں ہوں۔ ہم  
دووں بڑے بہتر لڑکوں نے مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کیا  
میں شاید دوسرے کے بچے کے لئے جہاں کی۔ اب یہاں  
میری طرف سے گنہگار کو۔“ اور وہ خفاک سا مسکرتہ  
کے افسوں میں چلا گیا۔ ”تم سو کا سامان امد ہے“ وہ  
تیزی سے گاڑی سے نچر کر اسی گھر دوں حیرت سے  
اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے کہ ایک معمولی سا لڑکی انیس  
سے نوے باکرہ لگی۔

اسرا کا شوہر مصداق آتشیں پر اس کا انتظار کر رہا تھا اسے آزاد کر کے کرنا کے بیڑہ کس کے ہاتھ سے ایک لڑکا۔ کچھ بعد کار میں بیٹوں کے چھتہ کو بیٹا رہے تھے۔ ”شکر ہے تم ان شیطانوں سے محفوظ رہی۔“ ”گھر والے کیسے ہیں“ ”سب ٹھیک ہیں اور بڑے بہت“

[illegible]

”ہاں! میں مر گیا ہوں۔ تمہیں لینے آ رہا تھا تو میرا ایک سیڈٹ ہو گیا۔ اس منٹ پہلے ہی اچانک میں کھڑکی میں نے دوڑ دیا۔ تمہیں پریشانی نہ اس لئے لینے چلا آیا۔“

کرے میں اس نے کتنی بڑی حیرت اُٹھائی ہے جس کی  
 وجہ سے وہ کیا فائدہ دیکھ چکے تھے۔ ان دنوں کے اڑتے  
 ہوئے رنگ دیکھ کر اسے خطرے کی بجھک ہونے لگی تھی۔  
 وہ دوتے ہو رہا تھا۔ کیا ایک کمرہ میں اس کی سبکدوشی ہو کر  
 زیادہ تر جیل میں رہی ہو چلائی ہو گی؟ کسی کی سبکدوشی کے  
 نہیں آج سچا کچھ شریک نہیں تھا کہ اسے اہل اس کا دل خوف  
 سے بچنے سے ابھرنے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ اس  
 نے جبکہ کر کتاب اٹھائی اور اس کی طرف بڑھادی۔  
 ”تو یہ کیا ہے؟“ اس نے کہا۔

پھر اس نے کتاب کے کھلے صفحے پر لکھ دیا۔  
 ابراہیم نے اس کی ایک کاپی کرنے کی بجائے وہ اس  
 قلموں کے لئے لکھا تھا کہ وہ اس کی کاپی کرے۔ اس نے  
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 فیصلے پر پہنچ چکے تھے۔ اس نے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 چرچے پر پہنچ چکے تھے۔ اس نے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے  
 جو کچھ وہ لکھ رہی تھی۔ اس نے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

[illegible]

حالت پر آم آ رہا تھا۔ مرگاہ ہاں ان دونوں کے چہرے سے  
 ڈھڑکنے لگے تھے۔ اس کا ہاں نہیں تھا۔ ہاں ہاں کہنا تھا کہ  
 ان دونوں کو ہر ایک کو دے۔ "پچھلے دنوں میں عالم کے  
 گھر میں کتنی خالی تھا۔ خیال پر غامض تھی ہڈی کی شاہد  
 بھول گئے تھے جیسے ایک شہادت سوچی۔ اس سے سندس  
 پندار کا عالم کے کر کے ایک طرف پڑھا جس نے دھڑلے  
 پر تھک دی، عالم نے جیسے ہی دروازہ کھولا تھا وہ دیکر  
 پاگلوں کی طرح چلائے گی۔ کب گھر والے میں ہو گئے  
 جب میں نے عالم کے کہنے کی تھی جیسا کہ میں نے  
 دیکھا تھا کہ ایک طرف سے "دورانیہ میں سوئی  
 "پڑا کچھ نہیں ایک آدمی نے اپنے لئے کزن کو دل  
 سے قتل کیا، اور اسے کالج میں ایک ڈانہ ہوا تھا اور  
 دوران میرے چھ میں ایک ڈونگا کا ناک آ یا اور اس  
 اسے کمرے کیا۔ میرا کزن سوا تھا۔ میں نے اسے  
 سامنے دیکھ کر اسے جگانے لگا جب اس کی آنکھ میں  
 آئینے میں اس کا کھنکھن کر ڈونگا کی شکل کر دور سے  
 چلا اس میں وہ کب کھنکھن کر ڈونگا سے کمرہ  
 ڈانگا کی شکل میں کھنکھن کر ڈونگا سے کمرہ

[illegible]

میرادل دھڑکن بھول گیا لرے میرے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور چائے نے تالین کوڑ کر دیا۔ سامنے کا منظر ناقابل بیان حد تک بے یکا تھا



آج کی رات مجھ پر بہت بھاری تھی، مجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں، باہر زوروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بار بار بجلی کی کڑک دل کو دھڑکا دیتی۔ دو بجتے ہیں اس کی بیس منٹ اپنی تھے۔ جنرل جوں وقت کر رہا تھا میری سائیس تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ کیونکہ دو بجے اب کچھ ہونا تھا جسے میرا دشت نہیں کر سکتی تھی۔ ”پا خدا! وہ کیا ہوگا؟“ میں نے دل میں سوچا۔ ”وہ بجے سے پہلے ہی کاش میں مر جاؤں اور وہ منظر دیکھنے کے لئے زندہ ہی نہ رہوں۔“ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی ٹوڑی رواں ہو گئی۔ میں بار بار سہمی پر سوئی اپنی چٹا تیرا کوغور سے دیکھتی اور بار بار لگا دیا تھی نہ کہ اس پر چلو تک دیتی۔ ”پا خدا! یہ کسی آزمائش ہے۔“

ماہی کے بیٹے واقعات ملے میرا جس میری آنکھوں کے سامنے کھڑے تھے۔

”دعا احمد سے میری شادی آج سے 19 سال پہلے ہوئی۔ وہ خاندانی طور پر مینڈا رنگ تھی۔ کالی اصر کبیر۔ جبکہ میں ایک معمولی متوسط خاندان کی لڑکی تھی۔ ہماری شادی کی وجہ، ہم دونوں کی ایک دوسرے سے شدید محبت تھی۔ ہم کالج میں ساتھ پڑھتے تھے۔ اپنی کلاس کے قابل ترین طالب علموں میں ہمارا شمار ہوتا تھا کی وجہ ہم میں لڑکوں کو دیکھ کر چلے ہوئے جس کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہم ایک دوسرے سے قدرے بے تکلف ہو گئے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے گریب تر چلے آئے۔ تھوٹھکھڑ۔ ہم دونوں نے بڑی مشکل سے اپنے اپنے گھر والوں کو راضی کیا اور یہ سانا قصہ ہماری شادی پر ختم ہوا۔

کے بعد میں نے اپنے شوہر کو روبرو دیکھا جو چائے کا مشورہ دیا لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنے گاؤں اور اپنی جوتی سے انہیں اپنے والدین کی خوشبو آتی ہے میں بھی تھک ہار کر خاموش ہو گئی۔ آخر مجھے کیا تکلیف تھی سب کچھ تو تھا یہاں۔ تو کمر جا کر ڈھانچا اور دب سے پوچھ کر محبت کرنے والا شوہر۔ دعا احمد جنہوں نے والدین کے چلے جانے کے بعد کسی تھکے تھکا پڑا دیا جس کی کوئی انتہا نہیں۔

زندگی بھر معمول کے مطابق چلے گئے۔ دعا احمد نے زمینوں کا کام سنہیل لیا اپنے والد کی لمبی پر فیض گئے۔ مکہ کو سفر بعد میں نے انہیں لکھا خبر ان کے لئے کر دو بچوں کی طرح خوشی سے بابتے گئے ہمارے اس خفیوں گھر سے آگے میں ایک گلاب کھٹے والا قاضی کے ہم دونوں نے بچپن سے قتل کے قتل کے بعد جب اتنی بڑی خوشی ملی تو ہم نے غم سمہلا دیے۔ اب زندگی میں رونق ہی رونق اور خوشی ہی خوشی آتی تھی تو ہواؤں میں اڑنے کی ٹیکن وہ کہتے ہیں ناں اگر زیادہ خوشی میں انسان کو اس نہیں آتی۔ میری خوشی چہر

زندگی تھی۔ ہواؤں کا ایک دن سہ پہر کے وقت دعا احمد لاؤنچ میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے اور میں ساتھ والے صوفے پر فیکسی آئے والے تھان کے لئے سوٹر بن رہی تھی۔ ”کیا کروں ہو گئی؟“ انہوں نے بغیر مجھ دیکھے پر مجھا۔

”مکھنیں! بس ڈرا یہ سوٹر بن رہی ہوں۔“ میں نے بھی انہیں دیکھے بغیر جواب دیا انہوں نے ایک نظر گھوم کر ہلال دوسوٹر پر۔ اور پھر حیران ہوئے ہوئے بولے۔ ”مراے اتنا چھوٹا سوٹر کس کے لئے! ابھی مجھ پر یا تمہارے سوٹر پہنچا ہے؟“

”تو آپ سے کس نے کہا کہ سوٹر میرے یا آپ کے لئے ہے؟“

”تو کبھی؟“ انہوں نے پوچھا۔ ”آپ کبھی نہیں؟“ میں نے نظریں جھکا کر اور شرمناک کر کہا۔ ”دو گھنٹے۔“

”او۔۔۔۔۔۔ اچھا تو یہ بات ہے ابھی سے ان کے باز اٹھانے جا رہے ہیں۔“ پھر ذرا توقف کے بعد



44

ہوئے۔ "ڈارلنگ دارا نے توبلاؤ بھرت محسوس ہو رہی ہے۔" انہوں نے انجانہ ایک طرف رکھا اور سوٹنے سے ٹیک لگاتے ہوئے پورے اور میں نے دھکا اور سارنایاں دیکھ کر سانس پھیل کر رہ گئی اور سانس سنبھالتے ہوئے پچن کی طرف بل دی۔ وہ کہہ کے لئے مجھے میں خود بخود غمی۔ دیکھتے خاموشوں کی کوئی کہ نہیں تھی لیکن وہ چارہ کے لئے جانے بنا کر مجھے بہت سکون ملا تھا میں نے اپنی کمرے میں تمام اشیاء دیکھ کر لاؤنج میں داخل ہوئی لیکن یہاں "اس سامنے دیکھتے عیسائیت ہوگی دقت دیکھتے عیسائیت ہوگا۔"

میرا دل دھڑکنا بھول گیا میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر اڑ جائے گا تو کزن کوڑا کرنا سامنے کا منظر ناقابل بیان ہو سکتا تھا۔

دقاہرہ آتش دہن کی دھواں آگ میں بیٹے چلے رہے تھے وہ نہ بیچ نہ پکڑ رہے تھے اور نہ اس کے کندہ مثال سے ان کی گفتگو کا انداز اور ہاتھ پیروہ جرت سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ آگ معمول سے کہیں زیادہ بجھ کر دھواں میرے قدم تو جیسے زمین نے پکڑ لئے تھے یہ سب کچھ ایک خراب لنگ رہا تھا میرے ذہن یہ وعدہ ہی چمکی۔ آگھوں کے سامنے اندر چلا گیا اور بجائے اس کے کہ میں جا کر دقاہرہ کی ہڈ پڑائی کو لپاتی خودی میں کھسک کر پڑی اور بے ہوش ہو گئی۔

کے پاس سب سے الگ تنگ ایک بیچ پر غصے خانہ میں کھڑے تھے میرے والدین نے مجھے پیار کیا اور بھلا خوشی کا اظہار کیا لیکن مجھے محسوس ہوا جیسے وہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

”دقاہرہ کھانہ پانی ہی اسے جس سے تو چھپاؤں نے مجھ سے آگھیں چھپانے سے تم کو سب دیا۔“

”وہیچ! اپنے ایک دوست سے ملنے کا ہے بس آجاتی ہوگا“ اسی نے مجھ سے دعوت دلا دی لیکن اپنی بڑی خجرا خراب تک بھائی چاکی سے مجھ پر نہ خجرت تھی لیکن گرگرمی دھواں میں بڑے بڑے پھیلے سرخاں پھول۔ دو خوشی کی کلیاں تو کھلنے سے پہلے سرخاں پھول۔ دقاہرہ۔ دقاہرہ۔ میری بہت میرے منظر خوشیوں اور فلوں کے سامنے مجھے چھوڑ کر جا چکا

جس آٹھ کلو خود کار پستل میں مرم و کلاں بستر پر  
 پڑے پایا سرے دایں طرف اٹکل سجائی کھڑے تھے  
 میری آنکھیں کھلتے دیکھ کر ان کے چہرے پر سرست در  
 آئی میں نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تو انہوں نے  
 مجھے اشارہ سے چپ رہنے کے لئے کہا اور خود کار کو  
 بلانے چلے گئے اٹکل سجائی کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں  
 جیسے دھتے لڑوہ دروہ کے بعد سونچا ہوا ہیں۔ لیکن  
 باغبارہ دھتے دھتے سرسراہے گئے تھے چونکہ میں سب  
 کو گواہ کیا گیا۔ میں سدا میں آدھار ایسی تھیں۔

خوفناک کہانیاں 110 فروری 2018ء

آئی تھی سو میں نے فیصلہ کیا کہ میں یہیں رہوں گی۔  
 ان کی ایک بار پھر معمول پر آئی تو دھڑکیاں دقات کے چند  
 سیٹے بعد ہی ٹھانے مجھے ایک چاندی کی پٹی سے ٹوڑا۔  
 جس کا نام میں نے خود ”سیرا“ رکھا تھا۔ میرا بے رحم  
 زندگی میں پہلے سے ہمارا کسی میرے گمراہ لے بیٹا جس  
 سے گھر میں پہلے سے جو حالی میں غم سے ہونے لگے  
 بہت خوشی سے بہت سے لوگ آس پاس سے بھی  
 ملنا کہہ کر دینے کے لئے آئے جو کئی کچھلوں سے نکلا  
 گیا۔ میرا بچہ اس کا ناظم ہو کر ہر طرف رشتی  
 روٹی اور دھڑکیاں کھاتا تھا۔

[illegible][illegible]

ہے اقتدار سے گلے سے لگا کر بھاگ کر تھی جب وہ اہل  
اس میں داخل ہوئی تو حویلی میں کچھ عجیب واقعات رونما  
ہوئے لگے اتنا طول عرصہ میں اس حویلی میں گزارا  
کیونکہ مجھے کوئی نئی خوش قسمتی نہیں ہو سکتی تھی، آج کل مجھے  
محسوس ہوا کہ مجھے حویلی میں رہنے سے علاوہ کوئی تیسری  
ناپید ہوتی ہوگی سوچو، جو میرا کو نقصان پہنچانا چاہتی  
ہے اگرچہ میرا جیسا ہے ہائی تو اس کے دوئے کا کابلہ  
آگ لگا دیتا ہے، خوفزدہ ہوں کہ وہ پھر بچھڑے دیتی ایک  
مرتبہ چاہے گی، یہ تو میں نہیں چاہتا کہ وہ کابلہ لاؤنگ میں  
داخل ہونے لگی تو مجھے نہ کیا ہوا کاس کا پاؤں پہلا اور  
ٹرسے اس پر آ کر آئی خدا! اس کے جسم پر گرم گرم  
چاہے کرے۔ وہ تو خدا کا شکر ہوا کہ جسم زیادہ زیادہ جلا  
صرف ہاتھ کیوں تک چلے۔ لیکن اسے بہت زیادہ  
تعطیل ہو رہی تھی اس لیے اسے اس حالت میں دیکھ کر رو  
پڑی۔ اس میں تھی!..... کلچر میں کہہ رہا تھا جب میری  
پہلی کھوجوں کی تلاش میں آئی تھی بہر حال مجھ میں سے حیدر  
میں کوئی نہیں ہے پانڈی لگا دی اور خود سارے کام  
کرتے تھے۔

حمیرا کا ایک ٹیکس میں جاتی تھی۔ ایک آدمی حمیرا سے کہتا تھا کہ اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ حمیرا نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی۔

مجھے اکثر دل و جگر کے آئل دنان کے پاس رات کی  
تھمائی میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا ایک مرتبہ  
میں رات کو کچن سے باہر لینے کے لئے وہیں سے زبردستی  
تھوڑا سا جیسے آئل دنان کے قریب میں کوئی دھیمی آواز  
میں رو رہا ہے حیرا کا خیال آئے ہی میں احمد داخل  
ہوئی۔ اندر گھب اندر غصہ تھا کھڑکی سے چاند کی روشنی  
کمرے میں ایک لیکر کی صمدت میں داخل ہو رہی تھی۔

111 فروری 2018ء



"اچھا یہ تاہم رات کو کیا ہوا تھا؟" اس نے مجھے  
 بخور دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 "ہاں..... وہ..... کچھ نہیں کیا ہوا تھا  
 رات کو؟" میں نے بات بتاتے ہوئے کہا۔ میں اسے  
 بلاوجہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ویسے ہی اس کے  
 احمقانہ ہونے والے تجسّ اور وہ بھی خوفزدہ ہو جاتی۔  
 "تو تمہارے ہوش کیوں ہو گئے؟"  
 "وہ میں رات کو وہاں سے گزر رہی تھی تو بچی  
 تمہاری لڑکی یاد آئی کہ میں بھر گھر نہیں ہوں نہ رہا" میں نے  
 بات بتاتے ہوئے کہا۔  
 "اچھا چھوڑیں اور اگلے دن کہا ہے کہ آپ آرام  
 کی ضرورت ہے میں کاغذ لکھتی ہوں آپ آرام کریں  
 واپس آپ پر آپ کی دوائی لے آؤں گی" اس کے ایک  
 کیمیزہ پہنے "اور اس نے میرے گال پر چم کے باہر  
 قدم بڑھا دیے جبکہ میرے ایک مریض مرسوچوں نے ان  
 گھبراہٹ سے بد زبان میں واقعات کی کیٹ پٹنے لگے۔  
 "وہ سب کیا تھا جس نے رات کو کیا؟" آخر یہ  
 سب کچھ کیا ہے؟ اس دن میں نے تھک کر لپٹا تھا کہ آج  
 بھر صحت میں "اس" سے حقیقت معلوم کر کے ہوں گی۔  
 اب میرا اصل پہلے کے مقام ہے میں کالی بڑھ چکا تھا جس  
 نے دل میں یہ قسم ادا کیا۔  
 خدا کے لئے رات کو ہوتی اور میرا کھانا کھانے  
 کے بعد کالی کا کپ ہاتھ میں تھا سے اپنے کمرے میں  
 چلی گئی جبکہ میں لاؤنج میں سوئے پراہوا ہوں جو وقت  
 گزارنے کے لئے میں نے مشہور جھول "لوڈا جھول"  
 کی روٹی گردانی شروع کر دی۔ وقت گزرنے کا پتہ نہ  
 چلا اور رات کے دہن بج گئے۔  
 اچانک ایک کھٹکے سے میں چونک گئی اور اس نے  
 دروازے کی چوکھٹ پر پتھر کی گاڑ دی اس لئے وہ سایہ  
 انداز داخلہ و درسا پاؤں کا چادر میں لیٹوں کی صورت کا  
 سایہ بہت خوفناک دکھائی دے رہا تھا اس کا چہرہ چادر میں  
 لپٹا ہوا تھا لیکن اس کے لیے ہاؤں کی ٹیم باہر بھول رہی  
 تھیں جس سے اندازہ ہو تھا کہ اس کے بال انتہائی

ہے ترتیب اور کمرے ہونے ہیں رات کے چمکے ہر  
 ایک سایہ ایک خوفناک سایہ کمرے سامنے تھا آپ  
 اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنا دشت خاک منظر ہوگا۔ بہر حال  
 وہ معمول کے مطابق بغیر ادھر ادھر دیکھنے آگئی وہاں کی  
 طرف بڑھنے کی شدت تھی نہ آگئی نہ آگئی وہ جتنی  
 آتش دان کے سامنے بھیجی میں نے ہمت کر کے  
 روایت کی "کون ہو تم؟"  
 دیکھے کہا۔  
 "میں معمولی قاتل تھم سے بات ضرور کر رہی لیکن  
 یہ سن لو کہ میں حیران کی جان لے کر رہوں گی۔ چاہے کچھ  
 بھی ہو جائے۔" میں نے خوف سے بھر پور جھری کی اور ایک  
 مرتبہ بھر مٹوش کے سکوت کو ڈرا۔  
 "خبریں؟ اس نے تمہارا کیا کیا؟" اس نے  
 "تم تمہیں اس نے میرا کیا کیا؟" اس نے  
 میری طرف دیکھتے ہوئے کہا آف خدا!۔ اس کی  
 آنکھوں میں آگ کے اٹارے دیکھ کر میں تو کیا میری  
 روح نکال رہی۔ "کیا ایک واقعات میری شانہ نے آفتاب  
 احمد کا..... جس جرم کی سزا کی میری بیٹی کو؟"  
 اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھبہ کچھ ہر  
 خاصیت رہی اس نے اپنا سر کھٹکوں میں دے رکھا تھا  
 اچانک اس نے سر اٹھا اور اس نے بولی "ختم کر دو  
 گی نہیں چھوڑوں گی میں اس کی سزا کس کس کو ختم کر دوں  
 گی۔ ہاں سب کو۔" اور میری طرف دیکھنے کی جیسے ابھی  
 مجھ پر بھجوت پڑے۔  
 میں نے اپنی مٹی منہ بولی سے بھیجی کی جس میں  
 حسب معمول میری قطع موجود تھی مجھے کیوں رات کے  
 اس پہلو اس عجیب گفتگو توں نے تم کلام ہو کر مجھے وہ  
 خوف مرسو نے ہوا جو عام آدمی کو ہوتا میں یقین سے کتنی  
 ہوں اگر کوئی اور ہوتا تو اس وقت اس کی روح کو قاتل کی  
 دواؤں کی سیر کر رہی ہوتی۔ شاید یہ اللہ تعالیٰ کے کوئی  
 بدلتا تھا شاید فیج کے ساتھ کی کراست تھی کہ میں اس  
 سے دوبارہ کو ہوتی۔ "تم جو کوئی بھی ہو مجھے بہت دلی  
 معلوم ہوئی ہو بلو تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟ کیا داستان

ہے تمہاری؟ کس آگ میں جل رہی ہو تم؟ اتنا آج مجھے  
 سب کچھ بتاؤ نا۔"  
 مجھے میں جتنی جتنی ہمت کہاں سے آگئی مجھے  
 اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ یہ سب میں نے ہی کہا  
 ہے۔  
 "میرا نام فرحانہ ہے" اس نے اپنی داستان شروع  
 کی جیسے وہ کسی کی کوئی داستان تم سامنے کے لئے ترس  
 رہی ہو۔  
 ☆☆☆  
 "میں اسی گاؤں کے ایک غریب مزدور کے گھر  
 میں پیدا ہوئی تھی اپنے والدین کی اگلی اور لاڈلی بیٹی تھی  
 میری کئی بھینس تھیں میرے ماسوں والا "فرحانہ" سے  
 ملے ہوئے کسی جب ہم جوان ہوئے تو ہمیں ایک  
 دوسرے سے شادی ہوئی ہوئی عرفان میرے خواہاں کا  
 فخر اور غلام خوسروئی میں میں کسی کم نہی کم روز پرانے  
 کوڑیوں کے پاس چھپ کر کھلتے ایک دن وہ گھر کے  
 قیاد اور کل دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا میں نے  
 گھڑا اٹھا یا اور گھر کی طرف قدم بڑھا دیے کہ گاؤں کے  
 زمیندار کے بیٹے آفتاب نے میرا رستہ روک لیا آفتاب  
 ہمیشہ سے میری نظر رکھتا تھا کہ میری گاؤں کی ساری  
 لڑکیوں پر..... اٹھنے تو اس کے نام ہی سے نفرت تھی۔  
 "یہیں جا رہی ہو ناں؟" اس نے ایک گھٹیا  
 کمرات کے ساتھ پوچھا۔  
 "تم سے مطلب" میں نے فحش سے جواب دیا۔  
 "مطلب مطلب کیا نہیں اٹھا کیا تھا کر کسی نام  
 غریبوں کو بھیجتے دے دے یاد رکھو" اور اس کے ساتھ ہی  
 اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے فحش سے تھلائی اور  
 دوسرے ہاتھ سے گھڑا چھوڑ گاؤں کا میرا گھر اس کے  
 گاؤں پر اپنی اہلیوں کے نشان چھوڑ دیا وہ جرت سے  
 ساکن ہو گیا جیسے یقین نہ آ رہا ہو گاؤں کی ایک  
 معمولی بڑائی کے زمیندار کے گھر کی گھڑیاں یاد تھا۔  
 "اگر آؤ گھر میرا رستہ روکا تو اس سے بھی بڑی  
 طرح چپن آؤں گی کیجئے۔" میں نے اس کے پاس سے

گزرتے ہوئے کہا اور گھر آ گئی۔ وہ شاید میری زندگی کی  
 سب سے بڑی غلطی تھی آفتاب احمد اس دن کے بعد  
 جب ساہوکار کی کسی کو کھنہ نہ بتایا میں نے سوچ کر  
 مطمئن ہوئی کہ چارواں لٹا ہوا سر گھبراہٹ سے لیکن وہ قاتل  
 عرصے سے آتش افشاں کی طرح اپنے اندر لاڈلی بن کر رہا  
 تھا۔  
 بہر حال میری اور عرفان کی شادی بڑی دھوم دھام  
 سے ہوئی زمیندار نے بھی شرکت کی اور سب سے بڑی غلطی  
 کی بات یہ کہ آفتاب بھی شریک ہوا وہ کالی سحر ہوا  
 دکھائی دے رہا تھا زمیندار نے ہماری شادی کا تختہ ہوا  
 اس حوالی کے ایک سرف کلاڑی صورت میں دیا ہم  
 غریب لوگ زمیندار اچانکی کے سرف کلاڑی صرف  
 خواب ہی دیکھ سکتے تھے زمیندار نے یہ اعلان کر کے ہم  
 سب کو حیران کر دیا کہ ہم بہت خوش ہوئے اور دوسرے دن  
 یہ اپنا سامان گاؤں میں شفت کھانے کے لئے آگئے یہاں  
 عمارا بھر سے فیل رکھا جانے لگا میں تو پہلے ہی  
 عرفان کی محبت میں فحش سے باہل اور ہی جی زمیندار  
 کے بندے سے تقریباً ہر روز آخرت پر چھلپا کر تے  
 تھے آہستہ آہستہ میں نے آفتاب احمد والا واقعہ بھی  
 بھلا دیا۔  
 جمع عرفان زمینوں پر کام کرنے ملے جاتے اور  
 شام دیر سے لوٹتے جاتے میں پھر بھی مطمئن نہیں کیونکہ  
 یہاں مجھے ہر طرح کا سکون و آرام نہ تھا۔ وقت اس کی  
 طرح گزرتا گیا۔ ایک دن مجھے اپنی عرس ہونے لگا جیسے  
 آفتاب مجھے باقاعدگی سے نوٹ کرتا ہے۔ میں انکو  
 کوئی کھول کر مٹائی کرتی تو مجھے کس طرح یہاں نہیں ہوا  
 جیسے مجھے دیکھ رہا ہو لیکن دروازہ کھول کر کھینچ تو کوئی نہ  
 ہوتا۔ ایک مرتبہ جو جی میں نے کوئی کھولی سامنے  
 آفتاب گھڑا تھا جس دور پر جی دور پر مکمل اطمینان سے  
 پوچھا۔ "کیا بات ہے آفتاب؟"  
 "فرحانہ میں تم سے بدلہ کر لوں گا۔ مجھے نہیں شاید  
 وہ چھڑ پڑا نہیں۔" دیکھتی یہاں میں نہیں بڑا کر دوں گا۔  
 اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے ہوئے



## قبرستان کا نمبر



یہ کہ رشتہ کا وہ تھا اس کے بیٹے کو دیکھ کر اس نے انداز بدل ادا  
فریب اور قیامت خیز تھا جیسے اس کے غم پھول رہا تھا

کہ..... میرے غم دل کیا کروں؟ دن بوجی سوچے  
میں کر رہی تھی میرا دل فریاد دے گا آج پہنچنے سے لے کر جو بھی  
آئی تھی میں اس نے دن کو خوب روتی گئی رہی لیکن میرے  
دماغ میں تو آنکھوں میں چلتی رہیں جوں جوں مدت قریب  
آ رہی تھی میرے دل میں ہول بھر رہا تھا۔  
”یاد اللہ اب کیا ہوگا اب تو میری بیٹی کی حفاظت  
کرنا“ میں جو بھی کی سہت کر دیکھتے ہوئے دل میں دال  
میں ہول بھئی۔

اور اب رات کے 1 بجکر 30 منٹ پر میں اپنی  
تھیرا کے کمرے میں بیٹھی آنے والی بدن کھڑی کے کئی  
جانے کی دعا میں مانگ رہی ہوں۔ میری نظر تھیرا پر اور  
دور کی کھڑی کی سونپوں پر پڑی۔ میں لگا تھا میں جاں  
نہیں کر سکتی کہ میری کیا کیفیت ہے میں اکیلے کر سکی کیا  
سکتی ہوں۔ سوائے دعاؤں کے۔ پھر اچانک ایک  
خیال کے ذہن میں آئے میں دھڑکے ملنے لگی ہوئی۔  
میں تھیرا سے اب حیران ایک کوئی دور نہیں رہتا جانتی تھی  
۶۔ لے اس کے سوا جانے کے خوراک میں اس کے  
کمرے میں چلی آئی۔ ابھی میں آنے والی کھڑی کی  
وجہ سے کہیں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اچانک  
کھڑی نہ دیکھنے کا اعلان کر دیا۔

اچانک ہی کرے میں جھوٹا سا لہجہ لگا کر  
”حسب محنت میرے دوست ہیں کچھ بیکٹری بند رہیں  
چھوڑا اور اب ایک انتہائی خوبصورت گھڑت کالی چادر میں  
ملیوں دکھائی دی۔ خوبصورت میں نے اس کے ہاتھ  
آج خلاف معمول اس کا چہرہ دیکھتا تھا اس کا معمول  
اور گھر اور بہت ہی پرکشش تھا۔

”آج آج دن بیا میں میری آخری رات ہے میرا  
وقت ختم ہو رہا اور میری بیٹی کا گھر“ اس نے میرا کو دیکھتے  
ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں ایک گرجن جیسی حس سے میں  
گھبرا گئی حیرت بخیز گھبراہٹ پر میرا ہر ذریعہ سوری ہو گیا۔  
جیسے اس نے کوئی آواز ہی نہ تھی وہ پھر فرما رہا تھا میرا کی  
فرط ہوتی تھی۔

”یہیں..... خدا کے لئے نہیں..... فرما رہی



خوشن کا کہاں [118] فروری 2018ء

”خوشن کی بڑی گلی میں بکریوں کا لہجہ باندھنا واقعتاً  
ضروری آئے ہیں جسے وہ بھلا جانے کی تو ساری زندگی  
بھلائی تھی۔ آج سالی کی اس کے دل کو دہلیز پر  
جھانے رہے ہیں۔ کئی ضروری نہیں کہ وہ دھڑکنے کا  
مشتی خیز اور محض ناک ہی ہو مگر وہ دھڑکنے کا دھڑکنے  
یاد رہا جاتے ہیں یا پھر مجھ پر غریب..... میں جو لہجہ اب کو  
سن رہا ہوں وہ صرف ہے بعد ہر بار ہر ہر بلکہ عجیب و غریب  
بھی کر رہا ہے۔ لوگ اس وقت سن کر کہتے ہیں کہ یہ کیا  
مگر وہی کہانی ہے میں سن سے بحث نہ کرنا کہ اس لیے  
نہیں کہ اس کا گلوں میں ہوں۔ یہ واقعتاً میرے دل میں  
آ گیا۔ میں اس والے کو شاید آخری سانس کی بھلائی

خوشن کا کہاں [119] فروری 2018ء





مستعد رت لیا میں بلوں جس کی اس بات میں وہ ایک ہی کی طرح لگ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا "کیا مرض اسپتال میں ہے؟ آپ نے سٹاف سے کچھ نہیں کھنڈا یہ دیکھ لیتے..."

اس صورت نے میری بات کا جواب نہیں دیا وہ سترنگ بائیں ہونے میرے قریب سے ہو کر اندر داخل ہوئی پھر کرسی پر جا بیٹھی یہ کہ فرشتہ گاہ تھا اس کے پیچھے دیکھنے کو کس نے کا اندازہ ہوا دل غریب اور قیامت خیز تھا بیٹے پر اس کے غصہ پر لڑیں ایک ایک ٹھکانہ تھا۔ روشنی میں اسے دیکھتا تو میری صورت اور روشنی کی انتہا نہ دیکھ پڑا۔ میں نے اسے پہچان لیا یہ وہی تھی جسے میں نے چار برس پہلے سرگرم کر دکھائی تھی جسے میں آج تک بھول نہ تھا آج میں اس کے حسن میں وہی تابی تھی۔ موصد ک حسن..... وہی پیلوئی نیلی آنکھیں..... خود غافل..... وہی جذبات بگڑ کر نہ کرنے والا..... میں نے سوچا کہ اس سے کہیں کہ نہیں پہچان لیا یہ لیکن میں کسی خفیہ کنڈر یا شرفاؤں۔

"ڈاکٹر اویلا! آپ نے مجھے پہچان لیا ہو گا۔ مجھے وہ ان آج ہی کسی طرح میں سے پہچان لیا کہات ہو۔"

"ہاں، میں نے آپ کو پہچان لیا ہے" میں نے بڑی تھوڑی سی جواب دیا۔ میں اب چوں کہ شادی شدہ تھا اس لیے اس سے کڑی اور بھروسہ بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ خود بھی بے حد مجھ سے محروم ہو کر بولی "ڈاکٹر اسٹی اسٹی مات آ کر آپ کا وقت لینے پر رضامند کرنے پر رضامند چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ اس وقت بہت کچھ سمجھتے ہوئے ہیں جیسا لیکن میں کیا کروں؟ اس میں خود غرضی اور شوہر کی وجہ سے آپ کو تشویش دینے کے لئے آئی ہوں۔ میں کسی قدر پریشان اور انجمن میں جڑا ہوا تھا نہیں کتنی اصل بات ہے کہ میرے شوہر نے یہ یاد ہیں۔ خود کی دیر پہلے ان میں دل کا دورہ پڑا تھا اس وقت وہ بے ہوش کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ میری آپ سے سنا ہے کہ آپ نے اس کی اور اس وقت جا کر انکس کر دی۔ ان کے گھر کا فوٹو کر لیں۔

پھر اس نے وقت کے گھمے کا ایک اسٹریٹ کے ایک مکان کا نمبر ہوا تھا۔ وہ مکان میرے مکان سے زیادہ روشن تھا۔

"میتا نے کسی کی ضرورت ہے آپ میرے ساتھ چلیں میں اس کی بات آپ کے ساتھ مل رہا ہوں۔" میں نے کڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"میں کسی وجہ سے آپ کے ساتھ چلنے سے قاصر ہوں" اس نے جواب دیا "میں اپنے شوہر سے کچھ عرصے سے الگ رہی ہوں میں لوگوں کے درمیان نفرت کی دیر اور کڑی ہوئی ہے اس کے نزدیک میرا قصور کا کل معاملہ ہے اس کے بارے میں جانتی ہوں کہ وہ پھر میری بیوی کا گھر۔"

میں نے اپنا یہاں کیس کھول کر اس کا جائزہ لینے ہوئے اس سے کہا "آپ کے شوہر کا آپ سے کتنی نفرت کیوں نہ ہو اس وقت آپ کا ان کے پاس رہنا ضروری ہے کیونکہ انہیں دل کا دورہ پڑا ہے لیکن حالت میں آپ انہیں چھوڑ کر چلی آئی ہیں یہ بات غلط ہے۔"

"ڈاکٹر!" وہ مجھے متایانہ نظر دے دیکھنے لگی "یہ وقت میں انہیں کا کہیں سے پہنچا جتنا جلد ہو سکے آپ وہاں پہنچنے کی کوشش کریں بڑی بڑی خوش ہوگی"

"لیکن ایک بات میری مجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ آپ کو اپنے شوہر کی حالت کی قربانی دات کئے کیسے گئے؟ کس نے یہی؟" جب تک آپ کا گھر آئی "دل سے دل کو راحت ہوتی ہے یہ میرے دل کا کہا ہے میرے دل نے جی بھی نہیں دیا کہ وہ غلط ہوئی لیکن یہ میرے دل کی محبت ہے جس نے مجھے کا گایا۔"

"لیکن کیا ہے کہ آپ کے دل کا معاملہ یا رابطہ شوہر کے دل سے ہے" میں نے کہا۔ پھر میں نے کچھ مرضی اور بات پر غور کیا میں کسی کو دکھ کر بند کیا۔ پھر اس سے کہا "پہلے"۔ میں آپ کا گھر چلا گیا میں اس نے آپ کے دل کے کئے کے گھر چلائی وہاں جاؤں گا پھر میں پہنچے گا کہ آپ گھر چھوڑ دیں اس وقت شہر کی سڑکیں، سڑکیں، سڑکیں اور بے خطر آگ ہو چلی ہیں چور بے خطر و بڑن کھو رہے ہیں آپ کی جان موت ہیں۔"

وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تھی کہ اس سے اس کے گھر پر چھوڑ دیں۔ وہ دیکھ کر کے لپچے میں بولی۔ "پلیز ڈاکٹر! میری گھر نہ کر سکی کہ بدنامی کی پہل نہیں کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈالے اور میری ذات پر کوئی آج آج سے اس وقت آپ کا فیئر ہونا ہے کہ جتنا جلد ہو سکے وہ پہنچیں کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے۔ آپ مجھے میرے گھر چھوڑ کر جائیں گے کہ بہت دیر ہو جائے گی لیکن ایسا نہ ہو کہ ان کی طبیعت بدتر ہو جائے۔"

"پھر مجھے خیال آیا کہ میں اس کا ہاتھ لالوں تاکہ اسے ٹپکی لڑوں پر ڈالوں پھر جا کر اس کے شوہر کی طبیعت سے مطلع کروں۔ اگر وہ میری بیوی کی موجودگی میں خیریت پائی مجھے تو میری بیوی اس کے حسن کو دیکھ کر نہ صرف مل جائے گی بلکہ بہت ہی لکھوے گی۔ میں نے اس سے کہا چلو آج مجھے اپنا بچہ دینا تاکہ میں آپ کو شوہر کی خیریت سے آگاہ کر سکوں آپ کو یہ تک آنے کی زحمت نہ ہو۔"

"وہ میری بات سن کر کتنی خیر افتاد سے سڑکی پر بولی پیسے پیسے میرا ہاتھ کر لیں لیکن میرا یہ معلوم کر کے آپ کو کوئی خیر نہیں ہوگی۔"

میں نے لیڈ پر بیٹھ کر اس سے بااں سے اپنا ہاتھ اور لیڈوں پر لکھ کر پڑا وہاں کا تو میں نے اسے دیکھ لیا پھر میرے دکھ بیاں جاتے جیسے کہ اس نے میرا انتظار کر لیا لیکن اس کا بارگش کر گیا کہ وہ میرا انتظار کر لیا ہوگی یا پھر آیا تو وہ موجود نہ تھی میں نے مزاح پر ہنسی کر کے حلقہ بنایا پھر اس سے چاروں طرف دیکھا۔ وہ مجھے کھنکھاتی ہوئی دکھائی نہ دی۔ مجھے کھنکھاتی ہوئی اس کا پسینہ شوہر کو اس قدر چاہئے دل میں موت اس قدر غرض بھی ہو سکتی ہے فطری کی آہ، میں اس لمحے میں کرا رہا تھا چاہے اس سے پہلے ہی میں کرا رہا تھا۔

جب میں اس مکان پر پہنچا تو مجھے یہ کہ میرے منہ حیرت ہوئی کہ فطری کی آہ پھر اس کا عرصہ سے میں بڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کی رونق کی جھلک میں دیکھی۔ یہ قاتل یقین بات کی کیا کہ ایک شخص پر دل کا دورہ پڑا ہو گا وہاں

اس نے اس کا کئی اڑھائی گھنٹہ پہلے گھر سے بچ کر سرور ہے ہیں۔ اس نے شاید میرے ساتھ کچھ عین گین کا فائدہ کیا تھا جو مجھے اس وقت ختم نہ ہو گا کہ آج کچھ نہیں کی تھا۔

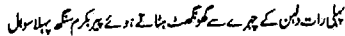
میں نے سوچا کہ میں دن دنگ دے گا پھر میری لہوں۔ میں نے دروازے پر بڑے دور سے کھنکھاتی دھتے دھتے سے دیکھ لی، تصویر کے بعد دروازے کے نیچے سے روشنی بھاگنے کی جگہ پر تھامی ہوئی۔ پھر ایک نواہی آواز نے قیصر دو لپچے میں پھر چلا گیا ہے۔"

میرے سامنے بیٹے سے خوش دروازہ کھلا۔ اس طرح موت میرے سامنے تھی "آئی اس کے سر کے سامنے بائیں سفید تھے میں نے کہا "معاذیں میں ڈاکٹر اویلا ہوں سڑ برہت میں رہے ہیں وہ سخت بیمار ہیں۔ میں پر دل کا دورہ پڑا ہے میں ایک معاوان کی اطلاع پر آیا ہوں۔"

"دورہ پڑا ہے؟ باقی کچھ ہے؟" میں نے کہا "آپ کو اطلاع اس نے آپ کے ساتھ دفن کیا ہے اس صورت سے جواب دیا۔

"اوہا! کیا کینٹ" ان کا کہہ کر وہ اندر چلی گئی مجھے اس کی بیوی پر بہت افسوس آیا آٹھویں در کے بعد وہ موت آتی تو وہ اس کی کسی کا کچھ خیر تھا وہ خوشی داک لپچے میں بولی "واقعی میرا بیٹا"۔ اس وقت وہ ایک جملہ ہی کہہ نہ سکی۔ اس کی آواز بھر گئی۔ چند لمحوں کے بعد کرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص جس کی مرضی برہن کی ہوگی زمین پر ہوئے ہوئے کہ حالت میں پڑا ہوا ہے میں نے اسے گرفتار کر لیا۔ پھر اس کا معائنہ کیا۔ خطرے سے دل ہاتھ نہ جھکی میں نے اسے اسے دو آنکھیں دے اپنے پاس سے دھا دی۔ پھر اس صورت کو اپنا اپنا بھریا کہ طبیعت دوبارہ خراب ہوئے کی صورت میں مجھے اطلاع دی گئی ہے میں نے اسے اپنے کچھ دیں۔

میں جب اپنے گھر واپس آیا تو میرا ہر گھر بخشت پھولوں کی جھلک میں خوش ہوئے کہ بد تھا حیرت کی بات بھی یاد ہو جاتی تھی اس کے بیٹے میں بخشت پھولوں کا گچھا تھا جاتے وقت کر گیا تھا اور اسے خبر بھی نہ ہوئی تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر منہ بٹھایا۔



۵۹ پہلائی کا زمانہ پہنچا رہا تھا۔ جس کے قریب سے اس نے صوف آف انز کے پختہ خانے کی تلاش کی۔ یہاں بھی وہ پہلائی باہل سنگ میں لپٹی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے موجود نہ ہو۔

کر دی اور دھاریاں دے گئے، لہذا کھڑے کرے میں چلا گیا قریب ہی جگہ سے لوہے، لالچ، دھوکے اور دھوکے خوشبو اور دھوکے میں مرگ گیا وہاں اس دور الہامی مقام پر کسی دھوکے کی امید کے میں کھڑے نہیں چلا تھا۔ میری ہونک بڑھ گئی تھی۔

میں دوسرے دن اس کا ساتھ نہ کرے گا میں اس کے  
کمرے میں دیوار پر لٹکے بہت بڑے فریم میں ایک تصویر لگی  
ہوئی تھی یہ دیواری تصویر بھی وہی منہاب چہرہ، وہی خوب  
صورت تھیں، وہی دسم، وہی لباس تھے مگر ان کے چہرے پر  
انصاف اور جسارت کے پھول ابھی اُپھلائے ہوئے نظر نہ آتے تھے۔

دوا پتی بات فہم کر کے لہا پتی بیوی کو یاد کر کے بھوٹ  
بھوٹ کر دے لگا۔ اس نے آئے تھنے کے بعد بتایا کہ اس

مجھے تصویر کو گنوار سے دیکھتے پا کر ہر برکت نے گہلا کر اڑا  
 پیسہ بڑی ہڈی پادشاہ تصویر سے جو ہر شادی کے دن بھیجی جاتی تھی۔  
 کی یہی بہت چاہنے والی تھی۔ شوہر پرست تھی، اپنی شان و  
 عزت میں بھی اس کی بڑی خدمت کی تھی۔ ہر طرح سے

”جی ہاں..... میں آپ کی سچی کہچاں ہوں..... میں نے گھر آ کر حیرت سے سوچا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ میری کہو کچھ میں نہیں آ رہا تھا پھر مجھے دھکا یاد آیا ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“ ہر رٹ نے اپنی پالیسی  
 جو پاک نہیں ”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آپ میری فتویٰ کو  
 کب سہارے کا تختہ بنائے؟“

میں نے اسے کسی قدر تفصیل سے سنا دیا اور بتایا تو اس کا چہرہ مضطرب ہو گا وہ حیران ہو کر بولا "کیسے ہو سکتا ہے جب میں ریسیور رکھنے والا تھا تب کسی کے ریسیور اٹھایا

ڈاکٹر!....."

"دنیا میں کیا چیز ممکن نہیں ہے آپ کا بی بی جن کی بہت

اس طرف سے ایک کھیل نے بات لہجے میں کہا یہ

میرا بی بی کا قہرستان ہے؟ ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے

شہید یہ بابر ہیں۔“

”یقیناً دائرہ اہل ایمان میری جیوی کو اس دنیا سے  
رفعت ہوئے پہا ایک برس اور آدھ ہے۔ یہ بات سب

”دوسراک پش ہو چکا ہے“ میں بھونپکا سا

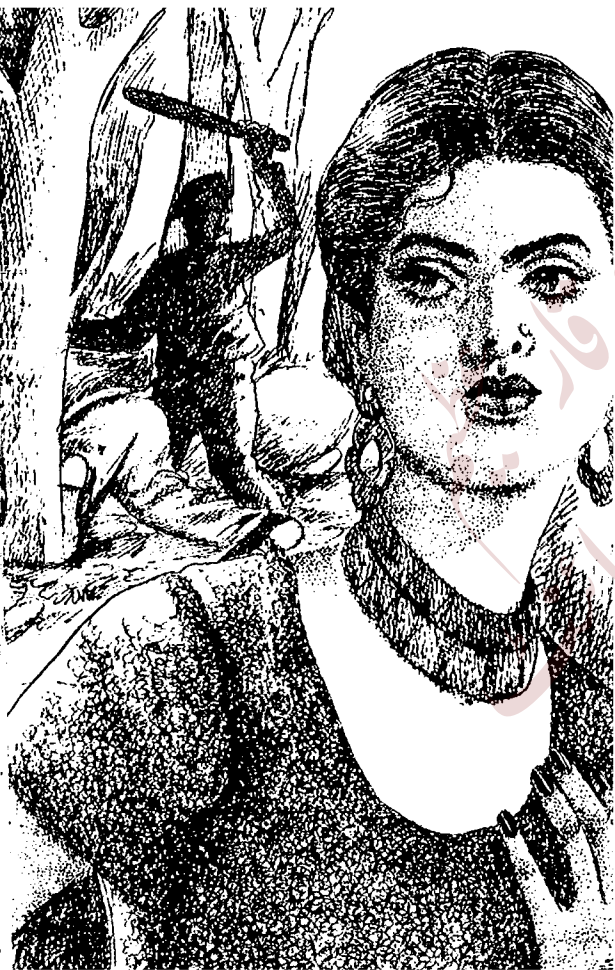
میں نے اسے دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر روتی ہے۔  
 چپکے چپکے کہتا ہے۔  
 میں نے اسے دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر روتی ہے۔  
 چپکے چپکے کہتا ہے۔

ہر قافلہ رات جب میں گھر گیا تو میرا پہلا گھر ان پچھلوں کی خوشبو سے محکمہ رہا۔ قافلہ میں نے کئی خوب نہیں دیکھا

ہے میں ایک حقیقت آپ سے بیان کر رہا ہوں۔ اس کے  
کہنے پر تو میں یہاں تک آیا ہوں۔“

”مجھے آپ کی کسی بات سے الگ نہیں ہے۔“ وہ





اور وہ اسے خصوصاً عیسائیک قبیعہ گانے لگا۔  
 ”ہاں میکیزون اس طرح میں تھیں دفعہ پہلا ایک دفعہ ان بن چکیوں کے لئے جنہوں نے شاکا نے اپنے قبیلے میں کر لیا تھا دوسری دفعہ اپنے بچوں کے لئے جنہیں اس نے کل کروادیا تھا اور تیسری دفعہ اس نام کے لئے جو اس نے ڈبل کرنے کے لئے دیے تھے دیا تھا اور اس کے بعد میں ڈنگان کا شیر خاں بن گیا اور ڈنگان سے میں اپنی نفرت کرتا تھا کہ اپنی نفرت میں سے شاکا سے کسی نہ کسی بھی کیونکہ وہ شاکا کا ہی روپ تھا حالانکہ اس کی طرح عقیم نہ تھا اور ڈنگان کے انجام سے تو تم واقف ہی ہو میکیزون کیونکہ تم نے اس جگہ میں حملہ کیا تھا اور میں اس کے بھائی ”بالا بانگا“ اور اس کے ساتھیوں کا بھی شیر خاں تھے میں نے ڈنگان کو اپنے بھائی امرا بالا بانگا کو کل کر دینے کا مشورہ دیا اور اسے یہ مشورہ چاہا کہ اپنی مٹکا پائی کے ہونٹوں سے دبا کر ایک بڑی شیر خاوری اور سازا کو گروا کی بہن کی وہ سوائے دور میں جس کے سامنے ہر شخص سر جھکا تھا میں نے اس کے منہ سے کہلایا کہ ”زور ڈون“ کی اس زمین پر سرخ بھالے کی حکومت تھیں وہ کبھی کیونکہ میکیزون بیام لانا ڈنگان ہی تھا۔ جس نے شاکا کو پورا بھالا مارا تھا اور اب باڈا کی حکومت سے باڈا سازا کو گروا کا آخری بیٹا میراؤن اور بخوف باڈا لیگن میں نے اپنے اہلکار کا ہاتھ روک لیا ہے کیونکہ باڈا نے میرے اس بیٹے کو بھانے کی کوشش کی تھی، جسے آخر کار شاکا نے قتل کر دیا لیکن باڈا کے

بیٹے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ سکا تھا اور ان کے خلاف میں دینی کر رہا ہوں جو میں نے ان سے پہلے والوں کے لئے کیا تھا۔“  
 کیوں؟“ میں نے پوچھا۔  
 کیوں؟“ میکیزون نے اگر میں اپنی پوری داستان تمہیں سنا دوں تو تم سمجھ جاؤ گے کہ میں اور شاکا ایک دن آگے کا جب میں ہمیں سب بچھڑا دوں گا۔“  
 اور یہاں میں سنا دوں کہ اس نے مجھے اپنی پوری داستان سنا دی تھی اور بڑی حیرت انگیز داستان کی وہ لیکن چونکہ اس کا تعلق ہماری موجودہ کہانی سے نہیں ہے اس لئے میں اسے یہاں تو کر رہا ہوں مناسب نہیں سمجھتا۔  
 ”یہ تو میری کہانی کا کالی“ میں نے کہا کہ شاکا، ڈنگان، امرا بالا بانگا اور دوسرے بہت اچھے آدمی نہ تھے لیکن ایک سوال اور تم یہ سب باتیں مجھے کیوں سنا رہے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ میں خاموش نہ رہ سکتا اور یہ کسی بچے بچہ والے کے سامنے دہراؤں گا اور پھر اس سے پہلے کہ لپٹا جائے ڈوب جائے تمہاری زندگی ختم کر دی جائے گی۔“  
 ”اوہو! تمہارا مطلب ہے کہ ایک ہی بیٹے میں باڈا کے سامنے مجھے سونگھ لیں گے اور پھر مجھے قتل کر دیا جائے گا لیکن میکیزون انتظار نہ کر گیا اب تک تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی تو ہے میکیزون میں یہ باتیں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہارا ڈونگولوں سے بڑا تعلق رہا ہے اور رہے گا اور اس لئے ہی کہ میں چاہتا

ہوں کہ جب یہ طویل داستان اپنے انجام تک پہنچ جائے تو کسی اے گھوڑے اس کے علاوہ میں نے اس کے لئے کسی تم سے یہ باتیں کہیں ہیں کہ میں ابھی انکی تہجد کی روح سے ملاقات کرو چکا ہوں تمہاری روح سفید ہے چنانچہ میں مانتا ہوں کہ تم کی جگہ پیٹ والے باقی لوگوں کے سامنے یہ باتیں نہ ہراؤ گے۔

میں نے اس کے کی طرف جھک کر اور گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

”ذکالی کیا انجام ہے اس کہانی کا جس کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو اس میں نے پوچھا۔“ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو میں ان کی چھری چلاتے ہیں تمہاری ہی چھری آخریں کس کے سر پر پڑنے والی ہے؟“

”میں کے سر پر؟“ ذکالی نے بولی ہوئی آواز میں جواب دیا جو ساپ کی پتھار سے متاثر تھی۔ ان مفرد زولوؤں کے سر پر جو اپنے آپ کو آسمانوں کی اولاد“ کہتے ہیں اور دوسرے قبیلوں کو اس طرح گلے دے ہیں جس طرح کہ اڑوا کھری کے بچوں اور دوسرے گھولے جانوروں کو گلے لیتا ہے اور جب وہ ان سب کو گلے کر سوتا ہوتا ہے تو چیخ کر دغا سے کہتا ہے کہ دیکھو میں کتنا بڑا ہوں، اے قہقہہ میں ہوں ہر چیز میرے اندر ہے، میں اڈا اڑے ہوں۔ ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں شاکا آتھیلو کہ کر خوش ہوتا تھا، چہارے مٹیل جو کھجلی مور کا پتہ لپٹا نہ بھرتے تھے۔

چنانچہ میں یہ کہہ پاؤں کہ فلاکی کو کھجلی مور کے تیز اور تھکے داخوں کے سامنے ڈبل رہا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں وہ جاں بچاؤں کا ککا فلاکی تمہاری قوم کے سفید کینڈے کے کہروں سے رد ہوا جائے اگر یہ سفید کینڈا اپنے سر اڈا اڑے سو رہ رکھ دے تب بھی میں اسے کالے فلاکی کے متناقل لانے سے روک نہ کروں گا۔ گوہر، میں نے ان میں انا راز بھی بتا دیا۔ اور سیکیزون اسی نے میں اتنی مدت سے جی رہا ہوں اور اس وقت تک نہ مروں گا جب تک کہ یہ واقعات نہیں ہو جاتے اور یہ واقعات ہوں گے

سیکیزون ایسا ہو گا ضرور ہو گا۔ سیکیزون! جب وہ بھلا، جس سے اس نے اپنی ماں اور خود میرے عزیزوں کو قتل کیا تھا، شاکا سے کہیں اس کے اس کے بچے تک پہنچ گیا تھا اس نے، شاکا نے کہا کیا تھا؟ ہاں اس نے ابو اور شہزادوں سے کیا کیا تھا؟ یہی کہا تھا اس نے کہ وہ قہقہ سفید قاسوں کے بیروں کی چانپ نہ رہے جو زولوؤں کو کھل کر کھدیں گے؟ تو سیکیزون میں سے ہی وہی ہے جسے پیدا نہ ہونا چاہیے تھا۔ اس دن تک زندہ مروں اور جیتے ہوئے ہوں گا۔ تو سیکیزون قوم میں دیر زیادہ دور نہ ہوں گے اور اسی نے میں نے اپنے دل کی باتیں تم سے کہہ دی ہیں اور تم جانو میں متشعل نہیں تھا جب تک میں بس..... نہیں اس میں ان باتوں کے متعلق مزید کچھ نہ کہوں گا جو ہونے والی ہیں کیونکہ اب کچھ شاید بہت کچھ کہہ چکا ہوں لیکن تم ان باتوں کو نہ بھولنا یا بھول جانا۔ ہر شے بھول سکو کیونکہ میں وقت تو قاتل نہیں ہوں بلکہ ایک دلا مردوں کا اور اس وقت تو خصوصاً دلاؤں کا ایک تہجد کی قوم کے لوگ زولوؤں سے اڈا اڑے قہقہ کا اتمام لے چکے ہوں گے۔

اور یہ عجیب آدمی جو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا ایک بھال کے عالم میں اپنا سر ملانے لگا یہاں تک کہ اس کے پاؤں، جو زولوؤں کی رسم کے مطابق چھوٹی چھوٹی پنجوں میں جھپے ہوئے تھے اس کے چہرے پر قہقہ کی طرح آ پڑے۔

چند گزین بعد اس نے اپنے پاؤں کی اس خاص کے پیچھے سے کہا ضرور کیا۔

”تم سوچ رہے ہو سیکیزون کہ ساو کا ان واقعات سے کیا متعلق ہو جو نے والے ہیں اس کے متعلق تو یہ ہے کہ ساو کو کھجلی ان واقعات میں اپنا فرض انجام دینا ہے اور اپنا پارت ادا کرنا ہے کوئی بڑا اور اہم بارے نہیں بھر جاتا ہے اور اس لئے میں نے اسے بائو کے بھالے سے اسی وقت بچایا تھا جب وہ بچہ تھا میں سا اسے لایا اور بڑا کیا اور سبائی بنایا۔ لیکن یہ بھی ہے کہ شہر جوت نہیں بھول سکتا چنانچہ میں نے اسے خرد کر دیا

ہے کہ اس کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ بھالوں کو چھوڑ کر علم کو اپناتا ہے۔ بھر جال ساو کو بھول کر اسے کہہ گا جس سے اب پاسا سے جھگڑا کر اس کو سیکیزون کا نام دے گا۔ میں ایک ہی سوچ رہا تھا کہ اس کی، اور مدت کا اس مایا سے اور اسی صورت کی بد سے بائو کے بیٹے میں جنگ ہوئی اور اس جنگ سے زولوؤں کو زوال آئے گا کیونکہ وہ جو قہقہ بڑا باخا مکران نہایت ہو گا اور ان پر ایک بڑی اور قوت والی قوم قہقہ بڑا نزل کرے گا اور اس طرح ”وہ جسے پیدا نہ ہونا چاہیے تھا“ اور اڈا اڑے گا اور کھیز اور خٹو کی ککا قہقہ زولوؤں سے کیا جائے گا۔ ہاں سیکیزون میری روح میں ہے باتیں کہہ رہی ہے اور یہ جوت نہیں ہو سکتا۔

اور میرے دوست اور تمہارے منہ بولے بیٹے ساو کو ککا لپٹا گیا ہو گا؟ میں نے پوچھا۔

تمہارا دوست اور میرا منہ بولا جھگڑا کو ساو دہراستہ لے گا کہ جو اس کے لئے مفرد ہو چکا ہے جیسا کہ تمہارے اور میرے لئے مفرد ہو چکا ہے اس کے علاوہ اور کوئی کیا سکتا ہے کیونکہ اس نے اسی راستے کی خواہش کی تھی اور اپنے لئے یہی راستہ منتخب کیا ہے۔ چنانچہ وہ اسی راستے پر چلے گا اور اپنا وہ پارت ادا کرے گا جو ”قہقہ..... قہقہ“ میں نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے۔ میں اس سے زیادہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو سیکیزون اور اس کی ضرورت یہی کیا ہے کہ یہ کچھ وقت دو جاؤں زبان میں نے تمہیں کہانی سنانے کا اہتمام کر سوتا سیکیزون کیونکہ مجھے کچھ اب آ رہا ہے۔ تم جانو میں جو بھلاؤ ضرور کروں اور جب تمہارا من چاہے تو میرے پاس آ جاؤ اور اہم مزے باتیں کریں گے اور اب تک یہ یاد رکھنا کہ میں ایک قہقہ کے باز کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوں جو بھلا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ ان باتوں سے واقف ہے جن سے کوئی واقف نہیں اور یہ خصوصاً اس وقت یاد کرنا جب تمہاری ملاقات شک رہا میں بیٹے ہوئے سینگ والے لکھتے ہے ہوا اور اسی وقت میں یاد کرنا جب مایا ایک خاص چیز میں کر کے کی جسے کوئی

کرنے کے لئے تم جناب ہو جاؤ کہ شہ بھڑاے پاسان شہ جس کا اسطیل اور عقود میری فریب ہے۔ شہ بھڑا سیکیزون! اور دیکھو اس بوڑھے دھوکے باز کے متعلق کوئی بڑی باتیں سامنے کرنا جس کا لقب ان دلوں راستے کھولنے والا ہے۔ میرے خادم باہر منتظر کھڑے ہیں وہ تمہیں اس جھوٹی باتیں میں پھنسا دیں گے جڑتہارے سو نے کے لئے تیار کی گئی ہے اور اگر تم کل شام تک اوپر کی کے کہل میں کھینچا جائے تو وہ مناسب ہو گا کہ کل کی رات روانہ ہو جاؤ۔ کیونکہ یہاں آتے وقت تم نے معلوم کر لی ہے کہ ساو کو بڑا خیر چلے والا ہے حالانکہ وہ بیوقوف ہے۔

چنانچہ میں اٹھ کر جانے لگا لیکن میں اس وقت ذکالی کو بکھرا دیا اور یاد کیا چنانچہ اس نے مجھے دابھ باز کر ایک بار میری ماں کے سامنے بیٹھنے کہا۔

”سیکیزون! وہ بھلا میں ایک اور بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جب تم جہان تھے تو طریقہ کے ساتھ تم اس علاقے میں آئے تھے کیوں؟

”ہاں، یہ جگہ ہے“ میں نے بیٹن اور مردہ آواز میں جواب دیا۔

تاکہ یہ پتے کی ضرورت نہیں کہ طریقہ اور اس کے تاحیوں کے کل عام کے کارندہ خیر واقعہ کو بھولنا چاہتا ہوں اور اس کے متعلق گفتگو کرنے سے گھڑا ہوں اور اس کی کسی ایک خاص جگہ سے لیکن وہ داستان میں نے قہقہ کر کے یہی وقت پر پہنچ جائے گی حتیٰ کہ میرے دلوں گھر سے دوست سرخری کرکس اور کبتان جان لڑکی اس داستان سے بھری طرح واقف نہیں ہیں۔

”لیکن ذکالی! میں نے کہا“ تم ان واقعات کے متعلق کیا جانتے ہو۔“

”وہ سب کچھ سیکیزون جو جانتا ضروری ہے خصوصاً اس لئے کہ بہروں کے اس کل عام میں بھی بڑا ہاتھ تھا۔“

”ذکالی! میرے ہی مفرد سے ان

ہیزوں کو قتل کی تھا جس طرح کہ اس نے میرے ہی مشورے سے شاہکار ام لاہور کا ٹکڑا کر لیا تھا۔  
 ”خرا چور تلوں پر بڑے خوبی.....“ میں نے کہا  
 شروع کیا لیکن زکائی نے میری بات کاٹ دی۔  
 میکویز ان ہمے گالیاں کیوں دے رہے ہو؟  
 کیوں ہوں میں پتھر؟ کیوں ہوں میں غری؟ کیا  
 اس لئے کہ میں نے اسے چند سلیڈ کا سون گولڈ کر دیا جو  
 اتفاقاً تمہارے دوست تھے اور تمہارے بھالے اور  
 جالب یادگاریوں کو کھو دینے آئے تھے؟  
 ”تو کیا فعل اس لئے تم نے ڈنگان کے ذریعہ  
 انہیں آگ کر دیا تھا؟ صرف ایک ہی جی؟“ میں نے  
 پوچھا اور گھور کر اس کی طرف دیکھا کہ میرے خیال  
 میں اس وقت وہ میرا میرے سامنے جھوٹ بدل رہا تھا۔  
 ”نہیں میکویز ان! صرف یہی ایک وجہ نہ تھی؟“  
 زکائی نے جواب دیا اور اپنی نظریں جھپکاتے ہوئے حیرت  
 انگیز آنکھیں جو چمک چمک پھلنے پھولنے سورج کی طرف دیکھ  
 سکتی تھیں جھکا دیں وہ حیرت انگیز آنکھیں جو چمک چمک  
 پھلنے پھولنے سورج کی طرف دیکھ سکتی تھیں۔  
 ”تو پھر دوسری وجہ کیا تھی؟“  
 میں نے کہا کہ میں کچھ نہ سمجھتا تھا کہ وہ کس کے ہارے  
 ساتھ لانے سے نفرت ہے؟ اور جب ریلوے اور اس کے  
 ساتھ لگ کر دینے کے قون کا ہے جب خون بہانے سے  
 سلیڈ کا سون اور ڈوڑوں کے درمیان وہ جنگ شروع نہ  
 ہوگی جس کا تاخیر سلیڈ کا سون ڈوڑوں کے کسی ایک  
 کے قتل ترین خاتمے پر ہو سکتا ہے؟ ان کا کل ڈنگان اور  
 ہزاروں آدمیوں کی موت کا سبب بنا میکویز ان؟ اور  
 یہ موت کے ایک طریقے کی پہلی کڑی ہے۔ اب سمجھ  
 سکتے ہیں؟“  
 ”میں تو صرف یہ سمجھا ہوں زکائی کہ تم بعد عیار  
 ہو رہے ہو۔ میں نے شے اور طرے سے کہا۔  
 ”تم کہ تمہیں قون تو اپنا نہیں کہا چاہے میکویز ان  
 زکائی نے ایک طے سمجھ میں کہا جس میں سہائی کی  
 جھک گئی۔

”کیوں؟ نہیں کہا چاہے؟“  
 ”اس لئے کہ میں اس میں سے تمہاری جان بچائی  
 تھی۔ اس سلیڈ کا سون میں سے خاتم اپنی جان بچا کر  
 جانے گئے تھے۔ انہیں؟ اور تم ایک جگہ تک نہیں  
 سکتے کہ میں نے کیوں تمہاری جان بچائی تھی۔“  
 ”لیکھ سے زکائی میں آج تک یہ بات مجھے نہیں  
 سنا کہ میں نے اسے اپنی قسمت کا ایک کرشمہ سمجھا تھا اور  
 اب بھی سمجھتا ہوں۔“  
 ”بہت اچھا میں بتاتا ہوں تمہاری وہ قسمت یا  
 روح پروردہ اپنا پہنچے ہوئے تھی۔“ اور وہ ہنسا ”میں نے  
 تمہیں ہیزوں کے ساتھ دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ تم ہیز  
 نہیں ہو بلکہ دوسری قوم میں شامل ہو کر اس وقت میں  
 شامل کرنے کا شہرے میں شامل اور وچ ڈال کر تھا۔ یہ اور بات  
 ہے کہ میں تم سے دور رہا اور ہماری ملاقات نہ ہو سکی  
 ہو کہ میں تمہیں بھی معلوم نہ ہوا کہ ہماری ملاقات ہوئی  
 ہے کیونکہ اس وقت میں سو رہے تھے۔ اس کے علاوہ مجھے  
 تمہاری کچھ اپنی پریم آگ شایہ تم بہتین نہ کرو گے لیکن ان  
 دونوں میرا دل زائر تمہاں کے علاوہ میں یہ بھی جانتا تھا کہ  
 کر آئے والے سول میں ہماری ملاقات ہوئی اور ہم  
 ایک دوسرے کے قریب آئے نہیں گے اور تم دیکھ رہے ہو  
 کہ آج ہماری ملاقات بھی ہوئی ہے اور ہم ایک  
 دوسرے کے قریب آگئے ہیں اور آج ہم ایک ایسا  
 ہے کہ اس وقت میں جبکہ سدا انگوٹھا کے گھر کی اور  
 تپاں میں نہیں ہو جاتی۔ جب تک کہ یہ راستہ انجام  
 تک پہنچے گا یعنی چاہے تمہیں نے ڈنگان کے آدمیوں کو  
 (ختمی ہنگر ہیزوں کو ڈوڑوں پر چڑھا دے گا اور وہ  
 ڈنگان سے اور ڈوڑوں سے تمہارے خون کا بدلہ نہیں  
 گے اور یہ کہ تمہاری اور اس کے مٹی ڈنگان کے جسم  
 میں طوفان کر جائے گی اور اسے یہ پیمانہ کر رہے گی اور  
 اسے وہ دھماکے کی چٹانچہ ڈنگان نے میری بات ان کی  
 اور اس بیوقوف کی سمجھ میں آئی بات نہ تھی کہ اس کے  
 سر پر بہت سی بدعیاں ہیں بہت سی آہیں اور بہت سی  
 لعنتیں سدا لہری جس چٹانچہ میں ایک کے اٹھانے

سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا چٹانچہ نہیں ہیزوں کے  
 ساتھ کہ نہ کیا گیا میکویز ان اور تم بہت سے بے خبر  
 ڈنگان پر لعنت برسانے اور جانی لانے میں معاون  
 جانت ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ میکویز ان کے آج پاٹا  
 جس میں پسند کرتا ہے۔ پاٹا جو خود اپنے بھائی ڈنگان کا  
 خف ترین دشمن تھا اور ہے وہ موت نہیں پادے جس  
 نے تمہاری جی دھڑکی، یقین کرو میکویز ان وہ میری  
 فرستادہ تھی جو پھر میکویز ان بعد میں تمہاری اور اس  
 خواہش اور ہیزوں کی کسی گری جس کے ساتھ تم ان  
 ڈول بہت کرتے تھے؟“  
 ”بھئی بھی گری ہو اس سے جیسے کیا؟“ میں  
 نے جواب دیا اور اٹھ کر آگیا کہ اس کا ہونڈے میں بن  
 کے باتوں نے میری غناک یادیں تازہ کر دیں ”وہ  
 زمانہ گریا زکائی“  
 ”مرگیا میکویز ان؟ لیکن تمہارے پھر سے تو  
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانے اب بھی زندہ ہے۔ بہت  
 زیادہ زندہ وہ ہے اسی طرح جس طرح کہ وہ واقعات  
 اپنے طور پر زندہ ہیں جو تمہاری جوانی میں ہوئے تھے۔  
 لیکن شاید میرا خیالی غلط وہ سب کچھ اسی طرح کہ  
 تمہارے دوسرے سامنے مر رہے ہیں۔ تم سے کہ میں سوچ  
 ہے کہ میکویز ان کی اس خونی دان میں نے، میں نہیں سمجھتا  
 تمہاری جان بچائی تھی۔ اب چاہے میں تم بہتین کرو یا نہ کرو  
 اور تمہاری جان میں نے ایک خاص فرض سے بچائی  
 تھی۔ اب تمہاری جان چاہے تو مجھے خود غرض کہہ سکتے ہو۔  
 اچھا اب جا کر سو رو وہاں کہ تمہاری پرانی یادیں تازہ  
 ہوئی ہیں لیکن میں وعدہ کرو ہوں کہ تم گہری نیند  
 سو گئے۔“  
 اور اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ کی غائب  
 ہٹائی، میری طرف دیکھا اور پتا نہیں ہلا کر بھلا گیا۔  
 ”جا میکویز ان جاؤ۔“  
 اور میں زکائی کی جھوٹی سی بے باور یا تو رہا تھا۔  
 اب اگر آپ نے میری ان باتوں کی داستان  
 (میدوہ) پڑھی تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں کیوں

رو رہا تھا۔ لیکن میری اس پہلی صحبت کی اور اس سسٹی خیز  
 واقعات کی جو ڈنگان کی زمانے میں ہوئے تھے کہانی  
 بیان کرنے کا یہ وقت ہے اور نہ سوچ۔  
 جیسا کہ زکائی نے کہا تھا اس رات میں سکون کی  
 گہری نیند سو گیا تھا اس لئے کہ میں بہت زیادہ تھکا ہوا  
 تھا اور نیند تھی کہ بڑھاکے ہاتھوں کی طرح اٹھی چلی  
 آ رہی تھی لیکن دوسرے دن اور دیر کے کہ میں تک کے  
 پیدل اور طریق غرض میں بہت جگہ سوچا تھا۔  
 بے جا غرض رہا جس نے بہت سی عجیب باتیں  
 دیکھی اور سنی تھیں۔ وہاں میں کا قتل، اس سے تھا اور  
 حال سے تھا اور جیسوں میں ڈرا بھی مجھ نہ سکا تھا اس کے  
 علاوہ وہ دونوں کی باتیں پاسی سے لگلا ملے تھیں اور ان  
 واقعات پر ایک سے دوسرے رخ سے روشنی ڈال رہی تھیں جو  
 میری جوانی میں نہ صرف میرے ساتھ بلکہ دوسروں کے  
 ساتھ بھی ہوئے تھے۔  
 اور اب اس روشنی میں اس تمام باتوں کے تجزیہ  
 کرنے کا موقع تھا اور بھی میں کر رہا تھا اور ان کا تجزیہ  
 میں تھی ان کا لگان مشقی تختہ نظر سے کر رہا تھا میں نے  
 بتا دیں کہ اس سلسلے میں سدا کو راکھی معاون ثابت نہ  
 ہو رہا تھا کیونکہ جب میں اس سے کوئی سوال پوچھتا تو  
 خاموشی سے اپنے شانے پکاچھا۔  
 ان سے اس کے کہانی کو دیکھ کر  
 تھی، اس نے کہ کہ میں زکائی کا جاوڑو مینا جانتا تھا اور  
 زکائی نے مجھے خبر سے سامنے اپنے بہترین جاوڑو کا مظاہرہ  
 کر دیا تھا اس کے علاوہ بعد میں اس نے مجھے سے تجانی  
 میں بھی باتیں کی تھیں۔ اور پھینکا یہ باتیں ہی وہی تھیں  
 میں نے سامنے سامنے کے متعلق جس میں چلی تھی اسے  
 میری سادہ کو، اس کنگھو میں شریک نہ کیا گیا تھا اور یہ وہ  
 شرف تھا جس نے زکائی سے تجانی میں کرنے کا جو کسی غرض  
 نصیب کو ہی حاصل ہوتا تھا۔ چاہے سدا کو کہا میں اپنے  
 طور پر ہی ان باتوں کے متعلق کوئی نتیجہ اخذ کر لوں۔  
 میں نے چڑکھاب دیا کہ بے شک میں آفری  
 اور سچ نتیجہ اخذ کر سکا ہوں کیونکہ سدا کو کے لہجے نے



دہشتناک، وحشتناک، جبرتناک، قہر انگیز اور خوف  
دہراں کے لبادہ میں لپٹی ہوئی دلفریب اور

## خونفک کہانیاں

کفارہ

طلسم کردہ

خونفک عفریت

زندہ آتما

آتما شستی

پہاڑی کے جن

واصل جہنم

بے چین روح

خونی سفر

دہشت ناک



ہر ناول مکمل

آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں۔  
قیمت - 60/- روپے

دُعایک کارنر 5 فیصل آباد  
المن پور بازار

PH:041,2640013

مجھے غصہ ملا دیا تھا کی تو یہ ہے کہ سارو دو کو یہ بات بہت  
پری معلوم ہوئی تھی کہ اسے اپنے بچی طرح سونے کے  
لئے بیچ دیا گیا تھا جبکہ اس کا مرضی باپ تھا جی میں اور  
رات بے تک مجھے ہے بائیں کرتا ہمارا سارو کو سب  
یہ بڑی کڑوری یہ تھی کہ وہ ایک حد تک خود پسند تھا اور  
اپنے آپ کو بہت زیادہ مہنگہ سمجھتا تھا اس کے علاوہ وہ  
فطریہ خونفک حد تک حاسد تھا۔ حتیٰ کہ معمولی معمولی  
محاملات میں بھی اس کی یہ خصوصیت نمایاں ہو جاتی تھی  
لیکن اس کے متعلق یہاں کچھ کم فضول ہے کیونکہ اس  
کہانی کے مطالعہ کے دوران قاری خود بخود اس کی اس  
خصوصیت پر کڑوری سے واقف ہو جائیگا۔

چنانچہ ہم کی محنتوں تک خاموشی سے چلنے رہے  
اور اس خاموشی کو خراب سارو کو کرنے توڑا۔  
”کوئی آکیا اب بھی تو اوپر ہی کے ساتھ کلا رہ  
جانا چاہتے ہو؟“ باپ تم خود رو ہو گئے ہو؟“  
”خوڑو؟ میں کس سے خوڑوہ ہونے لگا؟“  
نے تھا ہو کر بچھا۔  
”اس مجھے ہے جس کا بیٹک پڑا ہوا ہے۔“  
جس کے متعلق دکالی نے بتایا ہے۔ ”سارو کو ہلا۔“  
اور اب میں اس مجھے کوا لیاں دے رہے اور اسے  
برا بھلا کہنے لگا اور میں نے کہا کہ مجھے اس مجھے کے  
دو جو کاسرے سے یقین ہے یہ نہیں پکارا ہو چنگ نہ ہی  
میں اور اس میں پانی کے گڑے سے کرب ہو چکا اور  
”اب اگر تمہیں اس بوڑھے کی باتوں نے خوڑوہ کر دیا  
ہو“ میں نے کہا تو یہ فک سے اوپر ہی کے کرال میں مایا  
کے پاس جا کر بیٹھا۔

”میں کیوں خوڑوہ ہونے لگا سیکھو یرن؟ دکالی  
نے پوچھا کہ کدہ دہراں دلا مینا مجھے ڈی کر دے گا  
پاکوئی اور نقصان پہنچائے گا اب اگر مجھے خوف ہے تو  
تمہری طرف سے ہے کیونکہ اگر تم ڈی ہو گئے تو پھر تم  
میرے ساتھ ہو گے کہ موتیوں کی باتوں میں نہ چلو گے۔  
”اے...“ میں نے غمی سے کہا تو معلوم ہوا  
سارو کو کہ تم خود غرض بھی ہو کیونکہ تم اپنے خاکہ کے  
خونفک کہانیاں

جن میں سے دو کے دانت خاصے ہوئے اور شاندار تھے  
لحمہ مارکو نے جو بہت جلد ایک اچھا شائق بنے باز میں ایک تھا  
اس دن اٹلی بندوں نے ایک اور باگی مارگیا جو میں نے  
اسے دینے کا وعدہ کیا تھا اوہی نے بھی ایک مناسب  
دانتوں والی یعنی کا کھار کیا تھا اور اس کا کارنامہ کسی  
مہورت جگڑے سے کم تھا کیونکہ اس نے اس ہتھیار کا  
کھار اس بندوں سے کیا تھا جو میں نے اسے دی تھی جو  
اپنے آپ چل جاتی تھی اور جو تھکنے بولے نہ ہوں  
کے اس کی ہڈی کے کان کا لور کا حصہ اڑا بیٹھی۔

چنانچہ اوہی نے اپنے اس کارنامے سے اتنا خوش  
ہوا کہ میں نے پہلے بھی کسی سیاہ فام اور سفید فام کو بھی  
اتنا خوش نہ دیکھا تھا اور یہ ایک کھٹکے کی دھانچا کا،  
نمبر سونگھا، سلام کرتا اور دیکھے بار بار اپنے اس  
کارنامے کی داستان شاعرانہ طور اس کا ہر بیان اپنے  
پہلے بیان سے اور ہر تفصیل پہلی تفصیل سے ملتی تھکتی  
ہوئی تھی ساتھ ہی خود اس نے اپنے آپ کو ایک بے  
لقب سے نوازا دیا جس کے معنی "ہتھیوں کو کھانا  
جانے والا" پھر اس نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ اس کی  
یعنی اوہی کی زبان میں "لوٹکا" کی رہنمائی اس کی  
مدد میں گیت گائے) چنانچہ اس کا وہ آداری ساری  
رات "لوٹکا" کبھار ہا اور اوہی نے ہم سے کسی کو بھی  
رات بھر سونے نہ دیا یہاں تک کہ اوہی کا کھانا کھینے  
والا تھک کر ایسا بے حال ہوا کہ باقاعدہ بے ہوش ہو کر  
حرام سے گر پڑا۔ یہ پورا سلسلہ بے حد دلچسپ تھا  
لیکن آخر میں اس نے اکتانے سے لگا کر ایک آپ جانے  
ہر بات اور ہر چیز اپنی حد میں اچھی لگتی ہے۔

ہتھیوں کے علاوہ ہم نے دوسرے بھی بہت سے  
جانور کھار کئے جن میں بدوچر بھی شامل ہیں بندوں بھر  
ہم سے دائیں بائیں سے تقریباً ایک ساتھ کھل آئے  
تھے اور میں نے بوی بھرتی سے دائیں بائیں گھوم کر ان  
دلوں کو لہر کیا تھا۔ ان کے علاوہ میں سفید گیلے جو  
افریقہ سے تائید ہوئے ہیں۔  
تھوٹھ پھٹے کے خشک ہارے پاس اتنا اچھی

تھا تو مجھے یہ کہ میں اس خیالی سے بے حد خوش تھا  
کہ ہمارے یہ بچہ خود اپنی قسم ہو گئی سی حالانکہ میں اپنے  
آپ سے بھی اس قدر کہنے کے لئے تیار تھا لیکن وہ اپنی  
دل میں اس خیال سے قدرے خوفزدہ ضرور تھا کہ کہیں  
اس بچے کو ہونے سیکرے والے پھینکے کی چنگولی جو  
بڑھنے ہونے کے لیے کچی کچائی نہ ہو اور بد قسمتی میرے  
گھاتے کھاتے لگے نہ ہوں۔

پہلے پھر سے کہ اس پوری کم میں ہمیں کسی جگہ  
ایک بیسٹیاں بھی لگاسی کہ جھک بھی نظر نہ آئی کی اور پھر  
چونکہ ہم جس راستے سے دائیں جانے والے تھے وہ بلند  
اور بھر جگہ سے گزر رہا تھا اور ایسی جگہ بھی تھیں  
تھیں چنانچہ وہاں سے گزرتے ہی کسی جگہ سے شے کی  
کوئی امید نہ تھی چنانچہ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کے  
ایمان کر دو ہوتے ہیں جو اس قسم کی اوتھ چانگ  
چونگ توں میں مین گھٹے ہیں اور یہ کہ فاروچ ڈانگ  
چونگ توں کو سراسر ایک قریب ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف  
کاروں کو لوٹا دیتے بلکہ خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتے  
ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی کسی اسی طرح کا ایک خوار خرب  
کا فرقہ ڈانگ سے کہتے ہی ضرورت نہیں کہ ہمارے کھار کے  
آخری دن کی رات کو سونے جانے سے پہلے میں نے  
اپنے خیالات کا اظہار مارکو کے سامنے بھی کر دیا اور  
بڑے پھر پھر بیان کیا۔  
مارکو دھوکا سے بھرا ہوا اس نے کچھ نہ کہا

ایک نظر تک نہ کیا اور کہا تو صرف یہ کہ چونکہ میں  
یعنی اٹلیں کو اس میں تھک گیا ہوں اس لئے اب مجھے  
چاہتا ہوں چاہئے۔

اب میں یہ نہیں جانتا کہ اس کی وجہ کیا ہے لیکن  
میرا قریب یہ ہے کہ کسی بھی بات کے متعلق ڈیک ڈانگ  
فہمی نہیں کہ میں نے کس کار کی میں تو فہمی نہیں بلکہ  
آپ کو اس وقت تک خاموش رہتا تھا جب تک کہ  
آپ بخیر دہی اپنے کمر کھینچ کر جانے بہر حال اس  
قدیم تھوٹے کا ایک ٹھوس اور بے حد مدد و ثبوت مجھے  
ملنے والا تھا میرے لئے مقدور ہو چکا تھا۔

جہاں ہمارا چاؤ اڑا تھا وہ ایک میدان سا تھا جس  
میں یہاں وہاں جھانڈاں اور کوئی بھی میدان اس میدان  
کے سرے پر تھک زسوں کا ایک جھنڈ تھا یہ جھنڈ موسم  
بارش میں پھینکا دل میں جاتی ہوئی اور اس دلدل کو اس  
دلدل کا پانی ملک پہنچاتا ہوا جو ہمارے کھپ کے کھن  
سامنے تھا۔

رات کے کسی لمحے میں میری آنکھ کھل گئی اور  
مجھے کچھ شگ سا ہوا کہ میں نے زسوں میں کچھ بڑے  
شم کے جانوروں کے گھونٹ کی آواز سن لی لیکن دوبارہ  
چونکہ مجھے کوئی آواز سنائی نہ دی اس لئے میں اسے اپنا  
بھوکا سمجھ کر بھروسہ کیا۔

پہنچنے کے کچھ بعد ایک آواز نے مجھے بیدار  
کر دیا یہ آواز مجھے پکاری تھی آدھے جاگتے آدھے  
سوئے خاموش میں نے اس آواز کو پہچان لیا یہ اوہی  
کی آواز تھی۔  
"سیکیوینا! اوہی کی آواز نے مجھے بولی  
مرگئی تھی کیا" وہ سامنے والے زس میں تھیں  
میرے ہوئے ہیں اوہی سیکیوینا تھو۔

"کیوں؟" میں نے جواب دیا "مگر ہمیں  
زسوں میں اپنی مرضی سے آئے ہیں تو اپنی مرضی سے  
پلٹ بھی جائیں گے اب ہمیں گشت کی ضرورت نہیں  
بہت گشت ہے ہمارے پاس"  
"ہاں سیکیوینا ہمیں گشت کی ضرورت تو نہیں

لیکن مجھے ان کی کھالیں درکار ہیں۔"  
"کیوں"

"زسوں کے بادشاہ باڈو نے مجھ سے پچاس  
ڈھالیں طلب کی ہیں اور اپنے بیلوں کو زس کے بیٹروں میں  
ڈھالوں کے لئے کھالیں حاصل نہیں کر سکا اور  
سیکیوینا میرے پاس سو گئی پیلے سے کم ہیں اور  
سیکیوینا میرے پھینکے خودی زسوں میں آ کر کھیں گے  
ہیں یہ دلدل سیکیوینا ایک مڈلے سے برتن کی طرح ہے  
چنانچہ ہمیں دلدل کے اوپر کوٹھے ہونے کا ارادہ کی  
طرف سے تو ظاہر ہے کہ نہیں کھل سکتے اور جس راستے  
سے وہ زسوں میں داخل ہوتے ہیں وہ بے حد تنگ ہے  
اب اگر ہم دلدل کے اندر کے دلوں طرف کھڑے  
ہو گئے تو پتہ نہیں چاہیں گے دلدل کے۔"  
اس عرض سے میں پوری طرف سے بیدار ہو چکا  
تھا اور اپنے کھلوں کے بستر میں سے کھل آیا تھا اپنے  
شانے پر لہاؤہ ڈال کر میں اس چوڑی سے بڑا آیا جو  
عارضی طور پر میرے لئے بنائی گئی تھی میدان بھر  
کر کے جو کھنڈ تھا اس کے سرے پر پہنچا میدان سے  
ڈرا لپے دی وہی خشک دلدل تھی جس کا ذکر میں اوپر کر چکا  
ہوں۔

دوایں جگہ کی وضاحت میں مسئلہ لاری کی لیکن اس  
وضد میں پتہ نہ کر سکا اور نہ دلدل کو پتہ کی آواز میں  
آدھی میں جس میں ایک بڑے کار کھاری ہوں میری ایک مگر  
کار کر کے ہونے گزری ہے چنانچہ میں نے ان  
آوازوں کو پہچان لیا یہاں جھینوں کا ایک ہزار ہوا  
جس میں ایک سو دو سو بھی تھے ان زسوں میں  
سو جوتا۔

میں ان زسوں کی طرف دیکھی رہا تھا کہ میرا  
ملازم سکاؤں اور سادو کو بھی وہاں آگئے دلوں ہی اس  
وقت بڑے جوش میں تھے دلوں کو کھار کا بخار چڑھا  
ہوا تھا۔  
معلوم ہوا کہ سکاؤں نے جو ہمیشہ بے وقت سوتا  
اور سونے کے وقت پر جاگ رہا تھا ہمیں سونے کو زسوں

میں گھسے دیکھا تھا اور ان کی تعداد کا اندازہ دوسو تین سو تک لگا چکا اور سادو کو نے اس شفاف کا معائنہ کیا تھا چنانچہ اس نے بتایا کہ وہ اتنا تنگ ہے کہ ہم اس کے دونوں طرف ہو کر بیٹے جائیں اور شکستہ ہیں بیسی اس وقت جب وہ جاگ کر باہر نکلا ہے ہوں۔

”نیک ہے“ میں نے کہا ”چنانچہ مناسب ہوگا کہ ہم انہیں گلے جالے دیں“

”گلے جالے دیں؟“

”ہاں... کیونکہ اوہیڑی سمیت ہم صرف چار بندوں سے سچ ہیں اور یہ قسم جانتے ہی ہو کہ کھالے کھینے کا شکار کرنے میں زیادہ کام دیکھیں ہوتے چنانچہ میں کہتا ہوں کہ جانے دو انہیں۔

اوہیڑی یہ سوچ رہا ہے جانے دینا نہ چاہتا تھا پاڑا نے اس سے ڈھالیں طلب کی تھیں اور یہاں ڈھالوں کے لئے کھال نہ صرف مفت لے دی جھی بلکہ جنگلی پھسے کی کھال بے حد مدد دہی ہوئی ہے چنانچہ یہ ڈھالیں دیکھ کر پاڑا خوش ہو جائے گا چنانچہ سب سے پہلے اوہیڑی نے میری رائے سے اختلاف کیا اور اس کے ساتھ سادو کے دیا شاید اس لیے کہ وہ اپنے ہولے والے شکر کو خوش کرنا چاہتا تھا شاید اس شکر کے خوف میں البتہ صرف سکاڑوں نے جس کے خون میں بے گسٹ خون تھا اور اس کے خون نے اسے سکا کادور عیار بنایا تھا میری رائے سے اتفاق کیا اور کہنا ہمارے اس بارود کا ذخیرہ زیادہ نہیں ہے اور یہ کہ پھسے بہت زیادہ گولیاں کھا جاتے ہیں۔

آ خر کار سادو نے کہا۔

”آ آ سکیو بیرون ہمارے سردار اور پستان ہیں چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل ہم فرض ہے البتہ اس کے موٹے کاٹھ سے گلے کاٹ کر باہر اڑھیں گے سادو ہم میں سکیو ہوں اور زکائی کی چوکنی کے انہیں خوفزدہ کر دیا ہے چنانچہ دیا اور سے اور ہو جائے آ آ سکیو بیرون ہمیں زکائی کا خوف کے لئے تیار نہیں کریں گے۔“

”زکائی؟“ اوہیڑی نے چنگ کر پوچھا ”اس

یوڑے کو نے اس معاملے سے کیا تعلق؟“

”اس یوڑے کو نے اس معاملے سے کیا تعلق ہے اور کیا کہیں ہے اس سے نہیں کیا؟“ میں نے ہلکی سے کہا۔

میں سمجھتا ہوں کہ سادو میں نے جو کچھ کہا تھا لیکن چونکہ اس کی باطنی حقیقت سے قریب نہیں اس لئے مجھے یہ تاب کرگئی خصوصاً اس لئے کہ میرے غیر بھینس کا احساس دلایا کہ وہ بے غبار نہ تھیں ہم چند بھینسوں کا شکار کرنے کی کوشش کریں گے میں نے اپنی خودی کا شکر سنا ہے ہونے کا لیکن ہم زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس پھسے مار سکیں گے اور نکالے کرے کہ ان کی کھالیں ڈھالوں کے لئے کافی ہوں گی ہاں اگر پھسے دلدل میں پھس جائیں تو ہم بیٹے چاہیں مار سکتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کیونکہ دلدل خشک ہے سادو بھی آداب اور ان کے شکار کا قہقہہ بایا جائے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سونے کے بلند ہونے ہی پر راپ اپنی عارضی قیام گاہ سے رخصت ہوئے گی تیار کی گئے گا۔

آدھے گھنٹے بعد ہم چاروں جن کے پاس بندو قیں ہیں اس ڈھالوں اور تنگ راستے کے چوٹی کے مصلوب سے بھرنا ہوا تھا دونوں طرف چہرے کے پیچھے دیکھے ہوئے تھے یہ راستہ دلدل تک جاتا تھا ہمارے ساتھ اوہیڑی کے چہرہ دلی گئی تھی۔

خود راپ اور اوہیڑی کے میرے ساتھ زیادہ خوف تھا خود راپ نے اپنے طور پر اپنی میری پیشکش کے بغیر قبول کر لیا تھا چاہے یہ ہے کہ جب اس نے میرے پہلو میں بیٹھنے سے اس پر کیا تو میں نے بھی انکار نہ کیا کیونکہ مجھے احساس تھا کہ راپ اپنی بندو ق سمیت میرے ساتھ نہیں بلکہ میرے سامنے ہوا تو خود میں غیر محفوظ ہوں گا کیونکہ اس کی برائی بندو ق خود دھکیل جانے کی عادی ہے میری بے رحم حال اگر اس وقت وہ خود بخود نہ جلی تو خود اوہیڑی جب جڑ میں آ کر گولی چلائے گا تو وہ اپنے ٹانے سے جھلک کر اس کے اوڑھنے میں اٹھائیں

معلوم ایسا ہوا تھا کہ پھسے نزلوں میں اٹھائیں

میں نے مجھے تھے چنانچہ پہلے تو ہم اپنی اپنی مقررہ جگہ پر دیکھ گئے کہ کیا متبادلا کا قہقہہ فیک تھا اور پھر ہم نے عین بار برداروں کو راستے پائے لے کے انتہائی سرے پر دیکھا کہ وہ رچا کر بھینسوں کو اٹھادیں بقیہ زوروں ہمارے ساتھ دو گئے۔ یہ تعداد میں دہا یا ہوا تھے اور سب کے سب لمبے دستوں والے ہمالوں سے تھے۔

ان تین بار برداروں نے ہمیں ہم نے نزلوں کی طرف بھیجا تھا خود رچا کر بھینسوں کو گھبراوے کے بجائے یہ کیا کہ ان کی ہفتوں نے نزلوں میں ایک ہی وقت میں دو گئے جگہ آگ لگادی انہوں نے ایسا کیا کہ ان کی قہقہہ تھیں بے وقوف ہی تھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ آگے بڑھتے اور خود رچا جانے سے ڈرتے تھے سادو پھسے انہیں اپنے پیٹوں کے لئے کھانہ پھنک رہا تھا وہی ہوا کہ نزلوں کے چمڑے کے انتہائی سرے سے فٹلے بلند ہونے نزل جیسا کہ میں نے کہا کہ خشک تھے چنانچہ وہ ایک دم سے مل اٹھے اور ہر ایک کو طوفان چڑھ گیا۔

نزلوں میں اٹھائیں گے ہوئے پھسے بڑ بڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ٹانگوں تک شش در شش کے عالم میں کھڑے رہنے کے بعد سیدھے ہماری طرف آئے ڈھکائے اور بھکارتے ہوئے جنگلی بھینسوں کا پرچار پر زور مل جانا کی طرح ہماری طرف بھاگے آ رہے تھے۔

ان ان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ایک ایک بڑے سے حجرے کے پیچھے دیک گیا سکاڑوں ہماگ کر قریب کے کیو سادو رشت پر لٹی کی لٹی بھری سے چڑھ گیا اور اس کے کانوں کی پردہ کے بغیر اس کی چڑی پر چڑھتا چلا گیا وہ ایک مقابل کا گھونٹا تھا سکاڑوں کی گھونٹے میں بیٹھ گیا ہمالوں سے کس زلزلہ پناہ لینے کے لئے گھمکر کر اور پھر ہمارے سادو کا کیا کیا ہوا کہ وہ اس کی میں میں منہ دیکھ سکا لیکن یوڑا اوہیڑی جوش کے اندر سے یں میں انھوں کر اپنی لیکن گاؤں سے اپنا بار اور راستے کے میں چلنے میں گھبراہٹ ہو کر بیٹھنے گا۔

وہ آ رہے ہیں... وہ آ رہے ہیں... جنگلی

بھینسوں است ہے تو آؤ، آہیںوں کو کھانا جانے دلا ہمارے استقلال کو کھڑا ہے۔

”اوہیڑی! اس بے یوڑے الو...“ میں نے چیخ کر کہا۔

لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ اس وقت ایک زبردست پھسے نے جوب کے آگے تھا اور اس رچا کر کیا گیا سر اور اٹھا اوہیڑی کا چیخ کر لڑا اور وہ اپنی گردن لٹی کر کے اور آگ کے ہوا کر سادو کا اوہیڑی کی طرف آیا۔

اوہیڑی کی بندو ق کی بندو ق میں جلی اور دوسرے ہی لمحے خود اوہیڑی نے زمین سے اوپر اٹھ چکا تھا پلٹے ہوئے نزلوں کے کالے دھوئیں میں میں نے اوہیڑی کے موٹے جسم کو کھانا میں بلند ہوتے دیکھا اور پھر اسے ”دھب“ کی آواز کے ساتھ اس چٹان کی چوٹی پر گرے سنا جس کے پیچھے میں دیکھا ہوا تھا۔

”اوہیڑی! اس کا خفا خانہ کھنکھن میں نے کہا۔

اور جب وہ پھینسا جس نے میرے خیالی میں اوہیڑی کو آجیانی کر دیا تھا اس چٹان کے قریب سے، جس کے پیچھے میں تھا زور زور پاؤں تھیں سے اوہیڑی کی دھب پر قاف پر گرا کر اپنی بندو ق کی کوئی اس پھسے کی پالیوں میں جوست کر دی اس کے بعد میں نے کوئی گولی نہ چلائی کیونکہ مجھے وہاں اپنی موجودگی کا اشتہار نہ دینے میں اپنی تھوڑی سی تھوڑی تھی۔

جب سے میں فطاری اٹھن کا فرش ہماوں چب سے لے کر اب تک ایسا مختصر میں دیکھا جیسا کہ اس وقت وہ رہا تھا۔

نزلوں میں سے گل کر دو نزلوں پھسے راستے پر یا اس تنگ نالے میں کسوں میں آگے سے دور ہے اور میرا خدا اپنی زبان میں نزلوں میں آگ کے گلے کے واقعہ پر شاید کہنا سناے کا اعتبار کہ وہ اتنا تنگ راستے میں پھس گئے افراتفری میں وہ ایک پر ایک سوار ہونے لگے وہ بھکار رہے تھے وہ ڈکار رہے تھے وہ لائیں چلا رہے تھے وہ ایک دوسرے کو کھینے کی کوشش کر رہے تھے انہوں

لے کر ہی کئی چٹان پر چل کر جاؤ مجھے اپنی پناہ میں لے ہوئے تھے وہ اندھا دھند لے کر گئے مارنے لگے یہاں تک کہ چٹان پر زبردستی وہ اس درخت سے کئی حصے کی چوٹی پر اور اب عقاب کے گھونسلے میں سکاڑ لے پہلے مجھیں دیکھ کر پھوٹے اور پھر ان کے کمر میں آ رہا اور ان مجھیں دیکھ کر ساتھ دھواں بھی آیا اور یہ دھواں اپنے ساتھ نسلوں کے چلنے ہوئے نکلتے لایا۔ آخر کار یہ طوفان گزر گیا۔

مالا کہ تم اسے جسے تو نے جواب دیا۔  
 ”وہ آدمی جو کہ کبھی نہ کبھی شیطان جیسے نے  
 کل ظلم کیا ہے میرے ساتھ تو مجھے آسان ہو گا کیونکہ  
 میرا وہ چھٹا (گنہگار) تھا ہے۔“  
 چنانچہ میں نے دیکھا کہ اس مطلب سے میں نے  
 اوہی سے کہا کہ اسے اور بھی کہ پتہ ہے اور مطلب اسے  
 ہونے لگا کہ اسے اس کے لیے کہ میں نے اسے اس کے  
 کچھ کہ ایک بڑے سے کہ اسے اس کے جیسے اوہی  
 ہے خیالی میں کچھ میں کہ اسے۔

چند محضروں کے علاوہ جو اس مہینہ وار دور میں خود اپنے والدین اور عزیز و اقربا کے گھروں سے کل محلے سے جنگلی جینسوں کا ریڑز جاچکا تھا اور اب میں رومی شہنشاہ کی طرح غائب و گمشدہ تھا..... سوچتے تھے کہ مہری نوج کہاں ہوگی۔

اویڑی اسی نے سچ کر بلکہ دھوکے کی وجہ سے  
چھپک کر کہا اویڑی! تم مر گئے میرے دوست؟  
”ہاں..... ہاں یکے بھرتا ایک کاشقی ہوئی  
خفتناک آواز نے چٹان کی چوٹی پر سے جواب دیا“ میں  
مر گیا پوری طرح سے مر گیا اس ہمدرد سلواہ (یعنی  
درد نے) نے میری جان لے لی ہے! میں کیوں  
ابھی بصر میں جلتا ہوں کیا کر رہی ہوں؟ کاش کہ میں  
اپنے کراں میں سے نکل کر اپنے مریشیوں کو ٹوٹ کر نہ  
اچھڑا کر دیتا۔ ہاں بلکہ مر گیا۔“

اور اپنے دوست ادویزی کو آخری سلام کہنے کے لئے چٹان پر چڑھ گیا۔

چنان کی چوٹی مکان کی چھت کی طرح درود معلوم  
اور استرے کی دھار کی طرح نوکدار اور چٹھی پر  
ہاتھوں کو کھکا جانے والا چٹھی پر کھسکانے کے لئے ڈالے  
ہوئے زہر جانے کی طرح ننگر ہوتا۔  
”کھوکھوں میں سیکو بیڑ، کھوکھوں میں دو کھاکر  
بولنا“ کیونکہ میں فرار ہونے کے لئے پلٹ پڑا تھا سب  
انہوں دوست کو زہر چکا تھا۔

اور ہر سارا معاملہ میری ہمت اور آگاہی سے  
 بیٹوں کا نشانہ نہ تھا کر کیا تھا جس نے اپنی کچھ  
 آلودہ دنیا کو اجڑے کے کھلوں کے لئے جسے کرے اور  
 اچھا دن کا اور میرے کہ ہے "مسائل" کا اچھا  
 چھپ چھپا اور کوسوںی چوٹ اور خوشی آئی تھی۔  
 جب یہ اشفاق ہوا کہ اس موئے کا نہ کوئی خطرہ نہ  
 رہے اور آقا کو حیرانہ جو چیلے ہی سے اٹھ پرانے کے  
 لئے کہ یہاں کا کھتر جو ایک دم سے چوٹ پر اور اس  
 نے اس کے نکلے کھلوں پر جو بڑی سے مٹری سے میری  
 طرف اٹھے ہوئے سے ایک چٹان اور پھر جڑواں  
 کھنوں میں کہ اس کے کھلوں پر ایسا کھمبہ صرف اس  
 وقتی جڑواں ہو کہ جب وہ بیک تھا۔

”محبابؒ گدھے“ میں مگر جاو آؤ ہم اپنے  
 دوسرے ساتھیوں کو تلاش کریں یہ انجام ہے تیری  
 حماقت کا بیوقوف کرتے تھے مجھے بھی مجبوسوں کے پر کا  
 دکھار کرنے پر اکسا یا تھا اب اٹھے گا بھی یا میں عمر بھر  
 یہاں دوں جس میں تیری کھڑا ہوں گا تیری وجہ سے؟

تو تھاہار یہ مطلب ہے میکہیجیون کہ مجھے کوئی خطرناک اور جان لیوا قس کا ڈرم نہیں آیا ہے؟" اوہیری نے بشارت سے بے چارہ اور میرے حریف کو اس نے بڑی خندہ جمیں سے قبول کر لیا، کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو دل میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ واہا یہ معلوم کر کے بے حد خوشی حاصل ہوئی اس میں زندہ رہوں گا میکہیجیون اور ان بزدلوں جنہوں نے زسٹوں میں آگ

لگا کی تھی ایسی سزاؤں کا کہ انہیں اپنی نانی یاد آ جائے گی اور میں اس نالائق بھیلے کو بھی لٹکانے لگا دوں گا کیونکہ میں نے اسے دشمنی تو کر ہی دیا کیونکہ میں نے۔

یہ تو میں نہیں جانتا کہ تم نے اسے زخمی کر دیا ہے  
البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ خود اس نے تمہیں بڑی یادگار  
نکرناری ہے میں نے کہا۔

اور ہر بائیسوں کو کھاجائے والے کو چنان پر سے  
کھینٹا اور اس درخت کی طرف بھاگا جہاں میں نے  
آخری دفعہ سکا دل کو دیکھا۔

اور وہاں مجھے ایک اور حیرت انگیز منظر دیکھنے کو ملا۔  
سکاؤٹل ابھی عتاب کے گھونسلے میں بیٹھا ہوا  
تھا اور وہ اکیلانہ تھا بلکہ اس کے ساتھ عتاب کے دو بچے  
بھی تھے جن کے پر حال ہی میں لٹل تھے ان میں سے

ایک بے خبری طرح رچی رہا تا کہ وہ دینی ہو گیا تھا اس کے  
کی یہ تھیں کیا نہ کہیں کوئی اس کی نہیں سن کر اس کے  
والدین کو کہیں سے آگئے تھے بے عتاب معافوں کی اس  
بوی صبر سے متعلق رکھتے تھے جنہیں یوزوں نے "اٹا  
فاجی" یا مجرموں کے بچوں کو اٹھا لے جانے والے کا  
عقاب اس پر کر دیا نام واپا اور ارباب یہ کہنے سے بے ایمان کی  
عقاب اس پر کر دیتے ہوئے ہیں اس کے لئے یہ ایمان کی  
یہ پنی بچوں اور چوچوں سے ایسی خاطر مدارات کر رہے  
تھے کہ اس کی خاطر مدارات بھی کسی بیزبان کی نہ کی ہوئی  
ہو جس سے بڑے میں سے انسان اور بڑوں کی یہ  
جنگ اس کی باوقی حضرت معلوم ہو رہی ہے کہ سلاوی  
ہے۔ جبکہ اس کی پرورش کی جس میں سے ایسا شور اور اس کی  
والدین کی پہلے ہی تھی جس میں سے میں نے اس کا جناح کوڑوں  
یا وہ بلند و آواز میں رہا تھا۔ عتاب یا سزاؤں۔

چلا گیا لگا دی۔  
عقاب کے چیلے ہوئے بازوؤں نے یہ واشٹ کا  
کاہا دیا تھوہ کاؤل کے گرنے کی رفتار قدرے کم ہوئی  
اس کے علاوہ انقلابا تیرھا اوہیری کے سر پر گرتا تھوہ  
اسے جھٹ نہ تآ کی چت کرے ہوئے اوہیری کے سینے  
پر ہے جس کے جسم کے اگلے حصے پر بھی اب تھائیں  
ہوئی گھڑی کاؤل دوزخ میں سے نکل ہوئی چٹا کار  
کی طرف بھاگا راورہ بدھوت نہیں پرے اٹھا تھوہ چٹا  
ہوئے دھماکتے وقت درخت کی جڑ میں جھبک گیا تھا  
فرضی سنی سے بدھوت کوئی نقصان نہ پہنچا تھا اس واقعہ  
کے بعد کارفروں نے اسکاؤل کو ایک نئے لقب دیا جس  
کے معنی ہیں جو ہر کموں سے جگہ کرتا ہے لیکن یہی  
نقصان پہنچا ہے۔

قصہ مختصر یہ ہوئی کہ دروے کل آئے اور ہم  
 بیٹوں ایک عجیب ملکہ پر منتظر پیش کر رہے تھے خصوصاً  
 بھڑی جس کے جسم پر کپڑے کے نام کی بھی پہچان نہ تھا  
 بہتہ اس کے سر پر ہمواری کا ملبہ ایک جڑا ہوا قادم  
 ہے ساتھیوں کو آواز دیں دینے لگے کہ اگر وہ ہمیں  
 کے کمرہ میں تلے پکے جانے سے بچ گئے ہوں تو ہمارے  
 کس آج ہیں۔

اور سب سے پہلے جو ایک سادہ کو تھا جو ہے حد سکون اور مطمئن معلوم ہوتا تھا اس نے حیرت سے اسی طرف دیکھا اور مگر بڑی مصیبت سے پوچھا کہ کیا کیا کرتے رہے کہ ہمارے یہ حال ہو گئے۔ میں نے سوال کا جواب مناسب لہجے میں موزوں الفاظ میں دینے کے بعد پوچھا کہ خود اس نے کیا کیا کیا کس کا لباس تنگ سلامت۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ  
موجودہ بینوں کے بنائے ہوئے ایک بڑے سے سوراخ  
میں گھس گیا تھا اور اس کے اس مثل پر اسے بزدلی کا الزام  
دینا چاہیے اس کے بعد ہماری پارٹی کے دوسرے  
مختلف گھسٹوں سے کیے بعد دیگرے نمودار ہونے  
کوئی عام نہ تھا سوراخ ان کے وجود پر



اس بیٹے ہوئے بیگ والے بھینے سے تمہاری لمبھیز ہوئی اس وقت کہنا کہ ایک کاڑھ کا سفید تھا۔

اس کے بعد میں نے اپنی ماں کو دیکھا جو آکسورڈ شاز کے ایک گھر میں جہاں میں پیدا ہوا تھا ایک بچے پر بھی ہوئی تھی یہ بچہ سن تھا۔

اور اس کے بعد کچھ نہ تھا سوائے اندھیرے کے۔

مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ برصیری تو جلی ہوئی دنگی بلکہ ایک پہلو کی طرف سے سادو کو اور دوسرے پہلو کی طرف سے سکاڑی مجھ پر جھکا ہوا تھا تو یہ کہ سکاڑی دور ہاتھ کیونکہ گرم گرم آئسبر سے چہرے پر گر رہے تھے۔

”مرگیا“ میکیزون مرگیا، سکاڑی نے کہا ”اس بیٹے ہوئے بیگ والے بھینے نے جس میں کوئی بدردھ مگس کی تھی میکیزون کی جان لے لی۔ مرسنے والا جو بی افریقہ کا بہترین سفید فام شکاری تھا بٹے ہائے، میں اسے اپنے باپ اور سارے عزیزوں سے زیادہ چاہتا تھا۔

”مردو چاہے ہو گے وہی نسل کے افریقی“ سادو نے جواب دیا ”کیونکہ تم جانتے ہیں میں کہ تمہارا باپ کون تھا۔ لیکن میکیزون مرانٹیں سے کیونکہ عقلمند ساز کالی نے کہا تھا میکیزون کو اپنے ٹھکانوں سے دبا کر اس کی جان لیا تھا میں نے خود بھینے کے دل میں اپنا ہمالا آباد کیا لیکن مجھے خوف ہے کہ میکیزون کی پہلی اس ٹوٹ گئی ہیں۔ اور اس نے میرے بیٹے میں آگئی کہانی۔

”اے اپنے بھٹن ہاتھوں سے مت چھو مجھے“

میں نے تڑپ کر کہا۔

”دیکھا سادو نے کہا میں نہ جانتا تھا کہ میکیزون زندہ رہا گا؟“

اوہی کی کچھ ہونڈی تھی اور وہی تھی جس میں، میں نے ”بڈھڑی گا“ نے کہا اس کی مرہم پٹی تھی۔

مجموعی کی کچھ بات میں نے ہونے دھواں نلکے کے سوراخ اور دروازے میں سے روشنی اندر آ رہی تھی اور اس روشنی میں، میں مجموعی کی کچھ اور علی گڑھ کا معائنہ کرتا اور سوچتا رہا کہ یہ مجموعی کی کی ہو سکتی ہے اور یہ کہ میں ایسا کیسے آگیا؟

اور یہ کہ مجھ کی ہونڈی کی کوشش کی تو پہلوں میں درد کی تھک تھک دھڑکی اور تب میں نے دیکھا کہ برصیری پہلوں پر چڑھی چڑھی چری بٹیاں بندھی ہوئی تھیں صاف باغیہ کار کے اگر سب کی سب نہیں تو چند پہلیاں ضرورتاً لٹی گئیں۔

پہلیاں کیوں اور کیسے نوٹ گئیں؟ میں نے اپنے آپ سے پوچھا اور فرامی سارے واقعات یاد آئے تو میں بچا گیا تھا یہاں اس کا بڑے ہوئے نے جس کا کام راستے ٹھوکنے والا تھا کیا ثابت ہوا کہ ایک دھوکہ دینا چاہتا تھا اور اس کی فحشگی اس معاملے میں کچھ ثابت ہوئی تھی تو پھر دوسرے معاملات میں بھی کچھ ثابت ہوئی تھی میں کیا کہوں اس سے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سا فام دھن مجھ کو کتنا بڑھا دیا کیوں نہ ہو، مستقل معلوم کرے؟

یہ کیسے تجربات ہوں گے جنہوں نے اسے ان واقعات کی جو میرے ساتھ ہوئے والے تھے ایک تفصیل دکھائی اور اس سے یہ یک معلوم ہو گیا کہ ایک خاص بیٹھنا جس کا بیگ پہنا ہوا ہو گا مجھے خبری کرے گا؟ میں اٹھ گیا اور میں نے اس مسئلے پر غور کرنا ترک کر دیا۔

میں اس وقت میں نے کسی کچھ ہونڈی کے نیچے دروازے سے دریا کے داخل ہوتے سار اور فرامی اپنی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اس وقت میں کسی سے بھی کسی بھی موضوع پر بات نہ کرنا چاہتا تھا مجموعی کی میں داخل ہونے والا میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور میں سمجھا ہوں کہ برصیری جبلت نے یا میں کہنا زیادہ مناسب ہوگا

کہ میری بھینجی جس نے مجھے خود کیا کہ سائے دلا کوئی عورت کی میں نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں لیکن صرف اتنی ہی کہ میں اسے والی کو دیکھ سکوں۔

اور وہاں میرے بستر کے قریب اور صحت میں بیٹے ہوئے دھوئیں کے سوراخ میں سے آئی ہوئی روشنی میں ایک بے حد خوبصورت عورت کھڑی ہوئی تھی بشرطیکہ آپ ایک سیاہ فام کلمہ تھانے بھی رنگت والی عورت کو خوبصورت تسلیم کرنے کے تیار نہ رہا۔

اس کا وہی دروازہ سے زیادہ بلند اور میرا ایسا خوبصورت تھا جیسا کہ کسی بچان قدیم کے بت کا ہوتا ہے بے حد سوزاں اور تنب الہامدار ہاں کالیاں تو وہ بھی کچھ ان کی کی دہری کا ہی تھا۔ میں نے وہ اپنی گہری آنکھوں کی ہمار، جو اس کی راتوں تک اپنی تھی، اور نکلے میں بڑے ہوئے بڑے اور بڑے راتوں کی کالا کے علاوہ اور کچھ پیچھے ہوئے نیچے رہے اس کے اندر کھڑا تو وہ کسی طرف سے بھینے کے نہ تھے اس کے برخلاف میں باغیہ کار صحت کچھ خوبصورت تھے۔ ناک ستواں اور پتلی

بھی اور دانت چھوٹے اور ستوں کی ٹوٹی جیسے اور دباہ نگہ، وہی آنکھیں تو ان کے لئے صرف ایک لحاظ کا تھی یعنی ”غزالی“ کا تھا بلند اور اس کے ہال میں معیض کے نہ تھے بلکہ ٹھنڈے لالے اور لالے جیسے یہاں میں بھی بیٹا ہوں کہ اس نے اپنے ہال میں اپنی ہونڈی کی طرح بنا کر رکھے تھے اس سے بچ میں سے ناک ٹال رہی کی اور ہاں کا جڑا اپنی گردن پر باندھ رکھا تھا اور ان ہاں میں سے پیپ کے سے پھولے پھولے کان ہما کمر رہے تھے اس کے ہاتھ اس کے پیروں کی طرح نازک نازک تھے۔ چھاتیاں ابھری ہوئی، مدر اور نرم تھک غزالی تھی۔

بلاترہ بے حد مہر ہے عورت تھی اس کے ہاتھوں میں جسٹن چہرے میں کوئی خاص بات تھی جو ان کو مار معلوم اور تھی کوئی بات جس کا تعلق خالی اور مصدیت سے نہیں ہو گا لیکن بات جسے اس جسم کے حسین اور مترجماں کے سے چہرے سے نہ ہونا چاہئے میں نے سوچنے کی

کوشش کی یہ کیا بات ہو سکتی ہے؟ میں نے اس کی جھلک کی اور اس کی نیچے پر ہنچا کہ یہ عورت سے بڑی ہوئی ہونڈی تھی جو اس کے چہرے سے تھما کمر دھن کی اور شاید وہ حبیبہ جی اس کی امتیازی خوبصورت سے بے خبر تھی ساتھ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس سانچے میں ڈھلے ہوئے سر میں رماخ تھا وہ بڑی اتنی خیر اور یہ کہ یہ خوبصورت مرد کا ٹھکانہ بننے کے لئے نہیں بلکہ حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے اور یہ کہ وہ اپنا اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنے چارے والوں کو بھی اپنے آکر کار کے طور پر باجنگ استعمال کر سکتی ہے۔

اس نے آہستہ آہستہ ہاتھ پیر جھکا یا اور برصیری حرف دیکھنے میں نہیں بلکہ میرا بخور سنا کر کرنے لگی میں نے جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دستھر ہاں بھینا وہ مجھے اب تک بے ہوش ہی سمجھے ہوئے تھے کیونکہ یہ وہ اپنے آپ سے ہاتھ کر کے اس کی آواز نرم اور شیریں تھی۔

”تھرا سا آدی ہے تو“ وہ بولی ”سادو گھاس کے دو تھادے گا اور اس دوسرے کے (میں نے سوچا کہ یہ دورا گھاس ہو سکتا ہے؟) تھیں۔ اس کے ہال میں بڑے دایاوت ہیں پھر اس نے اپنے ہال چھوٹے ٹھکانے ہیں اور یہ یوں کھڑے ہیں جیسے کچھ کی پیٹے پر ہوتے ہیں (میں بھشت) پر کی طرح ہے حقیقت آدی۔ لیکن معیض سلیڈ۔ ان لوگوں میں جو حکومت کرتے ہیں۔ بے شک۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سفید فام ان کا آقا ہے اور انہوں نے اسے راتوں کو نہ سونے والا کا نام دے رکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ بچاں والی شیرنی کی طرح بے دھڑک اور ہمار دہرے، وہ جڑا ٹھکانے کے کمر میں اس وقت بھی زندہ لگے آقا چاہب لیگان نے بیٹی (یعنی طریق) کے اور اس کے 8 ساتھیوں کو گولی ماری تھانے کہتے ہیں کہ یہ سائب کی طرح پھر جتنا اور چالاک ہے اور یہ کہ بیٹا اور اس کے آقا (شیر) اس کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ اس کو دوسرے سفید فام کی نہیں کرتے اس کے علاوہ یہ شادی شدہ بھی نہیں ہے حالانکہ کہتے ہیں



کراس نے دودھ شادی کی اور اس کی دونوں بیویاں  
میں گئیں اور یہ کہ اب یہ کسی صورت کی طرف نہیں دیکھا  
اور یہ واقعی بڑی حیرت انگیز بات ہے بہر حال یہ کسی بھی  
صورت کی طرف مائل نہیں ہو چکا تھا مگر یہ کہ وہ اس  
بات بھی ہے کہ رولڈ لیڈ میں شریوں سے یہ کہاں ساری  
کی ساری ضرورت ہیں۔ کہ میں اور تجھ میں ہیں جو  
کام میں کامیابی کی ہوتی ہے۔

وہ چند ثانیوں تک خاموش رہی اور پھر اپنی  
خوابگاہ کا دروازہ کھینے لگی۔  
"اب اگر اس کی حالات اس صورت سے ہو جو  
صرف گائے اور بھیجا نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جو خود اس  
کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوشیار ہے حالانکہ وہ  
مستعد قاتل نہیں ہے تو ہم میں تیراں ہوں کہ....."  
اور جب وہ اس نقطہ پر پہنچی تو میں نے سوچا کہ  
اب چاہنا ہی مناسب ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنا سر  
ٹھکرا کر ایک جمالی دلیلی آٹھیں کھولیں اور جیسے خالی  
خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا وہ اس کے  
بڑے سے بڑے جذبات تبدیل ہو گئے اور اب اس کا چہرہ  
ایک بے حد سناٹا چہرہ تھا۔

"تم شاید بیان دے ہو۔؟" میں نے کہا۔  
"ہاں انگوئی" اس نے جواب دیا "میں بھی رات نام  
ہے لیکن تم نے کہاں سنا وہ اس طرح بیان کیا؟"  
"میں نے کہا رات نام سنا دوں گے" میں نے تائید کر کے  
کی اہم پر جلی بڑھے اور دوسروں سے سنا خدائی یہ بات  
کہ میں نے نہیں کس طرح بیان کیا تو اس کا جواب  
یہ ہے کہ بیان کے علاوہ کوئی دوسری صورت اس قدر زمین  
نہیں ہوتی۔

یہ بات میں نے سوچ کر اور بڑے سچے سچے  
الفاظ میں بھی کسی چنانچہ سمجھ کر سنانے لگی بڑی سوزش  
مسکرات ہوئی اس کی اور پھر اس نے سر کو ہلکا سا جھٹکا  
دل ٹوٹ لینے والا انداز تھا۔  
"واقعی؟" وہ بولی "تو مجھے آج ہی معلوم ہوا کہ

میں میں بھی ہوں درت میں تو ایک عام کی رودلو کو  
ہوں جس کا دل رکھنے کے لئے ایک سفید قلم آقا خواہ  
خواہ کی تعریف کر رہا ہے بہر حال میں سفید قلم آقا کی  
اس سہرائی کا شکر یہ ادا کرتی ہوں اور اس نے اپنا ایک جھٹکا  
جھکا کر اور آداب کا اشارہ کرتے ہوئے مجھے سلام کیا۔  
"میں ان ہی سے جلدی ہے کہ شروع کیا" میں  
چیکو بھی ہوں اور کسی بھی ہوں بہر حال آنازی ہوں اور  
آپ کی تیار داری کرنے کے قاتل نہیں چنانچہ تم کہو تو  
میں چاکرانی میں سب سے بڑی کہاں کو بیچ دوں۔"

"میں بڑی گلی سے تمہاری مراد اس صورت  
سے تو نہیں جس کو تمہارا باپ پوڑی گا کہتا ہے اور  
جس کا ایک کان اس نے بند دق کی کوئی سے اڑا رکھا۔  
تم نے جو طیل بیان کیا ہے اس سے میں سمجھتی  
ہوں کہ وہ یہ ہے" "مجانے اس کر کیا لیکن آج سے پہلے  
میں نے اپنے آپ کو اسے یہ ناہمی نہیں سنا"  
اور اگر اس شاعری تو تم کہوں گی ہوں میں نے کہا لیکن  
میرے خیال میں میری تیار داری کے لئے اسے نہ سمجھو  
ہی اچھا ہے مگر یہ جب تم خود ہی تیار داری کر سکتی ہو تو  
اس غریب آدمی کو تکلیف دینے سے کیا فائدہ؟ اب اگر  
اس فرق میں درود ہو مجھے درود دے۔"

وہ اہل کی طرح مٹی اور دوسرے ہی لئے وہ  
ایک آنچھ سے درود کا پتلا میرے ہونٹوں سے گائے  
ہوئے کی اور اس کا درود اچھا میرے سر سے پیچھے تھا  
اسے اور اٹھانے ہوئے تھا۔

"یہ میری ہی عزت افزائی ہے۔" وہ بولی۔  
"میں تمہارے ہوش میں آنے سے ذرا پیچھے  
مہو تیز می آئی اور یہ کہ کروڑ پتی کر تم اب بھی ہے  
ہوش ہی ہو خود میری آٹھیں اب بھی تم میں ہیں (اور  
حقیقت میں وہ تم سے اب یہ نہیں جانتا کہ وہ اپنی  
آنکھوں میں آنسو کی طرح لے آئی گی) کیونکہ میں  
خوف ہو گیا تھا کہ تمہاری یہ مٹی میں موت کا چٹن نہیں نہ  
ہو۔"

"اچھا بہت بہت مگر یہ اس وردی کا میں نے

کہا" اب چونکہ تمہارا یہ خوف ہے بنیاد ثابت ہوا ہے اس  
لئے اب یہاں آ کر بیٹھ جاؤ اور یہ بتاؤ کہ میں یہاں  
کیسے پہنچا۔

اور وہ بیٹھ گئی اور اس وقت یہ بات میں نے  
خصوصیت سے دیکھی کہ وہ اس امر پر حیرت کی طرح  
فرش پر نہ بیٹھی بلکہ پتلی پر بیٹھی۔  
"انگوئی" اس نے کہا "تجھیں درختوں کی ٹہنیوں  
کی مٹی کوئی ڈولی میں ڈال کر کمال میں لایا گیا تھا جب  
میں نے اس ڈولی کو بار بار دھو کر کمال میں شالوں پر آئے  
دیکھا تو برادرل دھڑکا ہوا تھا۔ وہ دلو سے کھنڈے  
کھنڈے کی طرح بن گیا کیونکہ مجھے خیال آیا کہ ڈولی میں  
پڑی ہوئی لاش....."

"سادو کوئی ہے" میں نے تعجب دیا۔  
"نہیں..... بلکہ میں نے سوچا میرے باپ  
کی ہے۔"

"بہر حال ڈولی میں جو تھا وہ نہ سادو کو تھا نہ وہ  
تمہارا باپ" میں نے کہا چنانچہ چھین چیک کو نہ خونی  
حاصل ہوئی ہوگی۔  
"خونی" مجھے خوشی کیوں حاصل ہونے لگی؟ کیا  
اسے اس سہانے دنگی ہونے پر بس کے حلقے میں  
نے آتی بہت سی باتیں ہیں؟ یہ میری بڑی ہمتی کی کہ  
جب یہ سہانہ آقا تو میں کمال میں نہ گئی۔"

"ہاں ابھی..... اس وقت تم کمال میں کیوں نہ  
تھیں؟" میں نے سہانہ لہجے سے بڑی بات کے ساتھ  
کسی ملنے میں تمہارا اختلاف رائے ہو گیا۔

"ہاں..... انگوئی..... میری بات تو سچی ہے اور  
یہاں میرے ہاتھ جو کچھ جھانک سکی ہیں کیا بیان دے دو یہ صیا  
مجھے جیل اور سزا دے رہی ہے۔"  
"اچھا..... بہر حال اس پر مجھے کوئی جواب نہیں  
ہے" میں نے کہا "خیر..... آگے بڑھو۔"

"آگے کی کہوں انگوئی اور وہ کہیں یہاں لے  
آئے اور تمہیں لے مجھے بتایا کہ کس طرح ایک کھینچے  
نے جس میں کوئی بدردہ دس کی ہوئی گی، تمہیں اس۔

یوں۔

تلااب میں مارا لے کر کوشش کی تھی۔"  
"یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ اس  
تلااب میں سے میں کس طرح نکلا؟"

"میں نے کہا تمہارا ملازم ساڈل تلااب میں کو  
پڑا اور اس نے کھینچے کو اپنی طرف حوچہ کر لیا۔ اور  
سادو کو چھانک کر کھینچنے کی چیز پر سوار ہو گیا اور اپنا  
اتار دیا۔ چنانچہ جیسٹا مر گیا پھر ان لوگوں نے کھینچ  
تلااب کے کچھ میں سے سمجھ کر اپنا گلا اس وقت تم  
زندگی سے دروازہ دھو سے قریب سے پھر نہیں ہوش  
آیا لیکن اس کے بعد ایک بار پھر تم بے ہوش ہو گئے اور  
انگوئی کو جب یہ پہلے تک بیٹھ رہے اور کچھ ایک سیدھی  
باتیں کہتے رہے۔

"میں مارا کو تو واقعی یہاں ہوا آدمی ہے"  
"جی ہاں، اب کیا طرح، نہ ان سے کہ تم وہ ان  
سے زیادہ اس نے اپنے کو ل اور مجھے میرے شانے  
اچھا کر جواب دیا "تمہارا خیال تھا کہ وہ ہمیں مر جانے  
دیتا انگوئی؟ میرے خیال میں تو تمہارا آدمی وہ ہے جو  
کھینچے کے سامنے آ کر اس کی ناک مر دھو دے نہ کہ وہ جو  
اس کی چیز پر سوار ہو کر اس کے بدن میں بھالا اتار  
دے۔"

مداری کھنکھو یہاں تک پہنچی کہ ایک بار پھر مجھ  
پر فحشی طاری ہو گئی اور نہ صرف ہاتھوں سے بلکہ اس  
دھکپ اور ہمارا صورت لینا سے کسی میرا بھلاہ دھاسی  
طور پر کھم ہو گیا۔

جب مجھے دوبارہ ہوش آیا ہے تو جانتا ہوں نہ  
تھی۔ اس بلکہ کچھ زیادہ بڑی کی مہو تیز می آئی کیا تھا  
ایک بات پھر میں نے خصوصیت سے دیکھی اور وہی  
نے مہو تیز می کے کوئے میں پڑی ہوئی پرانی پٹلی  
الغی کی اور اسے تھہر کر کے اور اس کی کدی کی خاک اس  
پر چھینک دیا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ میں جاگ گیا ہوں تو وہ  
یوں۔

”سلام میکیزن اب حال کیا ہے؟“

”جی زعمہ ہوں تمہارا حال کیا ہے؟“

”بہت برا میکیزن بہت ہی برا، میرے کلبے ایسے ہوئے ہیں کہ اب کسی بیٹھے میں ابھی غاسی تکلیف ہوئی ہے اس مردود بیٹھے کی ہاک، معلوم ہوتا ہے چھری طرح سخت اور کمزوری کی اس کے علاوہ میرے آگے کسی سخت تکلیف ہے کیونکہ وہ سکاؤل سرور درخت پر سے اترے وقت سیدھا چھ پرگمرا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے نقصانات کی وجہ سے میرے دل کے بھی دو ٹوٹے ہوئے ہیں۔“

”نقصانات! نقصانات کیسے؟“

”بات یہیں ہوئی میکیزن ان بیوقوفوں نے فزلسوں میں جو آگ لگائی کہ وہ ہمارے پڑاؤ تک نہ صرف پہنچ گئی بلکہ اس نے ہماری ہر چیز کو جلا ڈالا گوشت کھائیں، حتیٰ کہ اس نے ہاتھی دانت کو بھی چٹا کر بیکار کر دیا۔ بڑی ٹخنیں ہم بھی۔ وہ میکیزن حلاکتہ کی انتہائی بڑی شاعر اور امید افزا آدمی تھی۔ بہر حال ہم اس کم پر سے اس طرح واپس آئے ہیں کہ مجھے حق ہے کہ تم نے کم میں تو شکایت کی۔ ہاں میکیزن ہم کو ملے کہ اس نے آئے سوائے اس پہلے ہونے بیٹنگ والے بھٹے سے کسر کے اور یہ بھی میں اس لئے ساتھ لے آیا کہ شاید تم اسے یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھنا پسند کر دو گے۔“

”ایہو کی! یہ کیا کم ہے کہ سب کے سب اپنی جائیں ملاست لائیں بڑھکشی زعمہ رہا۔“

”یہ تلک تم زعمہ رو کی میکیزن، ہمارے یہاں کے وہ جہیزین وہی ڈاکڑوں نے تمہارا حمار کو کرنے کے بعد بھینک کیا ہے۔ ان میں سے ایک نے تمہاری پسیوں پر کھائیں لپیٹ دی ہیں میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو اسے ایک چھڑا دوں گا اور ایک بکری تو میں اسے دے بھی چکا ہوں شگلی لیکن اس نے کہا ہے کہ تمہیں ایک آدھ مینے کی سیبیں لینے رہتا ہے گا اس عرصے میں پانڈا نے وہ ڈھولیں بھی منگو رہیں ہیں جاس نے طلب کی تھیں چتا چھپا کی ہانگ

پوری کرنے کے لئے مجھے اپنے اور اسے کمرال کے امرا کے بچوں جانور زعمہ کر کے ان کی کھالوں سے ڈھالیں بنائی پڑیں۔“

”کاشی کہ تم نے اور تمہارے امراء سے پہلے ہی سے اپنا کیا ہوتا تو ہمیں بیٹھوں کے اس پر زعمہ کے خاکروہ جانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ میں نے گمراہ کہ تجراب دیا کیونکہ میری پہلیاں ہری طرح سے درد کر رہی تھیں۔“

سادو کو اور سکاؤل کو بلا بھیجو کہ میں ان کا کھیر یہ ادا کروں۔ اگر وہ دونوں نہ ہوتے تو اس وقت میں زعمہ بھی نہ رہا۔“

چنانچہ دوسرے دن صبح وہ دونوں میرے پاس آئے اور میں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا کھیر یہ ادا کیا۔

”جی..... جی..... سکاؤل نے کہا۔“

وہ خوشی سے درد ہوا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے آنسو اس کی کمری کی ہاک کے دائیں بائیں بہہ رہے تھے۔ یہ ایسے آنسو نہ تھے جو میں نے دنیا کی آنکھوں میں دیکھے تھے بلکہ یہ حقیقی آنسو تھے جو میرے وفادار ملازم کی آنکھیں اس لئے بہا رہی تھیں کہ میں نہ صرف موت کی دہلیز سے لوٹ آیا تھا بلکہ مجھے ہوش بھی آ گیا تھا۔

”میں میکیزن، اب آگے کہو نہ کیو“ سکاؤل نے کہا اگر تم کرکے تو پھر میں بھی سرجاؤں گا کیونکہ اگر تم مجھے سہارا نہ دے تو آج میرا کوئی سہارا نہ ہوتا اور اس وقت میں اس دنیا میں بلکہ رہا ہوا جو مرد کم کے نام تک سے ڈانٹ رہا ہے میں جب کہ میں تالا ہوں میں کو بڑا میکیزن میں اس لئے نہیں کہیں بہار ہوں۔“

”یہ سن کر خود میری آنکھیں پر م ہو گئیں۔ سیاہ فاموں کو گالیاں دینا ایک شرمین ہی کیا ہے میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان فاموں میں جنہیں ہم دشمن اور چال نیچے ہیں جو غلطی جو جھوٹ اور جو اناندری لاشی ہیں اس کا شائبہ تک میرے دل پر نہیں لوگن میں تھیں۔“

”راہ میں انکی“ سادو نے کہا ”تم نے تو اپنا

فرس ادا کیا ہے انکی اگر تم کہو مجھ سے کہ تم جانتا میں زندہ لوٹ آتا تو لوگ میرے ہم پر تو کھوے اور لڑکیاں میری لاشی اڑ گئیں۔ لیکن کچھ کہتا ہوں میکیزن اس بیٹھے کی کھال بڑی سخت میں میرا تو خیال تھا کہ کھال اس میں اترے گا ہی نہیں۔“

اب یہاں میں اپنا ہاتھ روک کر اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ نہ صرف میرا کلمہ کرے بلکہ مجھ سے ایسی جوت بھی کرتا ہے جیسا کہ ایک کتابچے آقا سے کرتا ہے جالاکوئی دکن میں نے نہ صرف اسے سخت کیا بلکہ ڈھاسی پر پٹا بھی تھا اور دھاسی لئے سر کی بان بھاتا ہے کہ اس کی مڑت اور قیر پر آج آئے، اس پر بڑی کٹا خٹکے شنگہ جاتے اس کے علاوہ اسے شاید یہ خیال بھی آیا ہو کہ اگر میں میرا ہاتھ جو حملہ کرنے اور اس کے موٹیجی حاصل کرنے اور ان کے غصے اپنا کو اپنی بڑی ہانے کا ارادہ خاک میں مل جانے گا۔ ہو سکتا ہے کہ میرا یہ خیال غلط ہو اور ہو سکتا ہے کہ میری بات آپ کو سخت معلوم ہوئی ہو اس کے باوجود میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سادو کو کوئی نظر ہمیشہ اپنا ہی غدار ہوتا تھا خصوصاً مایا کے سلسلے میں جسے وہ اپنا دجنا ہی سے جاتا تھا اور یہاں مجھے یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ زعموں میں سادو کو پہلا اور شاید آخری شخص تھا جس نے کسی کی لاش کو کچے دل سے چاہا تھا۔“

تھوڑی دیر بعد سکاؤل میرے لئے سوپ یا شاید پانی لے کر آیا میں سمجھتا ہوں کہ میں اور سادو کو اکیلے سے چنانچہ اس نے فوراً اپنا پسندیدہ موضوع چھیڑ دیا۔

”میکیزن میں نے سنا ہے کہ مایا تمہارے پاس آئی تھی“ وہ بولا ”کچھ بتا میکیزن وہ فحشورت ہے کہیں۔“

”میں بہت فحشورت“ میں نے جواب دیا ”کہ میں نے تم دونوں میں تو میں نے ایسی سچن لکھی نہیں دیکھی۔“

”اور بہت ڈچین بھی کسی بھی مفید مال کی طرح

ڈچین اور ہوشیار ہے؟“

”ہاں بہت ہوشیار بلکہ کبھی مفید فاموں سے بھی زیادہ ہوشیار۔“

”اور کچھ میکیزن کی؟“

”کیا؟“

”بہت زیادہ خطرناک بھی ہے ہوا کی طرح جو سکون بھی پیش ہے لیکن ہائی بھی چاڑھتی ہے۔“

سادو کو چند ثانیاں تک ایک سوچ میں پڑ گیا۔ بھر لولا۔

”میکیزن اور دھروں کے لئے وہ کسی ہے اور کیا ہے اس سے مجھے کیا مجھے وہ سکون بخشتے تو میرے لئے کبھی نہیں ہے۔“

”اور وہ تمہارے لئے باعث سکون ہے سادو کو؟“

”ہاں ہے تمہاری طرف؟“

”کہانی طرح سے نہیں میکیزن، میرے لئے تو فی الحال وہ دلجو ہوا کی طرح ہے جو طوفان سے پہلے چلتی ہے۔“

”اور یقین کرو سادو کہ ہوا بڑی خطرناک اور بھگن کر رہے دلی ہوتی ہے کیونکہ وہ طوفان کی نقیب ہوتی ہے؟“

”یہ تو میں یقین سے کہتا ہوں میکیزن کہ طوفان ضرور آئے گا کیونکہ وہ ایک طوفانی رات میں پیدا ہوئی تھی اور طوفان اس کے جلو میں چلتے ہیں لیکن اگر ہم دونوں ساتھ ہوں تو پھر ان طوفان کا مقابلہ کر سکتے ہیں میں اس سے بہت کچھ کہتا ہوں اور کسی دوسری صورت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی چیز دیتا ہوں۔“

”مواہی ہے نہیں ہے سادو کو بلکہ یہ ہے کہ کیا خود مایا دوسرے مرد کے ساتھ رہنے پر تمہارے ساتھ میرے کوئی چیز دیتی ہے؟ اس نے یہ کہا ہے کسی؟“

”میکیزن! مایا کے خیالات اندھیرے میں اپنا کام کرتی ہیں ان چیزوں کی طرح جو زیر زمین سرک پٹان چلی جاتی ہیں تم دوسرے کو دیکھ سکتے ہو جیہ چھوڑتی ہے کہ وہ دوسری دھاری ہے لیکن اس میں اچھے

ہوئے خیال اور ارادے کو تم نہیں دیکھ سکتے اس کے باوجود بعض اوقات جب وہ چھٹی ہے کوئی دیکھ اور سن نہیں رہا تو اس کے یہ خیالات سرگ سے سمجھنے لگتے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی کہ وہ خود نکالی یاد کی جڑ اس نے مجھے سے ہوتی سمجھ کر اور میرے ستر کے قریب کھڑے ہو کر تھی۔

”یاجب وہ حیرت زدہ ہو جاتی ہے تو خود دواں کے خیالات ظاہر ہو جاتے ہیں“ سارادو نے سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہا ”ایسا ہی واقعہ گزشتہ سال ہوا تھا۔“

”کیا ہوا؟“ میں نے پوچھا رہے پر وہ دل سے پوچھا حالانکہ میرا دل یہ واقعہ معلوم کرنے کے لئے ہے۔

”جب اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے مجھے سوئے سینگ والے کہنے کو اپنے ہمالے سے نکل کر دیا ہے تو اس نے موقع فہیمت جان کر اسے اسے انتہا محبت کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔“

”یقیناً سے نہیں کہہ سکتی“ اس نے جواب دیا ”اور کیسے کہہ سکتی ہوں؟ یہ ہمارے یہاں کی رسم ہے کہ لڑکی شادی سے پہلے بہت نہیں کہہ سکتی کیونکہ اگر لڑکیاں ہمیں کہنے لگ جائیں تو پھر لڑکیوں کا سودا موٹیوں کے بجائے دل سے نتیجہ ہو کر ذولینڈ کے سارے نہیں تو آدھے باپ، مٹلس، وڈائن بن جائیں اور لڑکیوں کی پردہ نشینی کرنے سے انکار کریں کیونکہ ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں کہ امید نہ ہو تو ہم اس کی پردہ نشینی کے سلسلے میں کچھ بھی خرچ کیوں کریں؟ سارادو کا اہم بار اور ادارہ خاندانی ہو چتا تھا جس کی دوسری مرد کی بیوی بننے سے زیادہ تمہاری بیوی بننا پسند کرتی بشرطیکہ تمہارے ہوتے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ صاحب اختیار ہوتے۔ سارادو کا بہن جان کا وقت اور صاحب اختیار بن جاؤ اور اس کے بعد شاید تم سے محبت کروں گی۔“

”بہت اچھا باینا، میں ابھی غول کا اور

صاحب اختیار بھی، میں نے جواب دیا“ لیکن جنہیں انتظار کرنا ہوگا سب طویل انتظار ہے جانور ذوق صرف ایک دن میں تو نہیں بنی گی اس سے بڑے مسکون سے شاکا کا انتظار بننا تھا۔“

”شاکا“ وہ بولی اور سیکیزن اس کی آنکھیں چمکے لگیں ”شاکا..... ہاں وہ تھا مرد۔ سارادو اہم دوسرے شاکا بن جاؤ اور سنیں تم سے اس کی محبت کروں گی کہہ سکتی ہو محبت نے کسی مرد سے نہ کی ہوگی۔ اس طرح..... اور اس طرح“

اور سیکیزن اس نے میری گردن میں اپنی ہاتھیں ڈال دیں اور میرے ہونٹ اس طرح چومے کہ پچھلے کئی روز سے میرے دل کی کمی اس طرح نہ چھوے ہوں گے اور یہ تم جانتے ہی ہو سیکیزن نہ ذرا لینڈ میں کسی بھی لڑکی کا مردوں کے ہونٹ چماتا محبوب سمجھا جاتا ہے پھر اس نے اس کے ہونٹ اپنے سے دوردھکیل دیا اور بولی۔

”یہی ہے بات کہ مجھے انتظار کرنا پڑے گا تو اس کی درخواست میرے میرے باپ سے کرو۔ تم جانو میں تو اپنے باپ کی نگاہ میں ہوں چتا ہے تم ہی بتاؤ کیا میں ان کے علم سے مرنا چاہتی رہتی ہوں؟“

”جی ہاں، چلی جاؤ اور اپنے ساتھ میری درج اور میرا سب کچھ لے لی اور میں اپنے آپ کو خالی خالی محسوس کرنے لگا اور اب وہ بھی مجھ سے اس بات کے سبب خدائی اہم ترین رسم میں داخل ہو چکی ہے کیونکہ میں۔“

”اور تم نے اس کے باپ سے بات چیت کی؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں..... لیکن بڑے غصے وقت میں۔“ ”غصے وقت میں!“

”ہاں سیکیزن کیونکہ باپڑا کے لئے وحالیں بنانے کے لئے اس نے ابھی ابھی اپنے موٹیوں کے تھے چتا تھا اس کا سوا جڑ ہم تھا اس نے بڑی کمالی سے مجھ سے بات کی۔ اس نے کہا“ یہ سوئی کے ادھر ہے جو ہم نے باپڑا کے غصے سے بچنے کے لئے ذرا کے

ہیں؟ دیکھو یہ ہوتا؟ بہت اچھا ان سے باج مجھے سنوٹی لے آؤ اس کے بعد ہی میں اپنی بیٹی کے متعلق تم سے باتیں کروں گا۔“

میں نے جواب دیا کہ میں اس کا تم سمجھتا ہوں اور اس کے اس نقصان کی صفائی کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا اس پر وہ بڑی نرم پر کیا کیونکہ وہ غلطی نہ زودل بڑھ رہا ہے۔

”میرے بیٹے“ وہ بولا ”میں جنہیں شرع سے ہی پسند کرتا ہوں اور میرے دوست سیکیزن کو اس ناقص کہنے سے بچانے کے بعد تو میں نہیں اور وہ زیادہ پسند کرنے لگا ہوں۔ اس کے باوجود تم میری حالت سے واقف ہو میں بڑھ چاہوں ایک چمکے کار مردوں میں چلتا بہت سے لوگوں کے ہیٹ بچنے چاہتے ہیں۔ لیکن میں غریب ہوں اور میری بیٹی عیاش نہیں ہے۔ لیکن دوا سکتی ہے۔ بہت کم مردوں نے اس کی پیروی کی ہوگی چتا ہے مجھ سے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے میرے دماغ کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ میرے پوچھنے کا سہارا بنے تاکہ جب مجھ پر کوئی عریض آجائے تو اس ضرورت کے وقت میں سے چھل کر طرف دھاؤں اور اس کی لڑائی کے بعد سے میرے چھل کا کارڈ کر اور اسے جلا کر اپنے بڑے جسم میں غولی چمکائیں ہاں مجھے ایسا دانا نہیں چاہئے جو مجھے کالی میں دھنسا دے جس طرح کہ اس ناقص کہنے نے سیکیزن کو دھنسا دیا تھا۔ بس میں کہہ چکا ہوں اس طرح میں مجھے پسند نہیں۔ سوئی نے کراہیں آؤ اور میری سر میری دکان سے تمہاری ہر درخواست سنوں گا لیکن یہ سچہ کو نہیں تم سے اور کسی سے بھی کوئی وعدہ نہیں کروں یہ سچہ روں جو کچھ میرے لئے سچ دے گی وہی قبول کروں اور اگر کسی کو نظر نہ کہتیں کہ متعلق اعزاء دیکھا جا سکتا ہے تو پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ میں جو کچھ کر دیا گا وہ زیادہ نہ ہوگا۔ ایک بات اور زیادہ دلوں تک اس کمال میں نہ رہتا تھا نا انگریز کیونکہ میں نے نہیں جانتا کہ عیسائی کے خود پر تو لوں اور پسند کر لیا ہے۔ یہاں

ہے اسے سارادو کو مرد کا سلام کر کے اور مرد کا ساتھ لے کر آؤ، اور اگر یہ ختم نہیں لگائے تو مناسب ہوگا کہ کسی اس طرف کا رخ نہ کرو۔“

”سیڑی کی باتیں یہ بنیاد نہیں ہیں“ میں نے کہا ”اور اب کیا ارادے ہیں سارادو؟“

”میرا ارادہ تو یہ ہے سیکیزن اسے سارادو کے لئے اٹھتے ہوئے کہ“ میں اسے یہاں سے روانہ ہو کر جان لی جی کیونکہ میں اب بھی اپنے باپ کا یاد دلاؤں گا۔ سارادو نے اس کی محبت حالانکہ میری کراہیں نہیں، میرے کسی عزیز کی محبت دواں آجائوں گا۔ جب تک تم نہ رست سے ہو گئے ہو گے۔ پھر میں باپ کو پر جان کر دیکھوں گے جیسا کہ میں نے کہہ چکا ہوں اور اس پر جان کر دیکھوں گے اپنا رست سے ہوئی جو وعدہ کر چکا ہے کہ میں باپ کے سارے سوئی اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہوں۔“

”یہ تو میں نہیں کہہ سکتا میں تمہارے ساتھ چلوں گا ہی تم جانو میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا ہے کہ میں باپ کو کے خلاف جنگ کروں گا خود اٹھاؤ دواں اس کی اجازت دے سکتا ہوں۔“

”یہ شک سے ہے“ وہ دھمکی میں اسے سیکیزن جیسں ذولینڈ کے تعمیر ہونے سا رخ دلائی ہے کہا ہے کہ میرا ساتھ دو گے اور تم جانتے ہو کہ لڑکی کی جنگوں کی غلطی نہیں ہوئی ہے دل پر ہاتھ دھو کر کہہ سیکیزن کی اس کے سامنے ہوئے سینگ والے کہنے نے شک دیا اور طالب گئے متعلق جنگ کی غلطی؟ اور اس سیکیزن اس میں پوچھنے ہی یہاں سے روانہ ہو جائوں گا اور میں باپ کو کھنڈاری حفاظت میں دے جاؤں گا۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے مایا کی حفاظت میں دے جاتے ہو؟ میں نے کہا کہ تمہارا گلا۔“

”میں سارادو کے میری بات ان کی کردی کیونکہ وہ چاروں باتوں میں اس کے مل چل ہو جو پیڑی کے دروازے میں سے باہر نکل رہا تھا۔“

خون کا کہ کیا ہاں [151] فروری 2018ء

خون کا کہ کیا ہاں [151] فروری 2018ء



آرام کا خیال کیا نہایت سخت کا ان کو کچھ ترس بھی کر دیا  
 ہوا اور رات کو قسم ہوئی۔ مسز آفریدی کو قہری  
 کام کرنے کا جیون تھا وہ عروج شوہر کی کتنی ملک  
 کی تھیں۔ مسز آفریدی میں شہر کرنا چاہتی تھیں ایسی  
 جہد و جد میں انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کا خیال بھی نہ رہا  
 انہوں نے شہلا کے لئے ایک گورنر مقرر کر دی مگر نہ  
 کی کوئی کویت وہاں کی گئیں جس نے کتنی شہلا کے ساتھ  
 بھی کھلی ہوئی ہوا وہ شہلا نے سب کی کڑا کر دی وہ  
 تیزی سے گورنر کے گھسٹا لے کر کا کھانن کیلئے  
 ڈوہڑن سے پاس کیا اور کالج میں ایڈمیشن لے لیا۔  
 میں اس کی دوستی نہا سے ہوئی جو ایک خوبصورت جس

سادو کو مجھے مایا کے سپرد کر گیا تھا اور مجھے کہہ دیا  
ہے مایا ہر طرح سے میرا خیال آرا م کا خیال کر رہی تھی  
میں شوق کا کہن ہوں اور نہ بیش گو چنانچہ مناسب ہو گا کہ  
یہ سوال وہ زکلی سے پوچھ لے۔

حالا کہ وہ ہر دم میرے پاس نہ رہتی تھی۔  
 ”ہوئی گئی گئے“ مجھے جو محسوس ہوئی تھی  
 اور بابت اس سے واقف نہیں تھی اس لیے اس کے  
 کوسٹوں کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ وہ اس لیے میرے پاس نہ آئے  
 تھے کیونکہ وہ پہلوں کی جگہ پر اپنی راجہ بی بی زہرا

”بہت اچھا خیال ہے“ وہ خوش ہو کر کہتی تھیں  
 مشکل یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جو مجھے کال کے لیے  
 لے جائے اور میرا لباس مگراد کے ساتھ جانے نہ دے گا۔  
 وہ چند منٹ تک خاموش رہی اور اتنی بجا کر

بولی۔

گھرانی میرے لئے کھانا پکوانی۔ اس سلسلے میں اس کے اور سا کا دل کے درمیان کی قطع کر دی جو تک ہوئی تینک سا کا دل مایوس کو پہنچ نہ کر تا خصوصاً اس لئے کہ اس نے سوالات پر رد و رد سے کسی کو خوش نہیں تھی۔ اس کے علاوہ جب سے وہ دولت کے لئے ہمت لیا تو اس نے باور

”کیونکہ انتم بے جاؤ گے مجھے دکائی کے پاس آکر صبر کیا تم پر راضا کرے گا“  
”بھیکار کرے گا“ میں نے جواب دیا ”لیکن سوال یہ ہے تم پر ساتھ ہوئی تو کیا صورت میں خود اپنے بے راضا کر سکوں گا؟“

”کیا مطلب؟“ اس نے پوچھا۔ ”اوہ بھیجی... تو معلوم ہوا کہ میں تمہارے لئے ایک کالا کھلو نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ اور ہوں۔“

اور میرے خیال میں میرا..... سبکی قسمت نفاق تھا جس نے نایاب کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور اس کے دماغ میں ان خیالات اور اس کے دل میں ان ارادوں نے جنم لیا جو پہلے وہاں نہ تھے اور وہ ہو گئی جسے سادہ کو

ہم دونوں تقریباً ہر موضوع پر بحث کرتے رہے۔ مذہب عالم سے لے کر دنیا کی سیاست تک مابینا کو طویل مباحثے تھے۔ لیکن اسے زیادہ دلچسپی تھی۔

خاموشی سے ہوں منتہی جیسے میری ہر بات سنبھال دے  
میری طرف اپنی خوبصورت آنکھوں سے ہوں بکھتی  
جیسے میں کوئی خوبصورت اور قابل تحریف چیز ہوں جس  
پر وہ دہانے لگیں نہ ہنسکتی ہو۔ معاملہ یہاں پہنچا  
کہ میرے سامنے اپنی مشکلات بیان کرنے کی بجائے  
پھر اپنے ارادوں کا اظہار کرتی گئیں۔ اس کے بعد ان کو  
کے معاملے میں میری رائے پوچھی۔ اس کا جواب میں  
سب سے زیادہ دلچسپی دلوینڈو کے حالات سے تھی جن  
سے میں بہت زیادہ واقف اور میری اس بات و گفت سے  
خدا جانے کس طرح خوش خدا واقف ہو گئی تھی اور یہ  
حقیقت بھی ہے کہ میں نے دلوینڈو کی تار جاس میں بڑا  
بڑا دست کار دار کیا تھا۔ شاپان دلو میری محنت کرتے  
تھے اور میں پورے اور حکومت تھانہ کے ارادوں سے  
واقف تھا۔

وہ پوچھتی تھی کہ فرض کرو کہ بڑا حجاز دلو بادشاہ  
 باہر امر جائے تو تمہارے خیال میں اس کی جگہ تخت پر  
 کون بیٹھے گا؟

اس کے ان سوالوں کا میں نے یہ جواب دیا کہ

کہا ہوا تو لڑکی حتیٰ کہ شام کے چمن دوست اور سہیلہ جن میں دولہ کے اور ایک لڑکی حتیٰ کہ ارم مران اور سیف، ارم اور مران کی جتنی ہو سکی سیف بھی ان کا کلاس فیلو تھا شہلا کو جب سیف پہلی نظر میں ہی پسند آیا تھا وہ گردپ سے دوستی کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ شہلا سیف کا بپا دل ہو چکی تھی۔

ایک دفعہ ان دو دوستوں نے مل کر ٹیکہ مانتے کا فیصلہ کیا پھر چوبیس رپے کا دو ٹکٹ لے کر چلے گئے۔ اسی وقت وہاں پر خرید کر بائیں کی پھر کرکٹ کھیلی اس کے بعد کرکٹ کھیل سے بلیڈ مشن کا آغاز کیا اور جب وہ ٹھک گئے تو شام ہونے کے ساتھ پہلے انہوں نے پارکس میں گھومنا اور سیف کے ساتھ شام اور سہیلہ جتنی بھی جب کاروم اور مران آئے سنا سنا پیٹنے سے ہی تمام لوگ دائرہ میں موجود تھے جیسے تھا ایک ڈبہ سیف کے ہاتھ میں رکھا تو پھر یہ لکھا کہ سانسے والے کو درد مالک ڈرائیگ کہو۔ سیف کے سامنے شہلا بیٹھی تھی۔ جب شام سے ٹھکس ہوئی بابت کوڑ سے مزاح تو شہلا کو یوں لگا جیسے اس کے دل کے تاروں کو کسی نے پھیر دیا ہو مار دے کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا سیف نے پرتی کوڑا توڑا اور ایک کپڑا پھیر کر شہلا کو اس نے شام میں شام کا ٹیکہ لگوانا کہ شہلا کو سیف کا ڈپہ کرنا بہت برا لگا کہ اس نے اعلان نہ کیا کہ پھر شروع ہوئی اور فرما میں پھر قہقہے کو گچھے گئے سیف پر ایک بار پھر بار بار آئی اور اس بار پھر یہ لکھا تھا کہ کاپی پیسہ نہ خفشت کو پھول دو۔ سیف فوراً ہماگ کر گیا اور ایک گلاب توڑ کر لاویا اور شام کو دے دیا جب ہنسنے لگے شہلا کے اندر تو گر گیا سیف نے آگ لگا دی وہاں وہ سب چھوڑ کر دے سے پہلے ہی گھرا کر اس نے خود کو کرے میں بند کر لیا اور ڈریگ کھیل کے آئیے کے سامنے کھڑی ہو گئی اور دو نے گئی اسے خود پر فضا کیا کہ وہ بہت زارہ خوبصورت کینٹن سہیلہ سے سیف اسے کینٹن نہیں جانتا ہے۔ لیکن شام آ کر اس نے آئینہ توڑ دیا اور دیں پھر جھرنے لگا اور یہ ہوش ہوئی رات کو جب

ملازیم شہلا سے کھانے کا کہنے آئی تو اس نے دیکھا کہ شہلا فرش پر بے سادہ کمری پر بیٹھی ہے اس نے جلدی سے سڑا خدی کو گویا سڑا خدی نے ڈاکٹر آصف کو فون کیا۔

شہلانے آئیں کھیں کھولیں خود کو بستر پر لایا اور آصف اس کی ماما کو حیثیت دے رہے تھے ڈاکٹر آصف کے جانے کے بعد شہلا کی ماما سڑا خدی شہلا کے قریب آئی اور بیار سے شہلا کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی اور کہا "بیٹا تم نے ایسا کیوں کیا ڈاکٹر آصف کہہ رہے تھے کہ تم شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو۔ تم مجھے اپنی پریشانی بتاؤ۔ شہلانے کہا کہ میں ماما کی غاص بات نہیں سمجھتی۔

دوسرے دن سڑا خدی اور شہلا ملازمین فرنیچر شاپ میں موجود تھے یہ فرنیچر شاپ گراہی کی مشہور فرنیچر شاپ تھی سڑا خدی جو کہ مسطر طاق کو جانتی تھی وہ مسطر طاق سے بائیں کمرے کی جب کہ شہلا شاپ میں موجود اور ڈریگ کھیل کو دیکھنے لگی تبھی اسے کوئی ڈریگ کھیل پھیل پھیل نہ آیا تھا ایک ایک ڈریگ کھیل پر ہزاروں خود بخود چپے کر گیا شہلا اس ڈریگ کھیل کی طرف متوجہ ہوئی اور ایک عام سا ڈریگ کھیل تھا شہلا نے آگے قدم بڑھا دیا ہے چاہے مگر ایک کسی اچانک قوت نے اس کے قدم ہلک کر لیے ایک شہلا کا کہنے میں سے آواز سنائی دی ایک عجیب آواز جس نے شہلا کا راج باؤف ہو گیا آواز ڈرائیو، ہماری اور فضا بک تھی جو محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے بادل کر رہے ہوں اس عیاں کے آواز نے شہلا کو غائب کیا۔

"شہلا تم میری ملازم ہو۔" میں تمہارا آقا ہوں میں جو حکم دوں گا تم کو تسلیم کرنی ہوگی۔ بدلے میں جو چاہے حاصل کر سکو گی۔ شہلانے اپنا سر اس بات میں ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر محسوس ہراساں سرکھٹ رہ گئی تھی یہ ڈریگ کھیل ہند ہے۔ شہلانے انہاں جتنی سڑا خدی پہلے تو حیران ہوئی اس کے بعد نہیں

نے ڈریگ کھیل کی قیمت ادا کی اور کہا کہ یہ ڈریگ کھیل میرے گھر بھجوا دیں وہ باہر آ کر گاڑی میں شہلا کے ساتھ بیٹھنے کی اور ڈرائیو کو رومر کرنے کے لیے کہا۔ سڑا خدی کو کھیل بار شہلا کے ساتھ بیٹھنے سے اجنبیت کا احساس ہو رہا تھا انہوں نے حیرانی سے شہلا کی طرف دیکھا تو شہلا کے منہ پر ہراساں سرکھٹ رہ گئی تھی اس کی آنکھوں میں بے پناہ شگفتہ۔

کاراج میں شام اور ارم نے شہلا سے اس کے اس طرح اپنا کچھ ملے جانے کی وجہ پوچھی تو شہلانے سر دروگاہ بنا کر انہیں مطمئن کر دیا۔

ایک شام شہلا گھر پر ہاتھ روم سے باہر نکلی اس نے اپنا بالوں میں برش کرنے کے لئے برش اٹھا لی اس نے آئینے کے سامنے آ کر دیکھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو کر جب اس نے خود کو دیکھا تو حیران ہو گئی اس نے پھر پورے نظر سے اسے اپنے پرے سے خود کو دیکھا آج اسے اپنا آپ بہت خوبصورت لگ رہا تھا ایک آئینے کے سامنے وہاں چھما گیا اور پتھر کھوں بعد وہ بڑی بڑی خوفناک آنکھیں جو کہ موٹے سرخ ہیں اور ان آنکھوں کے نیچے درمیان میں سب سے موٹے بعد سے ہونٹ تھے ان ہونٹوں پر ہرگز نہ ہو سکتا تھا ڈریگ روم بھی شہلا اس خوفناک کھس کو دیکھ کر گونگ رہی اسے میں ایک خوفناک آواز آئی جو کہ وہ فرنیچر شاپ میں اس بیٹھی تھی۔

"شہلا مجھے ہوک لگی ہے میں نے سات سالوں سے کچھ نہیں کھایا چاہا تو اپنی ملازمہ کو بلاؤ میں اسے کھانا چاہتا ہوں میں نے اسے تمہارے کمرے کے صفائی کرتے دیکھا ہے تو آج ہمیں کی مالک ہے ایک ہفتے تک میں پر سکون رہوں گا جہاں اسے ملاؤ۔ جانا۔" شہلا کو ایک ہلکا سا لہجہ لگا اس نے اپنا گاؤں پہنچا اور کمرے سے نکل کر کچن میں گئی جہاں اس کی ملازمہ سرائی پڑی تھی شہلانے پہلے کچھ سوچا اور پھر وہ ملازمہ کے پاس کی اور کمرے کی صفائی کرنے کے کہنا سے اسے کمرے میں آئی آئی آئینہ صاف کرنے کے لئے لگے اس۔

نے آئینہ صاف کرنے کے لئے جیسے ہی آئینے پر ہاتھ رکھا اسے یوں لگا جیسے اس کا ہاتھ کسی دکنی بیٹی کے اندر چلا گیا اور وہ اس کے ایک تھمرے اس کے ہونٹوں میں دوڑ گیا اور ملازمہ نے اپنا ہاتھ ایک جھنگ سے باہر نکال کر جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ باہر کی طرف کھینچا اس کی زوردار کھینچ کھینچ کی ایک اس کا ہاتھ غائب تھا اور ہلاڈ سے خون نکل رہا تھا جیسے کسی نے اس کے ہاتھ کو چناؤالا ہو یہ دیکھ کر ملازمہ پر طرے ڈھنگی وہ باہر کی طرف بھاگنے کی کمرہ شہلانے جلدی سے ملازمہ کو قہقہے کر آئینے کی طرف دیکھ لیا اور آئینے کے اندر سے کسی نے ملازمہ کو چناؤالا۔ جو کہ بھٹکا آئینے کا آئینہ قہقہہ نوحوں آئینہ ملازمہ کو چناؤالا کرے لے کر کھانے لگا آئینے نے جب کافر کوئی کچھ کو چناؤالا کرے لے کر باہر ایک کچھ کو چناؤالا کرے لے کر آئینے کی طرف دیکھا تو شہلا کے کمرے میں سے ملازمہ کی جج سر کر آئی تھی اور خوں آئینے کو ملازمہ کو کھاتے دیکھ چکی انہوں نے جب دیکھا آئینہ اس کی طرف تو آلودہ نظر سے دیکھ رہا ہے تو وہ ہماگ کر بیٹھ جانے لگیں ایک ایک انہیں پکار آیا اور وہ پکار کر بیٹھیں وہ سب سے بچے کر گئیں اور ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

شہلا کے گھر میں دوت بہت سے لوگ اس کی والدہ کی وفات پر غوریت کرنے آئے ہوئے تھے اور ان میں شام، ارم، سیف اور مران بھی تھے شہلا کا تو رو دو کر برا حال تھا بے لوگ اسے سلاں دے رہے تھے مگر بے سود۔ رات کو جب سب لوگ ملے گئے تو ارم اور مران بھی تھے شہلا کو کہہ رہے تھے کہ وہیں کے کچھ ایک بھی شہلا ڈھم ڈھم تو رہا تھا کہ کچھ اٹھلا چھوڑا ٹھیک نہ تھا جب کہ شام اور سیف اپنے اپنے کمرے ملے گئے رات کو ارم کو پیاس لگی اس نے جگ کی طرف دیکھا جو خالی تھا چنانچہ ارم نے جب اٹھا یا اور وہ کچن سے پانی لینے کے لئے کمرے سے باہر آئی کچن کی طرف جاتے ہوئے ارم شہلا کے کمرے کے سامنے سے گزری تو وہ دھچک ڈھچک کر ڈنگ کی ٹیکہ شہلا کے کمرے





نے جنہیں کیوں بلایا؟ اس سے پہلے کہ تھو بھگتہ سیف بول اٹھا۔

”وہ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو کوئی ضروری بات کہتی تھی یہیں تاکہ کیا ضروری بات کہتی تھی خیر جب وہ لوگ آ جائیں تو ہمیں اطلاع کر دیا میرے سوا باقی ہمیں اور شاہ جاہر پریس میں خبر کرتے ہیں یہ کہتے ہیں اس نے شاہ جاہر پریس اور اسے ساتھ لے کر باہر آ گیا وہ گاڑی میں بیٹھے سیف نے گاڑی چلائی وہ دروازے کے بعد سیف نے گاڑی کی ایک طرف کردی اور شاہ سے کہنے کا کلام اور مگر انہیں نہیں بلکہ شہلا کے آئینے نے ہی ان کا خاتمہ کیا ہے۔ شاہ کو جھٹکا۔“

”کیا؟ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“  
 ”یہ ہو چکا ہے۔“ سیف نے کہا۔  
 ”اب جلد ہی اس آئینے کا خاتمہ ہو گا۔“  
 ”کیا تم کو پتہ ہے۔ شہلا نے یہ آئینہ کہاں سے خریدایا ہے۔“ سٹی نے پوچھا۔

”ان ازم نے بتایا تھا کہ شہلا نے یہ آئینہ طارق فرنگی سے خریدا ہے۔“ شاہ نے فرمایا اور وہ طارق فرنگی سیف نے گاڑی چلا دی اور وہ طارق فرنگی شاہ کی طرف نہ دیکھے شہلا کے گھر پہنچیں آئینے سے فون آیا اور اس کی گاڑی کا نمبر تاکر پر چمکا کر یہ آپ کی گاڑی سے شہلا کے اقرار کرتے پر انہوں نے بتایا کہ آپ کی گاڑی کا ایک کینٹ ہو گیا ہے جس کے اندر دو افراد سوار تھے ایک لڑکی اور ایک لڑکا اور دونوں ہلکے ہو گئے ہیں۔ دونوں کی لاشیں شاہ خستہ ہیں اور سی فون آپ آ کے مشاہدہ کر جائیں شہلا نے رشتہ بدھ کر دیا ہے کہ بعد اس نے سٹی کے سوا باقی ہر فون کر کے کہہ دیا کہ ارم اور مرزا آ کیڈنٹ ہو چکا ہے میں پریس آئینے جاری ہوں یہ کوئی فون بند کر کے وہ پریس آئینے جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اس رات شہلا کے آئینے نے ان دونوں کو اپنی طاقت سے گاڑی میں سوار کر دیا اور دروازہ کھلیں والے علاقے کی

طرف لے جا کر ایک کھائی میں گر دیا بیڑوں کی نیکی چونکہ کھول دی تھی اس لیے جیسے ہی گاڑی کھائی میں گری تو گاڑی میں آگ لگ گئی اس طرح ان دونوں کی لاشیں بھی جل گئیں اب اس کو بھی شہلا پر شک نہ کر سکتا تھا۔ شاہ اور سیف سڑی کوسلا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے فرنگی شاہ والوں سے پتا لگا کر آئینہ انہیں لے گیا کہ کچھ عورت سڑی کوسلا سے فریاد تھا چنانچہ وہ سڑی کوسلا سے ملے اس کے گھر گئے تھوڑی دیر بعد سڑی کوسلا شریف نے آئی سٹی نے پہلے ساری حقیقت بتائی تو سڑی کوسلا نے کہا۔  
 ”واقعی وہ ایک خرابی آئینہ ہے اس نے بہت سے لوگوں کا خون کیا ہے میں چونکہ بڑی مٹی اس لیے تھے میں اس آئینے کا مقابلہ کر رہی تھی کہ وہ بہت سے لوگوں نے آئینے کو تم کرنے کے لئے کوشش کی مگر کوئی بھی اسے ختم نہ کر سکا۔“

”سٹی نے پوچھا۔“ سڑی کوسلا آپ کو یہ آئینہ کہاں سے ملا؟“

”یہ آئینہ میرے شوہر کے گھر میں موجود تھا یہ آئینہ ہر پٹے کا ایک صحت مندانہ جسم لٹکا تھا اور بدلے میں وہ ہر خواہش پوری کر دیتا تھا۔ دوا میں خونی آئینے کا ایک سیب ایک بیتا جاگتا انسان کا بچہاں میں اس کے پاس ہر گھنٹے وہ کروڑوں کی جائیداد کا ایک تالک تھا کوئی اس کی اصلاح کرنے والا نہ تھا وہ برائی کی راہ پر چل لگا دینا کی ہر برائی اس کے اندر جھڑی میں شیطاں کا چلچلا تھا خدا نے اسے سزا دی اس کی ساری باتیں اور ساری دولت ختم ہو گئی وہ کوڑی کوڑی لکھتا ہوا ہو گیا اس کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ تھا وہ بدلی شوگر میں کھانے لگا ایک دن شدید بارش آئی وہ ایک عمارت کا چھتہ اور ایک اس کی نظر ایک پھیلنے پر پڑی جو کہ بہت سونی ڈھونڈ رہی تھی کہ بہت بھوکا تھا اس نے پھیلنے کو پکڑا اور کھایا کھوکھ میں اسے پھیلنے بھی بہت تھک رہی تھی اس نے وہاں پر جھڑو زمین چھینیں کو کھایا اور

بھوک مثالی اور وہیں کو دوسرا صحت مندانہ اسے کوئی چھلکی نہ لی تو اس نے ایک کتے کو پکڑ لیا کتے کے گوشت کو کھایا اور اس کے خون سے پیاس بجائی وہ ایک دو مہینوں تک اسی طرح کرتا رہا۔ ایک دفعہ ایک گڈا بار بار پڑ چلا تھا وہ اس کے کپڑوں کے قریب گیا ایک بھیر کو روکا چاہا وہ اسی بھیر کو کھانے ہی کا تھا کھانے میں گڈا لپٹے نے اسے اس شخص نے ٹھٹھے میں آ کر گڈا پر دھاک مار دینے وہ کافی دیر تک اس کا خون پیتا رہا پھر اس نے پتا چکا تو اس نے گڈا روک لیا لاش اور جردی اور اس کے گوشت کو کھانے لگا اس کو کھلی بار دھک کا مزہ آ یا اس نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر دوسرے بھوک گیا ایک پٹے تک اسے خوراک کی طلب نہ ہوئی پھر ایک پٹے کے بعد اس نے ایک مہینے کو کھل کر اپنی خوراک کیلئے نہ دے دو لوگوں کو کھانا دیا پریس پر کھانا ہوئی کیلئے نہ دے دو لوگوں کی اور جردی لاشیں لپٹے لپٹے لوگ گروں میں دیکے رہے تھے ایک دفعہ ایک دن سالہ مصوم لڑکی کا گوشت کھا تھا کہ پریس نے اسے گولہ کر لیا اور اسے سزا سے موت دیدی گئی چھاتی کے تختے پر اس کی لاش ساڑے تین گھنٹے تک تھوڑی سی ہوا شوہر جو کہ پریس آئینے کا وہ اس بات کا کہ اسے کیلئے اس سے چھاتی کی کسی چونکہ اس شخص کا اہل خانہ نہ تھا وہ بہت بدمعاش تھا چنانچہ اس کی روح آسمان پر نہ جا سکی اور زمین پر پھینکی رہی ایک دفعہ میرے شوہر نے خواب میں دیکھا کہ وہی آڑی جو کہ چھاتی پر چڑھا ہوا میرے شوہر کے پاس بیٹھا ہے اور میرے شوہر سے کہتا ہے میں بہت بدمعاش ہوں میں بھوکا کھتی نہیں سکتا کیونکہ میں ایک بدروح ہوں میں بھوکا کھتی نہیں کر سکتا لہذا اب تم میرے دل پر یہ پتھر بیوست کرو اس طرح میری زندگی آج اس آئینے میں ایک اور رنگ نکلی جس جیسا کہ جی میں چلی جانے کی اس آئینے میں میری روح جانے کے بعد میں شیطانی طاقتوں کا مالک ہو جاؤں گا اور طاقتور بن جاؤں گا۔ پھر مجھ میرے بھوک رہا

بن جاؤ گے اور ہر پٹے کا ایک صحت مندانہ جسم کی مالک عورت بن کر دے آ یا میں اس سے اپنی بھوک مٹاؤں گا۔ یہ کہتے ہی وہ شخص ایک میز پر لیٹ گیا میرے شوہر نے پتھر اٹھا کر اس کے سینے میں خوب دھک مار دی۔ پتھر کو پتھر سے اس شخص کے سینے میں سے خون کا فوارہ نکلا اور میرے شوہر کے کپڑوں پر آن کر میرے شوہر پر پڑا کہ اٹھ بیٹھے اس کے دل کی دھڑکن بہت تھی انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ شخص خواب تھا مگر اگلے دن وہ چمک اٹھا کیونکہ ان کے کپڑے خون سے بھرے ہوئے تھے اس کے بعد ہر پٹے میرے شوہر کو خواب میں نظر آتا کہ وہ کسی شخص کو پکڑ کر لے اور ڈریسنگ روم کی طرف چمک دیتے ہیں وہ ان خوابوں سے بہت پریشان رہنے لگے کیونکہ وہ بھی شخص کا خواب میں خون خراب دیکھتے خواب کے بعد وہ کھل لاپہ ہو جاتا میرے شوہر کی زندگی ہو گئی اور وہی لاش اپنی ہی تھی میری ان سے شادی ہو گئی ہر پٹے بعد میں اسے باپ کے گھر کرنا تھی اسی لیے میں اس بات سے آگاہ نہ ہو سکی شادی کے اڑھ سال بعد میں سب عادت پٹے کے آخری دن اپنے سیکے جا رہی تھی کہ میں رات سے ہی دوا میں آگئی کیونکہ کوئی کسی کی زندگی اور میرے پاؤں میں سوجن آگئی تھی لہذا کھانے گھر دوا میں آنا پڑا میں دوا میں آئی تو میرے طرف اشارہ کر دیا کہ میرے شوہر ہمارے پاؤں میں رہے۔ دالے سڑا مہر جو کہ بہت ہلکے ہیں ٹھیک کر پیچھے تھانے کی طرف لے جا رہے تھے جو ہر وقت بند رہتا تھا میں بہت حیران ہوئی اس کے بعد میرے شوہر سڑا مہر کو تھانے میں چھوڑ کر دوا میں بیٹھ رہم میں جا کے سو گئے میں نے فوراً اپنے شوہر کو جگا دیا اٹھ بیٹھے میں نے دوا میں ایک کپڑے لے سڑا مہر کو تھانے میں کیوں بند کیا ہے میرے شوہر میرا دم دیکھنے لگے وہ کہنے لگے تم کو کیسے بے چارے میں تو خواب میں اپنا کپڑے میں نے بچو کہنے کے لئے منگوا لیا تھا کہ میرے شوہر میں سڑا مہر صاحب کی بڑا کچھ نہیں کہتے تھیں ہم دونوں مہال میں ہی ہم گئے میں نے اپنے شوہر



# تشنه کام

مدحیال

اس دن شدید بارش چمکی کرنا کلاس انشید کر کے پوندوٹی سے  
اپرا آ رہی تھی کہ چاک اس کا پاؤں پھلا اور وہ گر پڑی۔



جب سے فرزانہ تکمر کو پینچیں جس میں کاروہ کی صورت ڈنکے میں آ رہا تھا۔ ان کے پاس ہی ان کا اکو بیٹا سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ ذرا فاصلے پر ان کی بہن کریم بی بی کڑی جھکی اس کی حالت ایسی تھی کہ لٹو بدل میں سٹوٹا نہیں۔

جب سے ڈاکٹر نے بتایا کہ کرن اب مجھ سے تپ ہے ہی فرزانہ تکمر کے آسور ہفت آکھوں سے پہلے کہ چاہت رہے مگر اب روکنے کی تازہ جہ سے بٹی کے ان کی پہچان کی سکتی فرزدن تکمر کے یہاں دوسرے ہوتے ہی پیدائش ہوئی تھی۔ فرزانہ تکمر پہچان کی دھڑکی کی وجہ سے مجھ میں ہانا ضروری تھا۔ وہاں جا کر جب انہوں نے فرزدن تکمر کا پھول سا ہاتھ دیکھا تو ان سے شدید کرنا مشکل ہو گیا۔ مہر کہہ دینے کے بعد طبیعت کی غزالی کا بہانہ کر کے وہ وہاں سے ہلدی لے آئیں۔

”میری سرک مچ رہے تھے پتھن کھادی ہیں ان کی خوشی دیکھ رہی ہیں ایک بھی میری بھینس ہوں جس کے گھر کی بچی کی کسی نہیں کوئی“ فرزانہ تکمر نے آسو بہاتے ہوئے کہا۔

”اللہ پر مگر خدا کہاں“ بیٹا طاہر منشا۔  
”بھرا اور دوست اللہ نے بنا دیے ہیں، کیا بھی کسی چتر کے سینے سے پھول کا ہے؟ اس کی طرح ہی تیری کے ہیں اور انہیں ہو سکتی، ان کو کھل کر سن لے اگر تو نے یہی سوچ سقش میں دوسری شادی نہ کی تو میں دہر کہہ کر جان دے دوں گی، تجھے ابنا اور وہ بیٹھوں کی جب اللہ بھی تجھے کبھی معاف نہ کرے گا“ فرزانہ تکمر نے محسوس میں کہا، جذباتی ٹیکہ میٹلنگ کے ساتھ۔

خونفک کہا کیاں [162] فروری 2018ء

بادل ہلک کر گزرے وقت کو کی یاد کرنے لگی۔ تقریباً چار سال پہلے وہ پوندوٹی میں زیر تعلیم تھی۔ اس پوندوٹی میں طاہر کی پرستاش تھا کرن سے مدد نہیں تھی اس کے تمام کلاس ٹیوٹور کے اس کا دل چیتے کی کوشش کر کے تھے مگر کرن کا دل داغ ان میں سے کسی کی طرف

راف ہونے پر تیار نہ ہوا۔ طاہر کرن سے ایک سال سنیتر تھا اس لئے ان کی یاد وہ طاقت تو نہ ہوئی تھی مگر آئے جاسے وہ ایک دوسرے کو ضرور پہچانتے تھے دل میں جہاں طاہر اس کے سے مثل حسن سے ستار ہوا وہیں کبھی طاہر کی شاندار پرستاشی اور عجیبہ رویہ دیکھ سنا ہے دل میں ایک انوکھا سا جذبہ محسوس کرنے لگی۔ اس دن شدید بارش چمکی کرنا کلاس انشید کر کے پوندوٹی سے اپرا آ رہی تھی کہ چاک اس کا پاؤں پھلا اور وہ گر پڑی۔ دور کی یادیں سے کرن دھڑکنے لگی۔ یہ سارا منظر سامنے سے آئے گا۔ دیکھ لیا۔ طاہر نے اسے سہارا دے کر اپنی کمری میں بٹھا لیا اور قریب کے اسپتال لے گیا۔ وہاں سے اس کے پاؤں کی پٹی کر دیا اور اسے اسکے گھر تک پہنچا دیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ ایک دوسرے کے کافی قریب آ گئے۔ ان کی یہ چاہت ان کے گھر

والوں سے بھی دھکی دھکی چمکی رہی تھی اور پھر ایک دن طاہر کی ماں فرزانہ تکمر نے انکو سے بیٹے کا رشتہ لے کر کرن کے گھر پہنچ کر کہا۔  
کرن کے ماں باپ نے وہی طور پر سوچنے کے لئے چند دن انکے اور پھر ماں کوئی کیونکہ کرن کے ماں باپ اور کرن بھائی میں طاہر کو پسند کرنے لگے تھے۔ انہیں اپنی بیٹی کی خوشیاں مزید نہیں اور طاہر کرن کو ہر طرح سے خوش کر کے کھانا۔ دونوں خاندانوں نے بہترین تیاریاں کی تھیں۔ طاہر کے والد، طاہر کے چچن میں شادی ہو گئے تھے۔ فرزانہ تکمر نے طاہر کو بڑے لاڈ سے پالا تھا۔ اس کے سر پر سراج پہننے کی ان کی دلی آرزو ہوئی ہو رہی تھی وہ بھی کرنا نہیں تھا۔  
کرن اپنی دو بہنیں اور دو بھائیوں میں سب سے بڑی تھی۔ کرن کے گھر میں بھی یہ پہلی شادی تھی اس کے ماں باپ نے بھی کوئی سر اٹھانے کی تھی۔ جوں ہی اہلیت وحرم دھام سے کرن طاہر کی دکن میں کرن کے گھر آ گئی۔ طاہر کی بیاہ بھجوتوں سے کرن کو سرسمل کی دیا جنت محسوس ہو رہی تھی۔ فرزانہ تکمر بہو، بیٹے کی نظر سے انار سے نہ تھکیں اور پھر یہ خوب صورت خواب بیاہت کر گیا۔

خونفک کہا کیاں [163] فروری 2018ء

شاہی کے در و سال بعد تک جب کہ کی گود سونی رہی تو فرزند نیکم کو ہول سے اٹھنے لگان کے اسرار پر ظاہر اور کرن نے اپنا سب سے بڑا چپک چپ کر دیا۔ لاکڑ نے بے درخس فرسار خانی کر کرن ہاں نہیں مل سکتی۔ اس اطلاع نے ظاہر اور کرن پر کچل کر دی ظاہر نے کرن کو یقین دلایا کہ وہ کرن پر کسی ستون نہ بلائے گا کہ فرزند نیکم ہر حالت میں ظاہر کی دوسری شاہی پر بندھ جیسے کرن ظاہر سے خود بے محبت کرتی تھی کسی اور صورت کے ساتھ ظاہر کو شاہی اس کے لئے موت سے بھی بڑھ کر اذیت تاکہ قاتل کرن کو یوں محسوس ہو قاتل چاہے اس کا گھر اجڑا۔

سورج گر پر بیٹانی سے کرن کا ذہن شل ہو رہا تھا۔ بچی بیٹے بیٹیاں سے رانی کا خیال آ کر کی اپنی بہنیں اس سے حاسی چھوٹی تھیں گھر پر کرن کی ہم عمر گھریں اس لئے دونوں میں کبھی دور کی تھی۔ وہ دونوں اپنے پر کام میں ایک دوسرے سے غور کیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ دونوں کے گھر کی ساتھ ساتھ تھے۔ شاہی کے بعد دونوں کے پیچھے جیسا ملتا تھا تو زندگی کا کمر کسی تقریب یا بھرپور پروہ کی دوسرے سے ضرورت تھی۔ رانی کا خیال آئے ہی کرن نے رانی کا تیرا بیٹا فون رانی نے ہی اٹھایا تھا سلام دعا کے بعد رانی نے کرن کا حال پوچھا تو کرن نے جھوٹ جھوٹ کر دھڑکا کر دیا۔

”کرن آخر ہوا کیا ہے؟ تم چل رہی دو کیوں ہو؟“ کرن کے پاس رونے پر رانی بھولا گئی تھی۔ ”رانی تم سے ملنے کو بڑا دل چاہتا ہوں اور میں آج شاہی نہ ہوں“ طرف آ رہی ہوں“ کرن نے بیٹھل تمام بچوں کے دروازوں کھولا اور دونوں بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

اس سنبھلے ایک عمل میں ”رانی نے ساری کھانا سننے کے بعد سورج اٹھا کر کھا کر اس وقت رانی کے سامنے کھڑی کھائی سناڑا سناڑا طور پر دیکھا۔ ”وہ کیا“ کرن نے اپنے آپ کو پوچھتے ہوئے پوچھا۔

”شاہزاد“ رانی نے کرن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”شاہزاد“ کرن جیسے خود کھلائی کی۔ ”پہلے لاکڑ ہے اور میری مدد کے لیے کھتا ہے؟“ کرن نے لکھتے ہوئے بچے میں صاف کیا۔

”شاہزاد! اگر کرن ہے اس کا اصل نام شہزاد ہے مگر سب لوگ اسے شاہزاد کے عرف سے ہی بلاتے ہیں۔ واصل شاہزاد کو بچپن سے ہی جادو نہ کیجئے گا بے بدعش تھا۔ اسی سلسلے میں کی فرماؤں ہے۔ بے خوف بننے کے بعد اسے ایک ایسا جادو کر ملا جو واقعی جادو کا علم جانتا تھا۔ شاہزاد کی بدعت سناحت اور جنوں کو دیکھتے ہوئے شاہزاد کو اپنی شادی میں لینے پر تیار ہوا حالانکہ اس کے گھر والے اس کے اس خلع رنگ شوق سے سخت بیزار تھے۔ شاہزاد نے کئی بار اپنے والد سے کسی بدعشاہی اور بلا ٹھکر سے نکال دیا تھا مگر وہ سن کا کچا تھا اور اسے اسے علم نہ تھا کہ وہ گھر والوں سے ایک ایک مکان میں رہتا ہے اور ایک صاحب جادو کر ہے۔ اگر ہم اس سے ملیں تو ہولناک ہے کہ وہ ہمیں گھر سے کھینچ کر کوئی مکمل کرے۔“ رانی نے کرن کو قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

”کرن“ رانی کی بات سن کر کرن نے جانے کیا کیا چاہا تھا کہ نہ پائی۔ کرن کا بعد میں چھانے بیٹھی اور دودھ پیا اور بولی ہوئی کسی آواز زور سے تھی۔ ”رانی کیا گھر پر باد ہوا ہے؟“ کرن اس وقت صرست دیس کا چھوٹا چھوٹا بچہ تھا۔ ”تم گر نہ کرو جلد سے گھر آ جاؤ“ کرن نے کہا۔ ”رانی نے کرن کے ہاتھ تمام کر بخت سے کھائے۔

☆ ☆ ☆

شاہزاد انجینئرس سٹیشن میں ایک گاڑی میں سوار تھا۔ رورٹی میں تمام مسافر صبر پر اس کے باروں اور بیٹے کے سٹرو شاہزاد تھے۔ چہرے کے خود خلی کی اٹھتے تھے۔ بڑی بڑی کھڑکیوں پر ایک ایک مناسب چہرہ، حلیہ، وہ بہت ہی کور کو دکھائی دیتا تھا اس کی آنکھوں میں غصہ کا طغیانی تھا۔ اگر کوئی اس کی آنکھوں کی طرف نہ مڑے

تو اسے اپنے جسم میں ایک عجیب سی سناہٹ محسوس ہوتی تھی۔ کرن کی زبانی تفصیل جاننے کے بعد اس نے گھر سے ہونے پہلے میں کہا۔

”الوداد تو بھینس ہے مگر طریقہ کار کا کافی پیچیدہ اور مشکل ہے“ اس کی بات سن کر کرن جھٹ پڑی۔

”میں ہر مشکل سے سننے کے لئے تیار ہوں جس میرے پاس الوداد ہوتا ہے اور میرا گھر رونے سے بچ جائے، میرے یہاں دوسری شاہی نہ کریں۔“ کرن اٹا کر کہہ کر باہر بھڑوٹے لگی۔

”خود کو کھانا بھرتا ہے خیر اور بات دیکھنے کی کوشش کیجئے، میں کوئی نہیں کر آپ پر کچھ چھوٹک دہل اور مسئلہ ہو جائے میں ایک جادو کر ہوں اور جادو کے بل پر جو چیزیں حاصل کی جانی ہیں ان کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ بہت سے ایسے کام کرتے پڑتے ہیں جو انسانی نہیں کرنا چاہتا۔ ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی کئی تکلیفیں برداشت کر کے ہی جادو کر، دنیا میں کچھ کیا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر آپ واقعی ہر طرح کی مشکل برداشت کر سکتے کا حوصلہ رکھیں تو پھر میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔“ شاہزاد نے بات سمجھ سکی یا نہی بات معلوم کی۔

”تم؟“ آپ کو یقین تھا رانی ہوں کہ میں ہر مشکل کا سامنا کروں گی۔ میں جتنے کی خاطر اور اپنا گھر بنانے کی خاطر یہ چاہتا ہوں کہ میں تیار ہوں۔“ بے تحاشہ کرن کی آواز اٹھوئی کہ ”میں کیا کرنا؟“

”تو ایک سے بڑا آپ کی طرف لائے گا، میں آج رات بھر ضروری معلومات حاصل کروں گا۔ عمل کے سلسلے میں اصرار اور معلومات کے لئے مجھے اپنے استاد کی دوسرے رابطہ کرنا ہوگا۔ جو صرف رات کے وقت ہی ممکن ہے۔“

”شاہزاد! کئی کرن کا مسئلہ تو ہوا ہے گا؟“ رانی نے کرن کو شاہزاد کی کھٹکے کے دروازے پر کھلی ہاتھ دیاں کھولی۔ ”بہر گز“ شاہزاد کے ہونٹوں پر ہر بار مسکراہٹ کی جبکہ اس کی نظریں کرن کے سر پر پڑ رہی ہوں تھیں۔

شاہزاد کی طرف سے ہو کر کرن گھر واپس آئی اور چالی سے آٹھ چھٹا تک گھر کے اندر داخل ہو گئی۔ گھر میں جانا تھا۔ کرن لان سے ہو کر اندر داخل ہوئی اس کا خیال لیکن جتنا تھا کہ فرزند نیکم آرام کر رہی ہوں کی اور ظاہر صبر مملو آس پاس میں ہوگا۔ کمرے سے اپنے کمرے کی طرف جائے گا۔ باتوں کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو وہ بھی کچھ کر شاہی فرزند نیکم کی سے فون پر بات کر رہی ہیں۔ مگر جب اسے کمرے سے مردانہ آواز سنی آئی محسوس ہوئی تو جس کے انجینئرس پیچور ہو کر اس کے قدم فرزند نیکم کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جب اسے دروازے کی کھڑکی سے جھانکا تو آگے کا ستر دیکھ کر بیان ہو گئی کیونکہ فرزند نیکم کچھ اسپینڈ سے کسی لڑکی کی تقریبیں کر رہی تھیں اور ظاہر سرجھکائے ان کے سامنے بیٹھا تھا۔

”نرسوں سے شاہی کر کے تمہاری قسمت کھل جائے گی۔ فعل و صورت تو پندی ہے ہی، ساتھ میں بے حد ملوث منہ دینی ہے اور سب سے بڑھ کر وہ ہمیں باپ بنائے گی۔ میں لادکی ہوں گی، وہ ہمارے گھر کی خوشیاں آئیں گی، اگر ان میں یہ مطالبہ ہے کہ تمہیں کرن کو کھانا دینی ہو تو اس میں برائی کیا ہے؟ ویسے ہی وہ کھانا لے کرے گا۔ پھر مجھے یقین ہے کہ نرسوں سے شاہی کر کے تم کرن کو کھول جاؤ گے۔ جب آپ کو سناچا تمہاری گھر میں آ کر کمرے سے کھانا کھاؤ تو تمہیں اس خوشی کی یاد تک نہ آئے گی۔“ کرن نے کہا۔

”ہاں میں ہوں لیکن میں یہاں ہوں میں چاہتی ہوں کہ آج اگر میری آنکھیں بند ہو گئیں تو جو سامی زندگی اس خوشی کے شوق سے قید خانے میں ہے وہ لانا نہ کرنا ہو گا۔“ تجھے خاناں کا نام جاننے کی خاطر دوسری شاہی کرن کی۔ ہاں کہہ دے چاہاں کہہ دے۔ میں میں ہوں میرے آگے اچھے جھڑتی ہوں، میرے پاؤں پڑتی ہوں۔“ فرزند نیکم نے اٹا کہہ کر زار و قطار روٹے ہوئے کمرے سے باہر چلائے۔

”اماں! یہ کیا کر رہی ہیں؟“ بچہ نے انتہائی گناہ گناہ نہ کر کے شہزادہ کی نذر ہوں۔“ ظاہر رپ سے تو گیا تھا۔

”تو پھر تجھے دوسری شادی کرنی ہوگی۔“ فرزانہ بیگم زور دے کر بولیں۔

”فحشک سے اہل بیعتی تمہاری مرسی“ ظاہری حالت اسکی یہی ہے کہ اگر چاہی ان کتاب مجھ کا دوسرا ”دلی صدقے، دلی داری، میرا بچہ جب کہ چنے اور دھنئے“ کے ساتھ آج کے دن دوسرے کی زبان کو بھی۔ اگرچہ تو فحشک کے لئے تیار نہ ہوتا ہے میں ان کو نہ بدعتی۔“ ظاہر کے ہاں کہنے سے فرائض عظیم خوشی سے پاکی ہوئی گاہیں ہیں اور دنیا و دہا ظاہر و باطن کر رہی ہیں۔ اور اس کے مٹی کی تھوک کا عیسائی بھی جسے اسے اپنا دھو جو ہے دہا لاش کی طرح لگ رہا ہے۔ جس سے میرے دوست بہتے دہا لاش کے دہا لاش کے دہا لاش ہوئی اور میرے ہر ذکر کے لیے کہہ رہے اس لیے کہ اسے اس کی آنکھوں سے دیکھا دہا بہہ رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

دوسرے دن کرن نے رانی کے گھر فون کیا شازدا کے پاس جانے کے لیے میں، فون رانی کے شوہر نے اٹھایا۔ "رانی کو کل شام سے غائب ہے۔ وہ دودھا کرنا نہیں سولی ہے۔" جانتے جانتے میں جاگسا۔ "رانی کے شوہر نے سے راز سے پوچھ لیا کہ تو کرن کیا میں ہو کرن ہو کرن ہو کر رہ گیا۔" "شازدا کے پاس جانا تھا ضروری ہے اور رانی کے بھائی..... اب میں کیا کر دوں؟" یہ پوچھ کر اور بیٹانی سے کرن کی جان نکلنے لگی۔ "رانی کو بھلا ہے تو کیا اچھا شازدا کے پاس خود ہی چلی جاؤ؟" "زوئی زنی ہے۔ شیطان کرتے ہیں۔" وہ دن کو کوئی گھبراہٹ سے فرماں اس پر نہ کرنے دے گا۔ یہ تو کرن کی ایک بد قسمت بھلاہٹ ہے۔ کرن کو دیکھ کر شازدا کے لبوں پر قاتحانہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ "میں آپ کے سامنے کالی حلائی کر رہا ہوں۔ میں بننے کے لئے آپ کو ایکس دن میرے ساتھ ایک ایک گھر میں ایک بڑا سا چوکر رکھ کر رکھ رہا ہوں۔ 20 دن تک آپ اسی طرح بنیں گے کہ میں آپ کو ایکس دن میرے غرہ قتلہ بدھتے کے بعد آپ کو ایک ایک محلوں بننے کے سببے شازدا ہو گا اور میرا اس کا خوش

چنا ہوگا۔ اصل کی وجہ سے وہ بچہ درود آپ کے سطن سے ختم لے گا۔" شازادہ نے اپنی بات مکمل کی اور کرن کی آنکھوں میں دیکھا۔ کرن کی آنکھیں شازادہ کی خوفناک منگھٹوں سے پھٹی کی پھٹی تھیں۔

وہ کیسے کہیں گے؟ میں کیا طرح کر سکتی ہوں؟

21 دن تک ایک جگہ سے کھڑے ہو کر سب دور کیسے بھول گئی؟ اور پھر ایک بچہ خوفناک نہیں، بلکہ ایک ایسا بچہ کر سکتی۔" کرن نے اپنے زہنوں ہاتھ آپ کاٹوں پر رکھ لئے۔

میرے متعلق ایک جلدوز آپ کی شکل میں آپ کے کمر سے لے کر سب آپ کا شکل مل جھانکے ہوئے گا تو آپ آخام کو کچھ چاہیں سب کچھ جہاں تک بچے کے خون کی بات ہے کرن آپ کے کافر بننے سے آپ کا خون سب سے محفوظ ہے۔ آپ کو صرف بددعا کی دیکھا کر سکتی ہیں اور پھر دیکھیں گے وہ بچہ درود آپ کی ذات سے ختم لے گا۔

صرف تعزوی ہی امت کی بات ہے ورنہ یہ کچھ ایسا نہیں تھیں۔ ہاں اگر آپ یہ سب کچھ کر سکتیں تو آپ کو اپنی طاقت اور شوہر کی دوری شادی کے لئے تیار ہونا چاہیے۔

شازادہ کرن کو کھانسی کی طور پر دیکھا۔

اپنی طاقت اور شوہر کی دوری شادی کا خیال کر کے کرن کی سانس روک رہی تھی اسے اس بات کا یقین نہ تھا کہ اگر کرن راستے راستے جاسے سے جاسکتا ہے تو وہ کیا راستہ تھا۔ "میں ایسا کیسے ممکن ہے کہ کوئی جلدوز میرا درود رکھ کر میرے کمر پر میری جگہ پر اور اگر ان میں سبوں کے دوران میری سانس نے طاقت کی دوری شادی کر دلی؟

"جو؟" کرن نے یہ حد کو تو بچے میں کہا۔

"میں سطلے میں آپ بائیں سے یہ کمر پر ہیں کہ آپ کی قبر موجود کی ہے۔" شازادہ نے کمر پر دوری شادی میں کر کے گا۔ "شازادہ نے ہماری آواز سن کر کہا۔ "میرا کمر جلدوز آپ کی شکل اختیار کرنا تو جہاں مشکل کی بات ہے کمر میرے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ میں ایک نابالغ جادوگر ہوں کوئی شہودہ ہاتھ نہیں۔ آپ اپنی آنکھوں سے

اپنی بددعا دیکھ گئے۔ شازادہ اکبر کی چنگی سے اٹھا اور ساتھ والے کمرے میں چلا گیا تقریباً 5 گھنٹے بعد دوبارہ اس کے ہاتھ میں ایک چمبب سی بھل کر لوٹ گیا کی شادی تھا۔ اس نے یادداشت کیا اور بھی اپنے سامنے رکھ کر پھر بڑھنے لگا تقریباً آدھے گھنٹے بعد بھل سی سے وہیں لٹا شروع ہوا کیچڑیوں بعد وہیں ایک انتہائی ڈراؤنی اور بڑھل شروع ہوئی جو جلد ہی آسمان کی جگہ دوڑ گئی تھی جن میں جیسے انکارے مبرے تھے۔ علیہ کے اقتدار سے وہ بڑھل عورت بہت ہی ڈراؤنی اور بہت ہی جھکی آگئی بہت جلد چلا کر کچھ رنگ ہو کر ہو گئی۔

”چمکنا ہے مخدوم جو سامنے بیٹھی ہیں میں ان کا روپ دھار لے۔“ شازادے باورے آواز میں اس چمکنا نامی بددعا کو سنا۔ چمکناں بعد کن کی آسمان کے سامنے دوڑ کر ٹوٹ گئی۔

”یہ زامبا کیجی تو فریڈرکس کی تھا اس میں شازادہ اور اس بددعا میں۔“ شازادے نے بڑھل سے پڑھان بھیرے ہوئے غور سے کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔

☆☆☆☆

رات کے ایک بج رہا تھا طاہر اور فرزانہ جگمگ رہی نیند میں سے کرن کی گلی ہوں آسمان میں جیسب سی دھماکی تھی۔ اجاگ کر ملے شہد پر مگر ان کے مطابق وہاں کسی چمکناں آوارہ ہوئی اسے کرن کا روپ دھار رکھا تھا کرن ہی اس کا کچھ جھکا رہا تھا جھلک حالات کی شہر علی سے اس کی کچھ بھابھا رہا تھا جھلک بددعا اس کے سامنے ٹوٹ گئی تھی اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ چمکناں نے احمد سے دروازہ بند کر لیا چمکناں تک کرن کیسے کے سامنے اپنے کمرے کے دروازے کو دیکھنے کی ادھر بھی گئے کمرے کی طرف بڑھتی جہاں اپنی لائبریری شازادہ کا شہر تھا۔

راستے میں کرن کا قبیلہ اپنی آخری جدوں کو چھوڑا تھا وہی شکل سے اپنے آسرو کے چٹائی کی بھیڑ کی ہے تیرہ آدمیوں کی حدود سے چھلک جاتا تو دروازے دردی سے آسمانیں سسل دیتی۔ ڈرائیو جگ بیت پر شازادہ کرن کی حالت سے بے خبر نہیں تھا۔ اس قدر چمکناں

خونناک کہانیاں 37

ہونے سے ناخوش چلے گا کیونکہ دونوں کی قوت بات سے  
پھر آپ کی کو مجھ جانتے کی اور گھر میں اجڑنے سے بچ  
جائے گا اس دوران امت اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ شازا  
سے انکا یہ نہ کرنا کہ سر میں ہاتھ پانا یا اور مضبوطا  
ہاتھ رکھنا یعنی میں ٹھیک ہوں۔ ان کی شکل تمام اسکا  
ہی کہہ پائی گئی اور اس سے اپنا ہاتھ اچھٹکی سے شازا کے  
ہاتھ کے نیچے لٹکا لینا شازا درج صبر کرنا تھا۔  
کچھ گھنٹے کے کرنا سے کہیں کوہ کہہ کر دھکا لیا جہاں  
انکس دن تک اسے رہا اور دل بھی تھا۔ وہ دھکا بڑا  
قہر تھا کہ اس کی ٹوکری نہیں گئی اس سے وہ انصرہا  
انصرہا سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک چھوڑا سا دین ضرور  
تھا جو کہ اسے کی مساحت سے ناگانی تھا۔ کرے میں  
ایک ذیل بیٹھا ایک کوئے میں ٹیڑھ مڑنا تھا۔ زمین  
پر بھولدار اریل تین تھیں۔ بچا تھا اس کا تین پر کرے کے  
وسط میں ایک کا کہ رنگ کی گھٹی گھٹی جس کے اس کے  
طلعت میں ایک لٹا رہا تھا۔ وہ تھا شازا کہ کرنا کہ  
اسی جگہ پر ٹھیک کرنا تھا اور کبھی اس کی بات چوتھ  
کے بیٹے سے اپنا تھا شازا کے کرے سے جانے کے  
بعد کرنا تھا۔ پندرے کی طرح زمین پر بیٹھ گئی اس کا  
دلخاسا محسوس کرنا تھا اور ذیل کی طرح نہ رہا  
تھا۔ اس کی آنکھیں خشک تھیں شاید یہی کی طرح آئسو  
بھی اس سے دھوکے تھے۔

☆☆☆☆☆

کرنا نے ایک رات کا مکمل کرنا مکمل کیا تھا مکمل  
بڑھنے میں سے تقریباً جا کھینٹے گئے تھے کرنا کی آنکھ مکمل  
قوتوں کے ساڑھ میں بھیجے گئے بڑی کامیابی حاصل ہوئی  
لیکن اتنا دن وقت بھر گیس دوری میں کیوں لپکا اور اوج ہاتھ  
سے منہ ہاتھ ہونے کے بعد ہاتھ کرنے گئے۔ ناخوش بے  
حوالہ بن گیا تھا کرنا دونوں کی وجہ سے نوالے بار بار اس  
کے کھلنے میں بیٹھے تھے چارے سے تقریباً دو گنا بھروسہ  
پر دھک لیں اور اس کی طرف صوف پر بھیجی آئے والے  
دونوں پر غور کر رہی تھی۔ دھک سے دو چکر کا حقیقت کی  
دنیاس لوٹ آئی اور دو پسر پرے کرے اور دو گنا کھول دیا۔

16 فروری 2018ء







لارامی طرح ٹھک گی تھی۔ وہ آدمی اس قدر خوسورت تھا کہ وہ اپنی ٹیکس چمکانا بھول گیا، بس کب تک اسے گھر سے جاری تھی

**ڈاکیومنٹ** کی تعریف لکھتوں میں جان کرنا مشکل بات ہوگی۔ مختصراً اتنا کہ وہ روانہ و جاسات کا ایسا نمونہ تھا جس کی مثال شاید ہی مل جائے۔ منصف ڈاکٹر نوگ، اس کے ہم صنف بھی اسے دیکھ کر اپنے دلوں کی دھڑکنیں ساکت ہوئی محسوس کر سکتے تھے بلاشبہ ایسے حسین وکیل مرد کم نظر آتے ہیں لارامی کی پہلی نظر میں اس پر مڑی تھی اس کی اوراد برکت کی پہلی ملاقات ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی وہ اپنی تیار کردہ ہدایت کو دیکھتے ان کے قہقہے آتی تھی اور اب اس شہر روانہ ہونا چاہی تھی۔

”مگر کیا کرے گا؟“

”اگر کمر کرے گا تو اسے دینی کی بات کاٹنے

تھی۔ پڑے کے پھس کر فرزند بیک وقت سے کچھ پہلے ہی نہیں جاسوئیں۔

طارق جب اکیس برس کا ہوا تو وہ ایک خطرناک کریمینل بن چکا تھا وہ وقتی اورنگ کی کئی دہائیوں میں ملوث تھا۔ جس کی بھاری گارانتیں باپ سے لڑائی جھگڑا کرتا اور پیسے لے کر چلا جاتا۔

اس دن اورنگ تھا۔ طاہر اسے کسی دوست کی مہمات کرنے گھر سے باہر گیا ہوا تھا۔ کرن کا دلیلی مادی حیرہ سے کام کر رہی تھی مادی حیرہ بہت عرصے سے کام کر رہی تھی آج اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں آئی لہذا وہ اپنے ساتھ اپنی جواں سال بہن پیٹی جیلے کو لے آئی تھی تاکہ کام ہلدی ختم ہو سکے۔

ایک طارق آ گیا۔ اس وقت کرن مادی حیرہ سے اپنے گھر سے آئے تھے اور کراچی تھی اور جیلے میں ہمارا دکانری تھی طارق نے سازگار موقع دیکھ کر جیلے کے منہ پر کچھ اور اسے محبت کرا سنو روہم میں لے گیا پھر اس نے اسے شہر زہد پاتی کا لٹائنہ بتایا اور خون میں لٹ پڑا تو کرن فرما رہا تھا اس واقعہ کے بعد طاہر نے طارق پر اپنے گھر کے دروازے ہمیشہ سے کئے بند کر دیئے اور اس طرح تقریباً ڈیڑھ سال گزر گیا اس دوران طاہر اور کرن کا طارق سے کوئی رابطہ نہ تھا۔

ایک دن دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کرن نے کھولا سامنے پھس وکھڑا تھا۔ ”طاہر دلیلی کا گھر چلی ہے“ پھس والے نے دعائی انداز میں سوال کیا۔ ”ہاں بیٹی کیا ہے۔“ بات کیا ہے؟“ کرن نے سر پر دوپٹے لپٹے ہوئے سوال کیا۔

”آپ کوں ہیں پھس والے نے کرن کو جواب دینے کے بجائے دوبارہ سوال کیا۔ میں ان کی بیوی ہوں“ کرن نے کہا تو پھس والے نے خاصے خاصے خیر سچے میں اچھا کیا۔

”ہاں یہ بی بی کل پھس مقابلے میں تھیں وکیت مارے گئے ہیں جبکہ پھس نے گولڈ کرسے جیں جوں وکیت مارے گئے ہیں ان میں سے ایک کی جیب



ہوئے ان کے گلے میں انہیں ذلیل اور اپنا دایاں  
 حال ان کے انہیں رخسار سے چھوٹی کیسے لگی۔  
 ”میں چھوٹی، ناچھبہ بنی نہیں ہوں، جو آپ دونوں یوں  
 خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے  
 اور میں ہوسٹل پیچھے ہی اپنی خیریت کے اطمینان  
 کر دوں گی۔ بس آپ انہوں ان گھج مت رکھئے گا جہا  
 کا خدا حافظ۔“ وہ ان دونوں کو تھکا جاتی ہوئی تیزی  
 سے نکلے سے باہر لگتی۔  
 وہ آبادی سے دور لگتی تھی۔ ابھی کچھ گھنٹے کا  
 تھا کہ وہ آبادی کے کارکنوں کے ساتھ مل کر جرجر کر رہے تھے۔

اس کی پیروی کی۔  
 کچھ دیر بعد وہ غار کا نچکا تھا۔ ”بھئی حضرت،  
 آپ کا کام ہو گیا ہے۔“ دو دروں نے تھمہ تھامہ ہوا کرنا  
 ہو گیا اور کار کا فرسٹ دو کوڑل دیا۔ جس کا مطلب تھا  
 کہ لارڈ کو اپنی منزل کی جانب گاڑن ہو جانا چاہیے۔  
 ”مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔“  
 لارڈ نے دو رائے جیکب سیٹ پر ارجاں ہوتے ہوئے کہا۔  
 وہ مسکراتے کہا ”مجھے بھی۔“ کیا آپ سے  
 دوبارہ ملاقات ہو سکتی ہے؟“  
 ”جسک“ دو رائے نے کہا۔ ”لارڈ، اسے خوش۔“

[illegible]

صبح وہ سوزن کو اپنی اور رابرٹ کی بے شدہ ملاقات کے بارے میں بتا دیتی تھی۔ "لارا! انہیں وہاں ہرگز نہیں جانا چاہئے تم اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتیں وہ کون ہے؟ اور جانے اس کا مقصد کیا ہے؟ اسے روبرٹ کے ساتھ میں وہ بھی اسی رات ملے جانا دانشور کی بیویں ہے۔" سوزن نے اسے حلفانہ مشورہ دیا۔

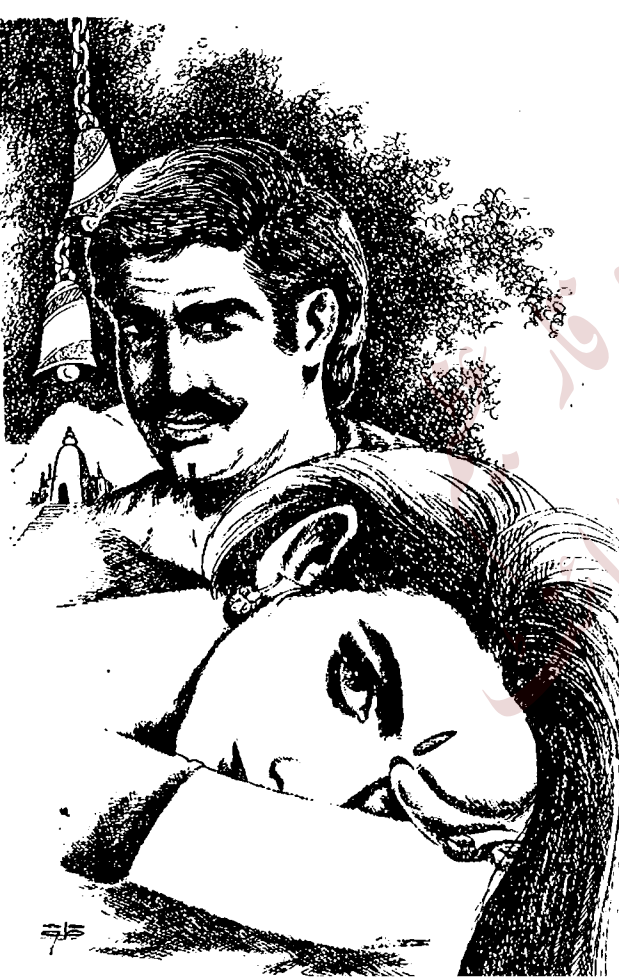
"افو، ایک ہی بات بیکر کرو۔" لارا نے جمل کر اسے

حریہ خوفزدہ کر رہی تھیں۔

[illegible]

مگر جب دودھ اُپام سے پیے تو اس کی چھٹی آنکھیں آجان کو  
لڑاں کھیں، لوگ اچھے میں تھے کہ ایسا کیوں ہوا؟

**ہیوی** زندگی بھی ہمارا روادار اوقات پیش  
آئیں گے۔ یہ میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔ جب ہم اس  
نے مگر شیفٹ ہونے تو پہلے دو تین دن تو خیریت سے  
گزر گئے مگر پھر میرے ساتھ کچھ عجیب و غریب واقعات  
پیش آنے لگے۔ پہلے تو میں اسے اپنا دھم کچھ کالے کی  
کوشش کرتی رہی مگر پھر جب معاملہ دسے بدعات کچھ  
یقین آ گیا کہ میرے ساتھ واقعی کچھ ہو رہا ہے، بلکہ  
ظہیرے میں شروع سے ہوتی ہوں۔  
جب ہم اس مگر شیفٹ ہونے تو شروع کے  
دو تین دن سالانہ رٹرو سیٹ کرنے میں ہی گزار گئے اور  
تھکن آتی ہوئی کسی کراہ میں بستر پر گئی اور میری  
آنکھیں بند ہو جائیں۔ اس روز بھی میں اسی طرح تھکن  
سے چورہ بن کے ساتھ بستر پر گئی اور گرتے ہی غیبی نیند  
نے واقعہ لایا۔ نیند میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی  
میرے پاؤں میں لگولگی کر رہا ہو۔ میں بھی میری بہن  
شرمت سے میرے پاؤں کو لگا رہی ہے۔ میں نے  
آنکھیں کھولنے لیٹر اسے زوردار آواز میں ڈانٹا اور کڑھ  
جائ کر پھر مٹی۔ چند منٹ کے بعد میرے ساتھ پھر وہی  
کچھ ہوا۔ میں سمجھا کہ ایک دم اچھے بھی مگر یہ کب میری  
حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میرے میں کوئی نہیں تھا۔ جس  
طرح میں جانکاب بھی گئی تھی جلدی کوئی بھی میری نظر میں  
آئے بغیر باہر نہیں جاسکتا تھا پھر اس صورت میں کہ میرے  
کارڈ وار بھی میں میرے سامنے تھا۔



وہاں جو کچھ خلاف معمول ہوتا۔ کبھی میں سارے برتن  
 حلیات پر تن کر کے کوئی اور چیز لینے جاتی تو میری ماں ہی پر  
 ان برتنوں میں سے ایک آدھ واہاں اپنی جگہ پر ہوتا،  
 حیرت ہوتی کہ مگر میں سوچ کر اپنے وارغ سے اس  
 خیال کو جھٹک دیتی کہ مجھے یہ یاد نہیں رہا ہوگا یہ برتن لانا۔  
 دورنگی برتن کی سیسک جب سے خود پر غور دیتی جبکہ جاکنا  
 ہے۔ حیرت انگیز برتنوں پر تھل پتی کہ میرے سوا کسی کی کے  
 ساتھ اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں آتا تھا۔  
 جب میں نے ایک دو بار اپنی ماں سے سرسری سا  
 ذکر کیا تو اس نے بھی میرا کہہ کر بات ختم کر دی۔ مگر پھر  
 اسے بھی احساس ہو گیا کہ میرے ساتھ واقعی کچھ پارسل  
 ہوا تھا۔

میرا جو کہ میں بچن میں ہائی پکارتی تھی کہ گڑیا  
 اسکول سے واپس آئی۔ ”آئی تم سے بڑے زوروں کی  
 بھوک لگ رہی ہے مجھے کچھ کھانے کے لئے کھانا دے  
 دیں۔“ میں نے سسکا کر اس کے اترے ہوئے پیرے کو  
 دیکھا۔ وہ بچن کے دروازے میں کھڑی تھی۔ اس نے  
 پوچھا کہ کب نہیں آتا تھا۔

”تم بچہ تھو؟“ انداز میں اتنی درمیان جانے کے  
 ساتھ کچھ بیٹھ جاتی ہوں پھر کھڑکی پر بیوسہ کے  
 ساتھ تم بھی کھانا کھانا۔“ مجھے پتہ تھا کہ وہ بھوک لاکھل  
 بھی کھاتی تھیں کرسی پر۔ اس کے لئے اسے بیچ کر میں  
 نے تھلکی سے دوسرے چولہے پر چائے کا پانی رکھا اور خود  
 اس کے لئے بیٹھ جاتی تھی۔ جب میں بیٹھ جاتا کہ  
 چلی تو گڑیا کو بچن میں سمجھتا ہوں اس کا نہ حیرت سے کھلا  
 ہوا تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا۔ ”تمہیں کیا ہوا؟“

”آئی.....“ اس نے چلیا۔ اس نے ہاتھ سے  
 چوہے کی طرف اشارہ کیا تو میری آنکھ اڑھ گئی چاہتا ہوں  
 تھا مگر اس خدا سے جا کر چائے کا پانی نہ کھائی کی مگر  
 میں نے اس کے سامنے خود کو پاگل لاپرواہ ثابت کیا اور  
 ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی۔ ”لو ہو۔“ چلنا تو میں نے چلایا  
 ہی نہیں۔“

میں چلنا چلانا نہ آئے اے بھئی مگر مجھے

ایک تک اس کے حیران ہونے کی وجہ نہیں آئی تھی۔  
 ”آئی.....“ چلنا تو آپ نے چلایا ہوا تھا۔ یہ ایسی  
 میرے دیکھتے ہی دیکھتے خود ہاتھ کے کھڑے سے  
 بند ہوا ہے اسے تو میں حیران ہوں کہ شاید خود  
 کیسے ہو سکا ہے۔“

میں اب چلتے ہوئے چولہے کے نزدیک آ گئی  
 تھی۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور خاموشی  
 سے جانے پھرتی تھی۔ گھر کے سامنے دوسری پھر آتے  
 سے بولی۔ ”لگتا ہے آپ کے ساتھ واقعی کچھ ہوا ہے۔  
 وہ اس طرح چلنا نہیں ہو سکتا۔“

میں نے یہ سوچ کر کہ کہیں وہ خوف زدہ نہ  
 ہو جائے بات کو کسی میں اڑا دیا پھر گڑیا جب سے اس بات  
 کی نقل ہوئی اور کھیت سے ساتھ پیپل کی جتنے اس طرح کے  
 ناقابل نام واقعات ہیں ان میں سے وہ کسی سب سے کئی  
 طرح کا وہ نہیں تھا تاہم وہ خوف زدہ نہیں تھی۔

میرا دلوں میں ایک کراہٹ شکر تھا۔ رات کو وہ  
 درک کر سکتے کہ بعد کرنا مجھ سے کہا تھا لانا سنا کرتی تھی۔  
 یہ اس کی بچپن کی عادت تھی۔ ایک تو وہ مجھ سے پانچ سال  
 چھوٹی تھی مگر کبھی میں اسے آغوش میں لے کر بچھا لے

کہا کہ بڑی ہو جاتی ہو۔ آج پانچویں میں تھی جس میں  
 شکر کے ساتھ کہ وہ بھوک لگتی تھی۔ مجھے آگے بڑھنے کی  
 اجازت نہ تھی تو میں گھر کے کام کو اور سلائی کو کھانی  
 وغیرہ کرنے لگی، رات کو کھانا اپنے پاس کے کسی سوٹ پر  
 کھانے کی لہریں ساتھ ساتھ لے کھانی بناتی رہتی۔

اس بات کی وجہ معمول اپنا بچہ بند کرنے  
 ہی چاہتا تھا کہ میرے بستر پر آئی۔ ”تمہیں آئی کی بات  
 شروع کریں۔“ اس نے میرے گلے میں ہاتھیں ڈالنے  
 ہوئے کہ وہ بھول کی کشش کھانے کی ہوں۔ میرے  
 منہ سے ساری لکھ لکھ کر کوئی نہ کوئی بات کہہ کر  
 میں چھٹ کر گئی۔

”سوری آئی.....“ میں نے چاہا بوجھ کر نہیں  
 کیا۔ میں تو.....“ دور دوسری ہوری تھی۔ چلنا میں نے  
 کہا۔ ”تمہیں کیا کون سا نہیں ڈانٹ رہی ہوں۔“ میں نے

دور برداشت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مجھے ہونے  
 لپکتے ہیں کہ ادا فرم جاوے کہ دوسرے ہاتھ سے انگلی  
 کو دھاپا۔ سوتلی کالی شدت سے جھجی گئی، انگلی میں سے  
 خون کے قطرے نکلنے لگے تھے۔ میں نے دوسرے ہاتھ  
 سے انگلی کو دھاپا۔ گڑیا پریشان شکل لے مجھے کہہ کر بولی۔  
 مجھ سے انگلی کا درد برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اٹھ

کر اس پر دو انگلی۔ ”گڑیا آج سو جاؤ گے درد ہو رہا ہے  
 کل کہاں تھوڑی گی۔“ گڑیا نے یہ جلدی کا عمل دیکھ کر  
 مجھے دیکھا کہ کچھ کچھ کی پتھر میرے سر سے اتر کر اپنے  
 بستر پر چلی گئی۔ عام حالات میں وہ اتنی آسانی سے چھٹا  
 نہیں پھڑکتی گی۔

”انگریزی انگلی کا درد میری رینک کر گیا تو میں  
 جہیں کہاں سناؤں گی۔“ مجھے اس پر ترس آ گیا تھا۔  
 میری بات سن کر وہ مکمل آگے بڑھ کر حیرت انگیز بات پر  
 بولی کہ کیم میری انگلی سے درد اس طرح ختم ہو جائے گا  
 کہ وہاں نہ ہو۔ اس طرح درد کیسے کر سکا ہے بھلا؟  
 مجھے اس سے پہلے ہی دو تین مرتبہ بولی چھٹے کا تجربہ ہوا  
 تھا۔ کبھی بھی اس طرح ایک روٹھنے کا تھا اور پھر آج  
 تو سوتلی کالی حد تک اندر گئی تھی۔

بہر حال میں نے اس بات کو کسی پیلے کی طرح اپنا  
 وہم کر کے اپنے دماغ سے ہٹا کر انورڈ کیا کہاں تھوڑی سا  
 گئی، جب کہاں مکمل ہو گئی تو میں اذیت آنے کے کہنے اپنے  
 بستر پر آئی ساتھ ہی میری انگلی میں شہدے درد شروع ہو گیا  
 ملا تھا پیلے آدھے تھکے تھے مجھے اپنی انگلی کی روٹھیں اور ہوا  
 تھا۔ میرا دماغ اس لئے کھلنے کرنے سے تھکا رہا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆  
 اس روز میں نے سب سے شکستہ شین لگائی ہوئی  
 تھی۔ سامان کا پڑے جو دھو کر میری کر اکثر تختہ ہو گئی  
 تھی۔ کمرنگی کچھ دھلے ہوئے پڑے پھلانے کے علاوہ  
 نہانے اور لڑائی کی سفائی کے لیے کیم کا پانی تھے۔ میری  
 اسی حیرانگی بہت سخت اور ٹھنڈی تھی۔ ذرا سا کام میں  
 کی سرخی کے خلاف ہو جائے تو وہ پتلا لاتی ہیں کسب  
 کے کہانے پر پانی پھر جاتا تھا۔ میں ٹھنڈی سے آتی چھوڑ گئی

خون کا کہانیاں [179] فردی 2018ء

تھی کہ اس بات کو بالکل بھول گئی اور خوش پر بیٹھ کر دھوا  
 سے کچھ کھانا کھا کر اندر آئی اور پوسٹی سے میں اسی  
 وقت میری اداں آ گئیں۔ مجھے اس طرح کا کیم میں میں  
 پر ہندے آرام سے دھوا سے ایک گائے بیٹھے دیکھ کر  
 ان کا پارہ سائیں آستان پر کیا۔ انہوں نے بلانا کا  
 مجھے سے کھانا شروع کر دیا، وہ کافی دیر تک مجھے ذاتی  
 رہیں۔ میں نے اپنی سفائی میں کچھ کینے کی کوشش کی نہیں  
 کی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اس کا کوئی کام نہ ہوگا۔ جب  
 وہ ابھی طرح اپنا کھانا کھاتی کہ میں تو اس کا پھر  
 پانی کا نشانہ کرنے کے لئے کھڑکی ہوئی۔ اب دن کے  
 ساتھ ساتھ میرا دل بھی دکھ ہوتا۔ آخری کوڑ سے کیا ہوا

میرا انداز تھا کہ کون ہیں آج انہوں نے مجھے کسی اور  
 کام چوری کے طعنے دیے تھے۔ میں نے خاموشی سے  
 سامان کا کام کیا اور گڑیا کو راجت سے پہلی گئی تھانی پلے  
 ہی میری انگلی سے اس کے آواز نکلتے تھے۔ میرا سر اوروں سے  
 پھٹا جا رہا تھا۔ میری ہڈی انگوٹھوں میں ٹھکنے کے باعث چند  
 اترنے لگی۔ میں خود کو بھی جھٹوتے میں لگا بیٹھے کوئی کچھ  
 ہاتھ سے میرا سر دبا دبا ہوا۔ میرے لئے آٹھیں کھولنا  
 مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ گڑیا اسکول سے آ گئی  
 ہو گی اور ہوری میں میرا سر ہادی ہو گی۔ مگر جب میں  
 نے شام میں میرا سر دھو کر کھانے ہوئے اس سے پوچھا۔  
 ”اس نے میرا سر کھل دیا تھا۔“ تو وہ حیرت سے میرا سر  
 دیکھنے لگی۔

”آئی تو اس آتے ہی لوہے کی جھگی پھر آ گئی  
 چند سوری تھی سو میں خاموشی سے واپس آئی میں نے تو  
 آپ کا سر نہ دیا۔“

مجھے ایک بار پھر خوف سے کہنا پڑا کہ مجھے وہم ہوا  
 ہوگا۔ کھانا اس وقت میں سے سر دبانے والے ہاتھوں کو  
 دل سے دھائی دلی نہیں لیکھتا تھے شہدے درد میں مجھے  
 بہت سکون ملا تھا اور اس وقت واقعی مجھے کسی سے سر  
 دھانے کی ضرورت نہ تھی۔

”آئی..... آئی۔“ ہانگ کر آئیں دیکھیں سختی  
 اچھی باور ہورہی ہے۔“ میں کی کچھ سلائی کر دی تھی

خون کا کہانیاں [179] فردی 2018ء

جب باہر گھر سے گزریاں مجھے کھارا۔ ہم دونوں ہمیشہ بارش کی دہائی ہیں۔ جب بارش ہوتا ہو تو ہم کبھی نہ کوئی آگاہی کی چیز ضرور بتاتے ہیں۔ میں چنچر سیٹ کر باہر آگئی تھی خدشہ تھا کہ ساتھ کبھی کسی بچہ ہلاک نہ ہو جائے

”آئی..... آپ بکڑے سے تھیں نا“ گزریاں فوراً میرا ہاتھ تھامتے ہوئے بڑی لاجت سے کہا تو میں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہلکی سی پتہ لگی اور اس کی فراخ نظر چہرہ کرنے کے لئے بچان کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اس وقت بکڑے کے کانے کو میرا بھی دل چاہ رہا تھا۔ بالکل بالکل خدشہ تھا کہ بچان کے اخلاقی خدشہ کوادھار بنائے ہوئے تھی۔ اگرچہ شام آگئی تھی مگر کسی شے یا مادہ کی وجہ سے اتنا اندر میرا ہاتھ ہے بالکل صاف سر پر۔

میں بکڑے سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ ”بہ چاں آئی بکڑے سے بدھری ہمارا گھر کے جلدی سے بچنے کے آگے آجائیں۔“ وہ چاں مسکراتے ہوئے اندر چلے گئے تو وہ سیڑھی میرے پاس آئی۔ اتنی دیر میں، میں نے بکڑے سے بچنے میں ناکل سے حصہ دے دیا۔ بچنے کی طرف بڑھ کر جو بھی میں نے بچتے میرا، بکڑے کا ہاتھ چاٹنے کیسے بے فائدہ نہیں چا کر کھانا دے سارے بکڑے نے غصہ کر کے۔ میں کو دھکی کر گزریاں نے بچتے کو نہیں لگا تھا۔ بچتے غصہ، زندگی تھی۔ میں نے منہ ہوسے ہوئے گزریاں کو پکھلا کر۔ ”دوست دہی۔ میں ابھی لوٹ رہی ہوں تم وہ لے لینا۔“ انہیں اٹھا کر اس پلٹ میں ڈال کر فریٹ پر رکھ دیا۔

میری بات سن کر گزریاں غاسوتی۔ سے بکڑے سے اٹھا کر پلٹ میں ڈالنے کی کراہ کر اس کا موز بھلی نہیں ہو سکا۔ میں نے دہری کی پلٹ میں اسے بکڑے سے نکال کر دینے کو کہہ کر ساتھ دھک کر بکڑے کو آگے ڈال کر ہم دونوں کی رکھا دیں گے۔ اس کے سامنے تو میں نے خود کو بالکل ڈال کر غصہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں اب کافی حد تک پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ تو عجیب تھا۔ ہر سارا جو پہلے صرف میرے ساتھ ہی ہوتا تھا مگر اب اس کی ہر وقت گزریاں بھی شامل ہو جاتی

تھی۔ میں نے خیالی میں بکڑوں والی اس پلٹ کی طرف دھک دھکی مگر اسے جانے میرے منہ سے نکلا کہ ”تم نے ٹھیک نہیں کیا۔“ گزریاں نے کہن میں داخل ہونے سے میری کھوت ٹوٹ گئی مگر کچھ خود کی حیرت ہو رہی تھی کہ میں نے یہ الفاظ کس سے سنا دیوں گے ہیں۔

بہر حال اس وقت میں گزریاں کے ساتھ مصروفیت کی وجہ سے اس بات کو بھول کر گمراہ کو جب میں اس کے لئے بستر پر لیٹی تو ایک بار پھر میرے ذہن میں وہی واقعہ گھومتا دکھائی دیا۔ سوچتے سوچتے میرے سر میں درد رہا۔ لگا تو ہے سانس نہ لے سکوں کہ دن کا واقعہ یاد آ گیا جب کسی دیر پہلے میں اس کو بھرا دیا تھا۔ میرے دل میں شدید غراہش کی آواز سن رہی تھی ہر سارا دہا۔

کمرے میں نہ چار پور کا بلب روشن تھا۔ میں نے گزریاں کے بلب کی طرف دیکھا وہ اپنے خیر سروری تھی۔ میں نے خود ہی بکھڑا رہنے تھا۔ میرے دل سے گزریاں اور پھر سرور کی پلٹ کی۔ اگرچہ میں نے انھیں دہریاں کی قسمیں کھیں مگر میں عمل طور پر جاگ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد مجھے اپنے ماتھے پر بالکل وہی قسم محسوس ہو گیا میں اس دن ہوا تھا۔ پھر کوئی کچھ مجھے سے میرا سرا دہا نہ لگا۔ مجھے غور سے دیکھنے میں تجسس تھی۔ اب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ میں گزریاں کی روح یا جنم دہریاں موجود ہے۔

بہر حال یہاں وہاں تھا کہ میں ان قسمیں مکمل کر کر دہانے والی دہریاں کو گھوم کر میں نے خود کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی نہ جانے کیوں مجھے یقین ساتھ کبھی دہریاں آگئیں کھولنے ہی وہ دہریاں جنم غائب ہو جائے گا جبکہ بکھیرا ہوا مجھے کچھ بھی نہیں دینا ہے ان کو اس لیے اس ایک بار پھر اس ہر سارا جو خود کو جیسے سے غور دہا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆  
مجھے سے بال کافی گھنے اور لمبے تھے اس روز میں بالوں میں کبھی کر کے انھیں ہاتھ سے کے لئے تھیں میں آگئی کر کر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سو میں نے شے سے

تھی کہ مگر جب میں نے چھاپا یا شروع کی تو کسی نے بڑے زور سے میرے بال کھینچے۔ تکلیف کی وجہ سے میری جھنجھکی لگی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے خدشہ پیدا آیا۔ میں نے زور سے کہا۔ ”شرم تو نہیں آتی میرے بال کچھ ہونے پر کیا غلط ہے، جرم نہیں ان کے اختیار کر رکھا ہے۔ تم جو کبھی کو سیدھی طرح میرے سامنے آ کر بات کرو۔ اس طرح چپ چپ کر بڑوں کی طرح حرکتیں کرنے کا کیا فائدہ۔“

اگلے ہی لمحے مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ میرے بالکل سامنے ایک یکبارہ سال کا خوب صورت بچہ کھڑا تھا۔ اگرچہ اس کے چہرے پر مصیبت کی گہرائی تھی انھوں میں تجبیب میرا سر ہاتھیں چسکی۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے اس سے سخت خوف محسوس ہوا۔ میں بھاگنے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ بولا۔ ”آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آئی، میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔“

میں نہ جاننے کیسے چل کر اپنے کے لئے کھلا ہوا منہ بند کیا۔ مجھے بہت شرم محسوس ہوئی کہ میں اس بچے کے سامنے خود کو بڑا ظاہر کروں جسے ایک تھوڑی دیر پہلے میں دہریاں کا خدشہ سے بھٹی گئی۔ میں نے کہا اس سے کہ خود کو ڈالنے کے لئے تو کسی کی۔ بچہ ایک کھوت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دھکیوں کی لڑائی چمکانے کے لئے میں چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میرا ستر شک ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے خود کو تھکا پھار میں نے لڑنے سے بچنے میں اس سے کہا۔

”تم نے میرے بال کیوں کھینچے۔“  
”وہ سکر لیا۔“ آئی آپ کے بال بہت خوب صورت ہیں، مجھے اچھے لگے۔ بچہ نے بکڑے کا ہاتھ اٹھا۔ ”ایسا کیسے ہوئے اس کی انھوں میں شرم تو تھی۔“  
میں نے بالکل بڑی، بہن کی طرح ڈانٹ کر کہا۔  
”بکڑو کیسے سے بال اس طرح کھینچتے ہو جاتے۔“  
”آئی..... تم سے۔“ گھٹی ہوئی آواز دہریاں اس ٹھک نہیں کروں گا۔ آپ مجھ سے ناراض نہ ہونا۔“ اس نے فوراً بھلی کی طرح دونوں ہاتھوں سے اپنے کان

بکڑے سے کہہ۔ مجھے اس پر بہت چار آیا۔ حالانکہ میں جانتی تھی کہ اس زمانہ میں کوئی اور مخلوق ہے مگر اس وقت وہ مجھے بالکل یقیناً سمجھتا تھا کہ اس کا ”تمہارا نام کیا ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہہ دیا۔  
”سلطان۔“

”اچھا! ہر آدمی کے لیے ایک بچہ ہوتا۔“ میں نے چار پائی پر اس کے بیٹھنے کے لئے بکھلا دیا۔ وہ بالکل میرے پاس آ جھکا۔ ”میں تمہیں اسی صورت اپنا بھائی بنائوں گی کہ تم میرے ساتھ اس کے کھانے کے بعد کبھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے کیونکہ اس سے پہلے تم نے ہی ہمارا شرارتیں شہادت میں مجھے پریشان کیا ہے۔“

بظاہر میں شرم خورہ نہیں کی مگر میرے اظہار میں موجود خوف نے میرے منہ سے یہ بات نکال دی تھی۔ اس نے فوراً کہا۔ ”میں حضرت سلیمان کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“ میں نے اس کے کمرے سے سکون بھرا سانس خارج ہوا کیونکہ میں نے کہیں بڑھ کر کھا تھا کہ اگر جن، حضرت سلیمان کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کرے تو ہر حال میں تمہارا سے ہیں لیکن وعدہ تو نہ کرنے کی صورت میں خود ادا مل جاتا ہے۔“ اچھا اب بتاؤ کہ تم جن سے ہو یا کوئی اور مخلوق۔“ میں نے اس کی انھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں جنم زادہ ہوں۔ میرے نو ہوائی چار ہائیں ہیں۔“ اس نے فوراً جواب دیا۔ ابھی میں اس سے مزید کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ کسی نے زور سے دروازہ ہلایا۔ میں جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولنے پر چلی گئی۔ دروازے پر فرزند بھائی تھے۔ آج خلاف معمول وہ جلد لوٹ آئے تھے۔ مجھے خوف محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ یہ بچہ کون ہے مگر یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ فرزند بھائی اس کے پاس سے میرے گزرنے کے بعد سے خالی چار پائی پر وہ بچہ سلطان ان کی طرف دھکی رہا تھا۔ میں بھائی کے پیچھے کرے نکلا۔ آئی۔ ”بھائی آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔“ میں نے حسب عادت



پوچھا۔ ”میں بس میری طبیعت خراب ہے۔ میں آج باہر کا ایک بٹم میں آٹھ آٹھ ہوں۔ تم تھوڑی دیر کے بعد مجھے ملے گی۔“

☆ ☆ ☆  
شورن کر میری آٹھ کل گئی۔ فرار بھائی خلاف معمول تیرے حجرے میں بات کر رہے تھے۔ مجھے کچھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تیزی سے چلے بہن کر اپنے کمرے سے باہر گئی۔ باتوں کی آوازوں کے کمرے سے آ رہی تھی۔ میں کی دیریں چلنے لگی۔ وہ اتوار کا دن تھا۔ اس لئے سب کی ہجرت تھی۔ کمرے میں کچھ کر رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ فرار بھائی کی بات پر ای کو قاتل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ ای مان نہیں دے رہی جس میں خاصا سے ایک طرف چھوٹی۔ ”ای بڑا بڑا گروہ کر لیں گے تو وہاں سے دن بھر میں گے۔“ ہونے لے لیا جنت سے کہا۔

”نورین کیا تم باہر ہو گئی ہو؟“ بھائی نے پوچھا کہ میں کوری ہو۔“ فرار بھائی نے ڈانٹ کر کہا۔ ”وہ شاید کمرے سے باہر آ گئے تھے۔ میں نے خاموشی سے گردن ہٹا کر وہاں کے باغ میں پھینچے آئے تھے۔ میں نے بتا دیا کہ وہاں سے گھر کی باتوں ہیں۔“ جب وہاں لوٹ گئے تو میں نے شورش سے سرگرمی سے اسے سلطان کی طرف دیکھا۔ ”تم میرے بھائی کو نظر کیسے نہیں آئے۔“

”ای بی میری سرسبی ہے کہ میں جسے جاؤں نظر آؤں میں نے پاؤں بندھ کر آؤں۔“  
”مجھے پتا ہے، تم بتاؤ کہ تم رہتے کہاں ہو؟“ میرا خیال تھا کہ وہ ای کوری میں رہتا ہوگا اور اس کے نہیں بھائی کی میرے ساتھ شورش میں رہے ہوں گے۔ میں نے اس کے جواب نے مجھے شورش کر دیا کہ وہاں سے کمرے سے کافی فاصلے پر واقع ایک دروازہ حویلی میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتا ہے اسے اسرا خضر بھرنے کی عادت تھی۔

ایک دن اس طرح میرے بھرنے سے وہاں سے گھر میں آن پہنچا۔ دو سات کا وقت تھا اور میں گڑا کی کڑیاں میں کھاتی تھی۔ میری سہیلی سلطان کو کھاتی بہت پسند آتی تھی۔ میرا پروردگار کھاتی سننے کے لئے آگے لے رلتا رلتا وہ مجھے اچھا لگنے لگا۔ ہر روز مجھے اس کا انتظار ہوتا۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اس کے گروہوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہاں سے گھر میں آتا رہتا ہے۔“ اس نے مجھے گروہ جانا جاتا رہتا رہتا بہت بات کی۔“ اس کے ساتھ میں وہ مجھے نظر آتا رہتا

باہر نہیں گئے۔ میرا دوست بہت اچھا آدمی ہے۔ وہ اپنے ایک امیر دوست سے قرض لے کر وہاں سے ہم دس سالوں میں چکا میں گئے۔ اس کا وہاں سے رابطہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم یہ قرضوں کے بجائے میں چار سال میں اسے ادا کر دیں گے اور اس دوران اسے اچھا دیاں کا وہاں سے آگے سے کاروبار میں چلے جانے کا پھر روزہ روزہ میں دوست بھی اپنا اپنا کاروبار انک کر رہے گے۔“ بھائی کی طرح ای جان کو نہایت چاہتے تھے کہ میں ان کے لئے مشکل بھی نہ تھا کیونکہ سب بچوں میں ای ان سے زیادہ محبت کرتی تھیں۔

پتا خدو ہوا ای جان نے بھائی کو بیدار سے ہی کسی اجازت سے دے دی۔ اب وہاں سے وہ پہلے ہی بات چیت کر رہے تھے۔ اس طرح ان کے کوئی کاروبار کا آغاز ہو گیا۔

میں باہر چند دنوں بعد میری غلام کے بیٹے کی شادی کی۔ انہوں نے ہمیں بھی مہیا کیا ہوا تھا۔ ای نے مجھے اپنے اور گڑا کے کپڑے دلجو یہ یک میں رکھنے کا کام دیا اور خدو اپنے کپڑے بدل گئے۔ میں نے جلدی چلانی کام لیا اور ای کی دہر کرنے کے خیال سے ان کے کمرے میں چلنے لگی۔ ای نے مجھے توڑ کر لے کر تھر ڈیڑھ سال میں سے انتخاب نہیں کر رہی تھیں کہ کیا ساتھ لے کر جاؤں گی۔ میری خیر کئی نور و خوش کے بعد انہوں نے ایک بٹا سینٹ لٹل کر مجھے دیا کہ میں اسے ان کے ونڈ بیگ میں رکھ دوں۔ وہ وہاں جا کر کہیں لیں گی۔ میں نے جلدی سے ونڈ بیگ میں ڈیڑھ سال کا یہ خوش اور لڑکی بند کر دی اور اس کو میری خیر میں تھوڑی سے کم ہوا ہو گئے۔

فرین میں مجھے کرب و داس کو ملتا تو میری نظر ای کے ونڈ بیگ پر پڑی میری سانسیں رکے گئیں کیونکہ یہ وہ ونڈ بیگ تھا جس میں، میں نے ان کے ڈیڑھ سال رکھے تھے۔ دنوں کا رنگ ایک ہی تھا۔ کرب و داس مختلف تھا۔ قاتو یہ بھی سفید ہی کر میں نے ڈیڑھ سال سے ایک دن وہاں شادی میں ای کو اپنے ڈیڑھ سال میں گئے تو خون کا کہانیاں

وہ میرا ایک شکر کریں گی۔ اس کے علاوہ کرب و داس خدو اس کے سامنے بھی میری افسوس ہوئی۔ سب مجھے پھر وہ اور علاقوں میں خیل کر رہی گی۔ میری اڑی ہوئی گرت دیکھ کر ای نے ایک دو بار پوچھا میں کوری سے میری بات نہ بتائی اور ای میری کر لیا۔

گڑا فرین سے پہلی بار ستر کر رہی تھی اس لئے کاتی پر جڑ گئی۔ وہ بار بار میری توجہ راہر اڑھ کر چڑوں کی طرف دانی کر میں خود کو اس کی خوشی میں شریک نہ کر رہے تھے۔ دورہ کر سوتھو نے گڑا کی خیل ستر تھا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس مشکل دقت سے نہجات نہیں دلا سکتی تھی۔ مجھے یہ تھا کہ ای کو ایکی سب مجھ بتا دے کہ مطلب تھا کہ ای کی حالت کو دشمن دقت سے پہلے دیکھ لیا جائے۔ میں خاموشی سے اندری اندر کوری اور پڑاں میں بیٹھ رہی۔ میں اپنی خود کو بھی کہ میری بھوک چاس ختم ہو چکی تھی۔ ای سے میری حالت بھیسی ہوئی نہیں تھی۔ جب انہوں نے پھر پوچھا تو میں نے یہاں کہہ دیا کہ شاید ایک لمبے عرصے کے بعد فرین میں بیٹھی ہوں اس لئے مجھے کم ہوا ہے۔

ایک دن وہ خود وہاں سے میرے بیڈ عاک اگ ڈال کر ای کا ہاتھ آ کر اور کوری میں ہوسکا تو فرین کا ایک بیڈ ہوا ہے اور میں زندہ نہ ہوں۔ اسی طرح خود وہ تو ہے اور اس طرح میں ہوا اور ہم بچے وہاں سے غلام کے کھانچے گئے۔ مہندی اگلے روز بھی کمرے میں اس سے ادا ہوا تھا۔ اسے پہنچے ہی رات کا کھانا دیا گیا۔ مجھے سے پہلے ایک طرح لکھا دیا گیا۔

میں نے خود مجھ سے کہا کہ ”میرے لئے بس کا انتظام کر دیں کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ انہوں نے مجھ سے میری باتوں میں لیتے ہوئے کہ اس کا انتظام کر دیا۔ کورہ صحت پر تھا۔ اس نے قدر سے شور و غرہ کیا کہ تھا۔ ابھی میں بس پر پہنچی تھی کہ مہرے سے ای کی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس بات نے مجھے اپنے نزدیک کی کی سوچ کی احساس ہوا، میں نے جلدی سے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ سلطان تھا جو مجھ پر بھلا ہوا تھا۔ ”ای“

لوہر میں یوں سکون سے بستر پر لیٹ گئی جیسے میرے سر سے  
کسی نے پہاڑ اتار دیا ہو۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد سلطان محلے دروازے  
میں سے اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں وہی زیورات کا  
ڈبچہ تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے جلدی سے ڈب  
کھول کر دیکھا۔ اس میں وہی سیٹ تھا۔ میں نے خوشی  
سے لرزتی آنکھوں میں سلطان کا شکر ادا کیا۔  
”آئی آپ تو ہیں میرا شکر ہے ابراہم بی بی میں جیسے

میں نے جلدی سے کہا۔ "جہیں ایسی بات نہیں بلکہ میں جہیں شاہی دربار کی عورت نے احتیاج کام کیا ہے۔"

"آپ جب بھی مشکل میں ہوں گی میرا نام لے کر آؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "آپ کو میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

اس کی ادا دین کے لیے اس کی ساری مہنتیں اور  
 شہرہ کی ہو۔"

اسے میں میری کچھ کزنز مصالحت کی چلیں اور  
 چائے کے ساتھ لو آئیں انہوں نے مجھے بھی چائے  
 پینے کی پیش کش کی چونکہ میں اب خوش تھی اس لئے خوش  
 دلی سے ان کی پیش کش قبول کر لی۔ انہوں نے مجھے ایک

پس بیٹھے سلطان کی طرف بھاڑا۔ وہ خوش ہو گیا کہ کتنے  
اسے بھولی نہیں۔ میں نے آجی جانے کی کوکب بھی  
اسے حمدا۔ اتوں میں مکن میری کرگز کو اس کا احسا  
تیک نہیں ہو سکا وہ سب بھی اس بات پر یقین کر چکی تھیں  
کہ میں اس کی کوکب سے بچ کر رہوں گا۔

جسے سے ہی، اور اہل اہل تھا۔ حالانکہ ابھی کہ

کھڑے کھڑے والے تھی دیر میں میری تلاش زکریاؑ۔  
 میرا دل سلطان کے ہارسے میں بھی کمر مشرق و  
 بھائی کی خبر پانے کے لئے ہے میں کمر مشرق و  
 بھائی کی موت غالب آگئی۔ میں نے دلاز بھائی کی تصویر  
 کر اسے تھوڑی سلطان چندے نظر ہمارا قصہ میری  
 رہا بھروسے دیکھو وہ تصویر اہل کس اور دور فرما غالب  
 ہو گیا۔ اب میں اس کے لئے دعا گوئی۔ وقت کا لئے نہیں  
 کشد رہا غالب۔

میں مل پڑھ کر خدا سے دودھ کر سلطان کی  
بجفاقت واپسی کی دعائیں مانگتے گی۔ اس وقت میری  
ترپ بالکل ایک لکسی بیمن کی تھی جس کا بھائی کسی بیجی  
خفہ سے میں ہو۔ بلا خرف خدا کر کے ساڑھے چار گھنٹے  
گزر جانے کے بعد مجھے سلطان کی بھی ہوئی اور سنا  
تھی۔ "اسلام ختم ہو گیا۔"

میں نے تیزی سے دھماکے لگائے اگلے دوے ہاتھ  
 منہ پر پھیرے اور پلٹ کر دیکھا۔ سلطان کے کپڑے کرو  
 ٹوٹتے اور وہ تھکا ہوا دکائی دے رہا تھا۔ میں ایک  
 کراس کے نزدیک گئی۔ "سلطان تم ٹھیک تو ہو..... تم  
 نے فتنے دیر کیوں کر دی؟"  
 وہ ہنسی ہوئی سی ہنسی جس کے پاس بڑی ہلکی ایک

میں نے جلدی سے پانی کا گلاس لاکر  
 دیا۔ سلطان نے پوچھا پانی کیسے ہے؟ بہت پیاس  
 ہے۔ میں نے اسے چکڑی میں ہی آجائے کو کہا کیونکہ  
 کمرے میں گڑباڑ ہو رہی تھی وہ کسی وقت بھی جاگ سکتی  
 تھی۔ چکن میں جا کر میں نے ایک پلیٹ میں سائین اور  
 روٹی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی اس نے تشکر

[illegible]

سلطان نے یوں پہلو دلا جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ میری بات کا جہات دے یا نہ دے۔ ”چلیں میں شروع سے بتاتا ہوں کہ میں کیسے وہیں پہنچا۔ ارے یہ تو میں نے آپ کو بتایا ہی نہیں کہ وہاں کے جن قبیلے کا سردار بہت اچھا آدمی ہے۔ اس نے میری بہت مدد کی میں اس کے بیٹے کا دوست بھی بن گیا ہوں۔ اب سب کچھ اچھی دھمچھ سے طے چلیں آ کر سگے۔“

وہ بات کو چل رہا تھا۔ میرا دل انجانے خدشوں سے تیز تیز جھڑکنے لگا۔ "سلطان مجھ سے میری بیوی اور باقی میرے بچے اہل بات بتا دو۔ میرا بھائی ٹھیک تو ہے۔" میں نے سلطان کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں کہا۔ وہ چند لمحے فکّر میں چھلکے اور میں کو کھنکھاتا ہوا ہنسنے لگا۔

”اے بی بی! آپ کے بھائی نے دہلی کی حکومت سے  
شادی کر لی ہے ان کی ایک بیٹی بھی ہے۔ مگر اب جو  
عرسے سے دہلی لوڑے ہیں۔ آپ کے بھائی نے  
گھر چھوڑ کر ایک دوسری شہر کے ساتھ ہوا شہر  
کر دیا ہے۔ وہ بی بی ہونے لگی ہے۔ میرے دہلی  
کے دوست نے مجھے بتایا ہے کہ اگر یہی طرح کرتا رہا  
اسے یہاں کی پائیس بکڑ کر جائے گی اس کے  
آپ سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔“ سلطانہ اتنا کہہ کر غصا  
ہو گئی۔ میں نے اپنا دل قلم حاتمہ کے پاس دے دیا۔  
سلطانہ میں نہیں پڑا۔ وہ جو بات اس نے بتائی تھی  
میرا دل دھلا کر نکلی تھی۔

میری حالت دیکھتے ہوئے دو مجھے تسلیم پا  
 لگا۔ مگر بات عاتق بڑی تھی کسری انھوں سے  
 نکل آئے اور ہوا بھائی پر جس میں ایک غلاما رہتے  
 رہے تھے۔ جہاں کوئی انھیں سنبھالنے والا نہیں تھا۔  
 ”اسی میں ایک چکر گھومنا لگا آؤں پھر  
 ہوں۔“ سلطان کا یہ کہہ کر بھی گڑھی سوروہ چلا گیا  
 دیکھی کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ آؤ تو وہ پہلے ہی  
 دیر سے گھر سے باہر تھا پھر دوسرے اس کی سوتیلی

سلطان کے جانے کے بعد میں اپنے کمرے میں آئی اور چپکے چپکے رونے لگی۔ میں اتنی بڑی خبر کو گھر کے کسی فرد سے شیئر نہیں کر سکتی تھی کہ میرا ام ہی کچھ ہلکا ہو جاتا۔

نے اپنا کمرے سے پاس آ کر چھاڑا تو اس کے دروازے پر  
 محفل ہی بڑی سی آواز جاں سواہر پڑا۔ وہ مجھے دیکھ کر  
 کوئی دوسرے سے پاس آ کر چھاڑا تو اس کے دروازے پر  
 بھانسنے کا حال تو اس کی بات پر کسی نے یقین نہیں کر تھا کہ  
 مجھے کوئی نہ کوئی جواب تو دینا ہی تھا، سو میں نے سلطان  
 سے ملنے والی ساری خبریں سنا لی، ابھی ابھی کا دیکھا وہاں  
 کہ اس کی سلاطین ابھی میرا رخاں ہے۔ میرے بھائی  
 کو اس کے گر خور کو بے سکون خاطر کرتے ہوئے بھلا دیا  
 گلیں۔ ”گرم گرت کر بعض لوگ بات چیت کر رہے ہیں  
 وہ خبر نہایت ہی ہے جن کی حقیقت سے کسی کو نظر  
 نہیں آتا۔ کیا اب اس کے لئے کوئی دوسرا زمین تانے کے  
 اگر بڑا عزت سے شادی کرے؟“ اگرچہ وہ خود کو  
 بات کر رہی تھی مگر اس کی آواز میں پھر سے  
 کی سرراہت میں نہایت ملتی دے رہی تھی۔ مجھے  
 کہنے کے بعد خود کارفون کے آگے بیٹھنے میں اور اس کی  
 تنہا کسی دے تانے میں ہی رہا۔ مجھے انہیں دیکھا  
 کہ اس کے لئے کیا کرنا تھا۔

میں شام تک کمرے سے باہر نہیں نکلا۔  
 کے آنے کے بعد گھر چائے پلانی ہوئی میں اس  
 خواستہ باہر آئی۔ اس وقت فرزند باہر بھی کمرہ میں  
 ہوئے، اس نے باہر جا کر کمرہ میں بیٹھے گیا کیونکہ اس  
 بائزٹ فرزند نہیں تھے۔ وہ سیدہ علی کے پاس آئی  
 جو کچھ میں نے ہوئی کیا دل میں اس کے کچھ ہاں میں معصومہ  
 تھیں۔ اسی چائے میں ان کے ساتھ ایک دیکر بھی حاضر  
 ہوئیں۔ وہاں ہوا میں ان کے کھانا میں کچھ  
 لڑکی چھپڑے سے اس میں شادی کر رہی تھی اس کی  
 میں بھی تھی۔ سیدہ علی میں کس بات پر چھڑو

ایں نے ایک سے یقین نہ ہو مجھ پر کوئی اور لہر کر  
 جو میں ہر گز نہیں فرما رہی تھی جلدی سے آئے ہر کھر  
 میں انھیں اٹھا کر چلیں وہ ڈھار میں انھیں ہوش میں لانے کی  
 تدبیر کرنے لگاں اور وہاں کوئی آئے تھے اصل بات  
 جان کر دو گن سے بڑھ کر پشیمان ہو گئی تھی جس کے پوچھنے پر  
 بھائی نے بتایا کہ "دو گن کوئی کانٹا نہیں تھا کہ میں کیڑا  
 میں اسے اس دلدل سے ریلوے کے کنارہ پر بھائی کی خدمت  
 سے مل گیاں اور جہازوں پر مجھے سے کپڑے پر چنگ کرے میں  
 کوئی کام کیا کہ جس سے اس کی ریلوے کے کنارہ پر خوش قسمت  
 سے وہ اس لڑائی میں نہ آئے اس کی ریلوے کے قریب ہی  
 تھی اس نے مجھ پر ماری گئی بتائی ہیں"

خود لواز بھائی کی پھیل چلائے نہیں تھے اور فون کے لئے انہوں نے کچھ رکھا تھا کہ میں خود ہی کروں گا۔ ان کا کوئی نمبر نہیں تھا کسی کسی نمبر سے بات کرتے تھے کسی سے اس لئے براہ راست ان سے رابطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اب ہوا اور بھائی دونوں لواز بھائی کو بچانے کے ممکنہ طریقوں پر بات کر رہے تھے جبکہ میں بھائی کی گرفتاری پر غور کر رہی تھی۔

[illegible][illegible]

اس سے اگلے دن رات کو سلطان آیا تو یہی مکر وہ بہت غر حائل سا تھا۔ میں نے فوراً کہانی شروع کر دی تاکہ گڑباز کہانی من کر سوجائے اور میں سلطان سے بات

چیت کر سکیں۔ کہاں سے فارغ ہو کر میں سلطان کی طرف پہنچے تو بیکہ کر پڑا نے خود پر چار تان لی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر اٹھ کر اڑا دیا میرا اٹھنا دیکھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ مجھ پر بعد ہی لڑا سو گئی۔ مجھ سے میرے نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے فوراً اس سے تین دن کی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ مجھے لگا اس کے چہرے پر سایہ سا رہا تھا۔ ”بس! اپنی ہی بات میں مجھے اپنے ساتھ کام سے لگائے رکھا اس نے میں آؤ نہیں سکا۔“ اس نے کھلے ہوئے لبوں میں جواب دیا۔ مجھے وہ اپنے آئینوں پر قہر پانے کی کوشش کر رہا ہوا۔ اس کی رنگت بھی زرد دھڑکی ہو رہی تھی۔ میں نے اپنی سوچیں کو پیچھے رکھ کر اس سے اس کی زرد ہونے کی رنگت کی وجہ پوچھی تو اس نے فوراً نظر چلائی۔ ”آئی مجھے دیر ہو گئی ہے مجھے جانے دوں میرا دل ہلے گا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اڑا ہوا میں نے اسے لگے آنے کا وعدہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ سلطان کے ساتھ کچھ کر رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے سلطان پریشان ہے۔ میں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا تھا اگر کل جب سلطان آئے تو اس سے ضرور اس کی پریشانی کے بارے میں پوچھوں گی۔ مجھے خود پر کسی شرم آ رہی تھی کہ میں اشراف المملکت ہوں مگر میری اپنی پریشانی اس سے شہر نشتر لگ رہی جبکہ وہ جن کو میری کسی بات سے غور تھا کہ اپنی پریشانی مجھ سے چھپا رہا تھا جس میں اس سے حقیقت معلوم کرنے کا پختہ ارادہ کر کے میں کوئی۔ وہ دیر سے دن جب وہ آیا تو میں نے کہا۔ ”دیکھو سلطان اگر تم مجھے اپنی پریشانی نہیں بتاؤ گے تو آئندہ میں بھی تم سے اپنی ہر بات چھپائی کر دوں گی۔“ میں نے سلطان کو اصل بات چھپانے کی وجہ نہ دہرائی۔ جب سے وہ آیا تھا میں اس سے اس کی پریشانی کے بارے میں پوچھ رہی تھی کہ وہ مسلسل میرے والدہ باقیہ کبیرا واپس سے مگر میری اس دلچسپی کے بعد اس نے دھنکے لے لیے میں تابیہ۔ ”میرے بڑے ہائی، میں سے انگ ہو گئے۔“ ایک دوسرے سے بہت لڑتے تھے تنگ آ کر کہا نے انہیں انگ کر دیا ہے۔“

میں نے ہجرت سے سلطان کی طرف دیکھا۔ ”تو کیا وہ مگر چھوڑ کر چلے گئے ہیں؟“ حالانکہ ان کی تو ابھی شادی کی تھیں سو ہوئی گئی۔ سلطان نے اس طرف سے تلی میں سر ہلایا اور بولا۔ ”میں اس بات پر بہت ہاضم ہے کہ مگر میں کوئی بھی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتا۔ اہانے کہا ہے کہ میں سب چیزوں کو ایک انگ کر دوں گا۔ میں ان خیال سے کہنا نہیں کھانے کی ذمہ داری سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ اس نے وہاں کا ہضہ بھی مجھ پر لاقی ہے کیونکہ لہو کی پیلے میری ماں سے اور اس کے بعد مجھ سے بہت محبت ہے۔ اس نے اس کو مجھ پر زیادہ ہضہ دے دیا اور تنگ کرنے کے لئے بھی مجھے اطمینان نشاندہ بنائی ہے۔“ سلطان اپنی چٹاٹاٹا ہونے چکیاں لے کر زور دیا تھا۔

میں ہم خود اس کی یاد دہ سالہ بننے کی طرف دیکھ رہی تھی کی کہ وہ مجھ سے بڑے صدمے کو کتنا محسوس رہا تھا۔ میں نے اسے گھٹے گھٹے گایا۔ ”میں ہوں ہاتھ داری، میں تم کو دنیا میں تباہ نہیں ہونے دے گا۔“ اس نے کہا کہ اگرچہ میں ہلو راستہ تہماری دہشتیں کر سکتی مگر تمہارے لئے وہاں کو کتنی ہوں سادہ بھی بیٹھتا تھا میرے ساتھ ہے وہ نہیں تمہارے اس صبر کا صلہ ضرور ہے گا۔ اس نے تم کو صدمہ پہنچا کرے۔“ وہ بیٹھ نہیں رہے۔ دیکھا ایک دن تہماری سوتیلی ماں کو بھی اسی طرح دے دے کہ اس اس ہوجانے کا تو وہ بھی تم سے یاد کرنے لگی۔ ”میں نے اسے بہت کئی دنوں۔ وہ کانی حد تک پر سکون بھی ہو گیا تھا مگر اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس کا یہ سکون عارضی ہے۔ سلطان کچھ دیر میرے پاس بیٹھ کر رہا یہی چاہا کہ میں سامان اس کے لئے دیکھ ہوئی تھی۔ میں نے غدا سے اس کے محلات کی اجڑی کر کے بہت حد حاصل کیا۔

اس گھنہ میں اس کا انتظار کرتی رہی کہ وہ نہ آیا۔ مگر دن پر دن گزرتے گئے۔ میں سلطان کی طرف سے بہت گھر نہ گئی۔ ہر نماز کے بعد اس کے لئے وہ حاضر کرتی تھی اس کی طرف سے کوئی جواب نہ تھا۔ مجھے مطمئن تھا کہ اس ہر حال میں میں سے ہوا اس کی ماں اور مگر والے

اس سے کیسا سلوک کر رہے ہیں۔ یہ سب جاننے کے لئے میرے پاس سلطان کے ساکوں ذرا بیڑ نہ تھا مگر سلطان نہیں آ رہا تھا۔ چند ہونے میں دن میں جب سلطان نہ آیا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ کل میں اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پکھلاؤں گی تاکہ وہ میرے پاس آئے اور میں کم از کم اس کی نصیحت سے آگاہ ہو سکوں ساتھ میں اس پر یہ بھی پابندی لگا دوں گی کہ وہ ہر روز مجھ سے ملے آیا کرے۔ چاہے ایک منٹ کے لئے ہی کسی۔

☆☆☆☆

مگر میں سوگ کی کیفیت تھی۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے بچھڑا رہا تھا۔ آجے جیسے وہ عموں خردوں نے سب کو ہی قہر ڈال دیا تھا۔ کھانے سے خیر آئی تھی کہ کوڑا ہائی نے خود کو کی کوشش کی تھی کہ اور کئی قہر تو دن کو بیٹھنے ہیں۔ اپنی اسی جان اور ہم نہیں اس صدمے سے ہی تنہا نہیں تھے کہ زہر دہائی کے کاہد ہوا میں بہت بڑے کھانے کی خبر نے ہمارے رہے ہے جو طے میں قہر توڑ دے۔ میں ہوں نگہ ہا تھا کہ میں نہیں ہر طرف سے ہم پر حملہ کرنے کے لئے چھالے کھڑی ہیں۔ اسی کی طبیعت سخت خراب تھی۔ انہیں جیسے بہت کئی کاہد اور پریشان تھا۔ ہم دونوں میں ایک دوسرے سے کچھ دور رہی تھیں لو ایک دوسرے کے سامنے خود کو بھار دانت کر رہی تھیں۔ اب ہاگل گم ہو گئے تھے۔ لڑا ہائی سدا سامان د مگر سے باہر رہے وہ ڈوبے ہوئے کاہد کر کہ سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان کی کوششیں ہر آدھ ہوئی نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اب وہ ہر وقت پریشان ہی رہتے تھے۔ اسی پریشانی کی وجہ سے وہاں کی ہر وقت آفت ہی رہتا کی بات کہ تو وہ کات کھانے کو ڈرتے۔ اسی جان کے غصہ سے درست جاہت ہو رہے تھے۔ جو بھی اندر ہی اندر کھل رہے تھے۔ مجھے ہر ایک کی حالت ہر ایک کے ساتھ کھانا اس ہر ہا تھا مگر میں کسی کے لئے کسی کچھ نہیں کرتی تھی۔ سوائے اس کے کہ میں اس میں سے کوئی کی نہیں کی مگر محلات دوسرے نظریں آ رہے تھے۔

دات کہ بہت دیر کے بعد فرما دیں مگر آئے تو خزنہ کی کہاں! [189] فروری 2018ء

ای نے انہیں ڈانٹ دیا کہ آؤ خزانہ دیر تک مگر سے باہر رہنے کی ضرورت تھی۔ وہ تو پہلے اپنی پریشانیوں میں تھے فوراً وصلہ کو بیٹھے۔ آپ کی مجھے یہ ضرور دلائم غمنا ہوا ہیں جیسے میں جان کر چو کہ نقصان کر رہا ہوں اور اس کے بعد اس کو ہار کرنے کے لئے ہماگ دزد کر رہا ہوں۔ وہاں میں کوئی نہیں جو میری پریشانی سمجھ سکے۔ ایک وہ جسے میں نے زیادہ درست سمجھا تھا میرے اس بڑا دشمن کہ ہے۔ کاہد ہوا میں گھاٹا کہ کفر لایا کہ وہ سے بڑا دشمن وہ تو میں کیا ہے مگر میرا دل ہل کر ترے میں جکڑا گیا ہے۔ مگر واسطے کی اب مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ جب بھی گھر آؤ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔

ای جان صدمے سے گلگ کر لڑی انہیں دھتکی رہیں اور وہ پاؤں کھٹے ہوئے آئے چہ کرے میں طے چلے۔ میری کئی جان پر نہیں آئی تھی۔ بھائی کی حالت ایک کدیمی چاندی تھی۔ دوسری طرف یہ خبر بھی روں فرسائی تھی کہ میں کے پائنترے جو کہ سے سب مل خود سمیت اپنا قہار ترے بھائی کے لئے چھوڑ دینے تھے مجھے آنے والے وقت سے ابھی سے خوف رہا تھا مجھے چہ تھا کہ اگر تاجا زور قہر بدلت ہوا میں۔ کاہد ہو گا کہ سب مرگ پر آ جائیں اور اس طرح کی اندیشگی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جو اتنی ہی بڑی کم چاندی نہیں کر سکتے تھے اور وہاں ہر روز خود مدد کے سخت دھتھر تھے۔ کوئی سہارا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں ایک بار مگر خفا سے اس کے دہنے کو دزد کر لائی۔ اس کے ساکوں ہمارا دگر زہر نہ تھا۔ وہاں مجھے ہونے مجھے سلطان کا ایک بار بھی خیال نہ آیا جیسے دلوں سے مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔ میں انسان کی شاید اس کے لئے اپنا دقت کھل جانے کے بعد میرے محسن کی بھول گئی تھی۔

میری آنکھوں سے آنسو پڑیں کی طرح مگر رہے تھے۔ میں اس کی حالت دیکھ کر اتنی دھم کی کہ اپنی بیچوں پر قابو نہ پا سکی۔ میں اپنی پریشانیوں میں سلطان کو ہاگل ہی خوب لگی تھی مگر اس روز جب وہ زخموں سے چھڑا اپنی حال حالت میں میرے سامنے آیا تو میرا دل وہاں جچ اٹھا۔ سلطان نے مجھ کو تہمیرے ساتھ کسی نے کیا ہے۔ مجھے

تاؤز کس نے جنہیں اس بری طرح سے مارا ہے کو نہ ہے وہ ظالم؟ میں ذہنی انداز سے چیتے ہوئے اسے مجبور رہا گی۔

وفاقت کی وجہ سے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جا بجا خراشیں تھیں۔ اس کے کپڑے نیلے اور خون آلود تھے۔ کزوری کی وجہ سے اس کی رگت بھی زرد پڑی ہوئی تھی۔ وہ آٹھیں بھی نہیں کھول پاتا کیونکہ اس پر بہت سونہر ہوئی تھی۔ وہ اس قدر زخمی تھا کہ میرے اسٹے سائلوں کے جواب میں اس کے ذہنی ہونٹ تھیں پلڑ پلڑا کر مگھے۔

میری ذہنی تپشیں سن کر اسی جانب کی آٹھ مکمل گئی۔ وہ ابھی کچھ بول رہی تھی۔ وہ کھا کر کھینٹی سبج سے انکس نکالتا تھا۔ کیا ہوا تو اس نے... تم جتنی کہیں رہی ہو؟ وہ انتہائی پریشانی سے بولتی ہوئی کمرے سے نکلتی تو مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا، میں نے جلدی سے سلطان کے ذہنی بازو پھڑپھڑے اور کڑی ہوئی آٹھوں تک بھری آٹھوں سے گھر کر رہے تھے۔ ”تھیں کیا ہوا ہے؟“ اسی جانب سے بول کر پھر چھا۔

شہ رخ کے باعث اس کی آواز بھی ہنسی ہوئی تھی میں نے جلدی سے انکار میں سر ہلایا۔ ”کچھ نہیں، میں ڈراؤنا خواب دیکھ کر اڑ گئی ہوں۔“ میرے قریب ہی چار پائی موجود تھی۔ اس لئے اسی جانب نے میری بات پر یقین کر لیا کہ اس کی بات پریشانی پہلے سے بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ پہلے ہی ایک مرتبہ میرے ”خواب“ کو سن دینا چاہتا دیکھ گئی تھیں۔

”خواب... تم خواب نہ مانا۔ بس کچھ مدد خیرات کرو۔“ انہوں نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور وہاں سے چلت گئیں۔ شاید وہ کوئی اور میری خیر سنا تھیں چاہتی تھیں میں پھر جلدی سے سلطان کے قریب آ بیٹھی اب وہ مجھ سے ہنسی کی کیفیت میں تھا اور چار پائی کے پاس کے ساتھ کھجک لگائے ہوئے تھا۔ میں نے اسے سہارا دے کر چار پائی پر لٹا دیا اور خود وہی نے روزمرہ اسے کھانے کو پیش کیا۔ لکھے معلوم نہیں تھا کہ اس

طرح کے ذہنی کو کس طرح سنبھالا جاتا ہے۔ میں نے جتنے سے روزمرہ اس کے عقل میں بیٹھا تو اس کی حالت پہلے سے تندرست بہتر نظر آ رہی تھی۔ میں نے روئے ہوئے کیلئے کپڑے سے اس کے سارے ڈھم صاف کئے۔ وہ اس حد تک زخمی تھا کہ اگر میرا ہاتھ نہ ہو تو یہ کوئی بیخود تھا اس کی کھینچ بھی میں نے کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کر دی کیونکہ وہ جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی اور خون آلود تھی۔ اس کے سینے اور کمر پر بھی بڑے بڑے تلے اور زخموں کے نشان تھے۔ کچھ زخم پرانے تھے جن کے کنارے بھی سیاہ پڑ گئے تھے اور کچھ زخموں سے ابھی تازہ خون سر رہا تھا۔ میں نیم گرم پانی میں کپڑا اچھوڑ کر اس کے جسم سے خون اور گرد صاف کر دی۔ وہ بار بار کرا رہا تھا۔ میں نے سب چھوئے بڑے زخموں پر مرہم لگا دیا۔ اس سارے کام کے دوران میرے منہ سے بددعا میں اور سلطان کے کھول سے کہا گیا تھی۔

میں کسی کی بہن کی طرح ہی اس سب کے ذمے داروں کو بددعا میں دے رہی تھی۔ وہ اتنا سچا جو بھی کسی نے نہ کرے تھے۔ چوتھیں آٹھوں کے آٹھوں کے پاس ہاں تھا، اس آٹھ کی لذت تک حالت کو بگاڑنا تھا۔ میرا دل بے جا ہوا تھا کہ اچھے معلوم ہو جائے تو میں شاید اسے کھڑے کھڑے کر کے قتل کوں کوں کھلا دوں جس نے سلطان کو اس کی طرح مارا تھا۔ سارے ڈھم صاف کر کے میں نے ایک بار پھر اسے شکر گروہ دیا۔

”سلطان اب تکلیف کچھ کم ہوئی۔“ میں نے اس کے کان کے پاس منہ کر کے پچھا اس نے انشک سے ہاں میں جواب دیا۔

پھر میں نے سہارا دینے کے راستے اپنے ستر پر لٹا دیا اور سارا دانہ دھتے دھتے سے کام کے دوران اس کی داغ بھل کرتی رہی۔ اگلے دن وہ خود سے گرد نہ بنے گا میں اس کی سخت جانی پر حیران تھی۔ اب اس کی آٹھیں بھی کھل رہی تھیں۔ مگر پہلے ہی ہونٹوں کی شدہ تکلیف کی وجہ سے وہ کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ میں اپنے سائلوں کو اپنے اندر ہی رکھے ہوئے تھی تاکہ اسے خطاب دیتے سے

تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگلے دن وہ بائبل دم آواز سن کر بے کراں ہو گیا۔

اس نے مجھے بتایا کہ اس کے باپ کو ایک عامل نے اپنا غلام بنایا ہے اور اس کے کمر کا شہر دھڑکا ہے۔ اس کی ہاں نے اپنا سارا مصلحتیں پر لٹا کر شرع کر دیا کیونکہ پہلے وہ باپ کی وجہ سے اس کے ساتھ اتنا رسلوں نہیں کر سکتی تھی کہ وہ صرف اس سے کا کر دیا کہ بکستہ مدنی تھی اور ساتھ لے اور اس کی مرحومہ ہاں کو گالیاں بھی دیتی۔ پھر ایک دن سلطان کے سر پر کا شہر بن گیا۔ اس نے بھی کامیاب سے جواب دیا اور وہ پڑیاں اپنے پیٹے سے انکار کر دیا اور وہ زندان تک اس خیل سے پہنچا تو کسی کی ایک طرف ہو جاگ نہ جانے دوسرے آمام سے سن سکے۔ میں نے اس پر فوراً پتے ڈیٹوں کو لگایا انہوں نے بھی باپ کے سارے اعمال کا پہلے معصوم سلطان سے لیا اور اس قدر مارا کہ دوسرے کے قریب ہو گیا۔ وہ خرابی سے لے کر کوہ پیچ کر بھی نہا تو وہاں خاندان کی ایک لڑکی بھی آ گئی۔ اس نے شور مچایا تو وہاں سے انتہائی ڈری ہوئی تھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پڑی بھی میں نے سلطان کو سنبھالے ہوئی تھی میں ہی چھوڑ کر خاندان کے سر پر لگاؤ لانے میں لگی تاکہ اس سلطان کی بری حالت رکھا سکے۔ مگر اس دوران سلطان کو زخموں کا شکار کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ زندہ نہیں رہے گا۔ آخری بار مجھ سے ملے چاہا کیونکہ وہ مجھے بہت سے دلوں سے اپنی بیویوں کی وجہ سے مجھ سے مل نہیں سکا تھا۔ مگر وہ خدا کو اس کی زندگی بخوڑی جواب دہ تھی کی طرف چلتا تھا۔

اب اس کے بدن کے ڈھم پڑنے لگے تھے۔ مگر دریا کے تہم بہرے تھے۔ وہ آٹھ کیلئے خلائ میں کھوتا رہتا یا پھر کسی جگہ پکے رہتا رہتا۔ میں اس کی اندر ہی حالت سے واقف تھا اس لئے اسے دوسری تھی تاکہ اس کے اندر میرا اور اظہار جو کم ہو سکے۔ خود میں بہت دگر تھی کہ جنوں میں بھی انسانوں کی طرح دشمنیاں ہوتی ہیں۔ وہ بھی بھائی اپنے بھائی کے خون سے ہاتھ رنگ لیتے ہیں۔ میں مجھے اس حال پر شہر ہی حسرتا تا جس خوفناک کہانیاں [191] فروری 2018ء

کی ایک گھٹیا حرکت نے سلطان کے خاندان کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بھی پلٹ کر اپنے گھر نہیں جائے گا جس وہ بھی میرا سنے باپ سے ملے جاتا تھا۔ باقی کا سامنا نہ تھا، مگر وہ کھٹکوں کے بہن بھائی ساتھ ہی گزرتے تھے۔ اب میں اکثر دن میں اپنی اسے کہانی سنا دیتی تھی۔ میرے گھر والوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں چاہے اپنے اپنے سائلوں سے اپنی ہاں کی طرف بڑھ رہی ہوں جو انکو ایکلے میں باتیں کر رہی ہوں مگر کسی کے پاس ملے جاتے تھے جسے کہیں لے کر آ کر ان کے پندر کاٹنا اس طرح کرتا تھا جس طرح وہ اپنے جیل رہا تھا۔

ایک دن سلطان نے بہت جوں اور زخمی سے بتایا کہ اس کے دوست کی شادی ہے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ”تمہارا کوئی کامیاب دوست ہے جو اتنی ہی عمر میں شادی کر رہا ہے۔“

”آپنی وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے، وہی میرا کینیڈا والا دوست ہے۔ اس نے مجھے ایک پلٹے کے لئے اپنے پاس بلایا ہے۔ اگر آپ اجازت دے دو تو میں اپنے دوست کی شادی میں چلا جاؤں۔“

وہ اجازت سے مجھ سے اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے اسے اجازت نہ دے دی وہ بہت خوش ہوا۔ جب وہ رخصت ہوئے۔ لگا ہی میرا دل اٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا۔ ”میرا ہاتھ میرے ہوتے ہوئے کہا۔“ جلد تو آ سلطانا تم مجھے بتانا ڈنگے۔

سلطان کے جانے کے لمحے تیسرے دن مجھے سلطان بہت ہی طرح پر یاد آ رہا تھا۔ مگر وہ اتنی دور تھا کہ شاید میری نگاہیں اس تک نہ پہنچ سکیں۔

☆ ☆ ☆

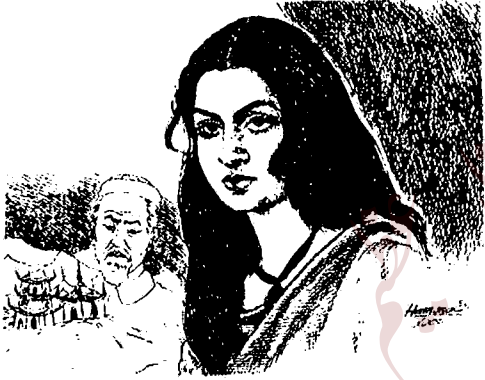
میرا گھر اجڑا گیا تھا۔ فریاد بھائی کو پکس پکڑ کر لے گئی تھی، بھوکہ بدلتا تھا۔ ابھی تھا جبکہ میں میکس ل رہی تھی۔ بھائی قرض ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے اس ڈاکٹر سے جس سے انہوں نے قرض لیا تھا انہیں جیل میں ڈال دیا تھا۔ اب اس کے کارے میں میکس





## جنون خواہش

ملکہ گلجوندہ



وہ نے اپنا سامان لانے کے لئے کمرے میں سیٹ

کر لیا۔ اس کے سامان میں عجیب عجیب کی چیزیں تھیں

پہلے واقعات میری بہترین دوست چنا کی زندگی سے متعلق ہیں مگر اس سے پہلے میں اپنا اختلاف کرادوں۔  
میرا نام نکول عرف کھمبی ہے۔ ایک کھاتی بنتی معزز خلی سے ہے میرا ختن ہے، چند برس پہلے کسی کی دھم کے بعد میرا خاندان ٹوٹ چھوٹ گیا۔ پاپا نے دوسری شادی کر لی اور وہ نئی بیاہی کے گھر ہے، پاپا کی اس رومبری سے میرا چھوٹا بھائی علی بدلتہ راستہ ہو گیا اس نے لندن کی یونیورسٹی میں ایم بی بی ای اور چلا گیا۔ میری سوتیلی والدہ کا تعلق کسی اور شہر سے تھا۔ وہیں ان کا بھرا ہا میکہ تھا۔ وہ پاپا سے اپنے آبائی شہر میں مستقل بنیادوں پر

خونہاگ کہاں [195] فروری 2018ء

منٹ بعد ایک صاحب لکے دوڑ بولے۔ ”جی فرما ہے۔“  
آپ نے کس سے ملنا ہے؟  
ان کی باتیں سن کر میں گھبراہٹ میں بول پڑی۔  
”آپ کون ہیں؟“ میرا مطلب ہے میرا گھر ہے، میرا نام بشری ہے، میری والدہ۔۔۔۔۔“

”اچھا۔۔۔۔۔ میں سمجھا۔۔۔۔۔ بچی مگر میں نے آپ کی والدہ سے خرید لیا تھا۔ آپ کی والدہ کا بانی بہن کے پاس چلی گئی تھیں، آپ لوگوں کے ساتھ بہت برا ہوا تھا، مجھے بہت افسوس ہے۔ بشری جی آپ اتنے آجائیں، رات ہو رہی ہے کہیں جائیں گی اور آپ میں کہیں؟ اور اس وقت اب کی کہیں سے آ رہی ہیں؟“

سلطان من کی انفرادی سے پیشہ تھا۔ اتنے میں سلطان من کی والدہ میری دعوت سے ٹھکر گئی۔ ”آئی میں باہم آپ کا آپ کی نسل کے گھر چھوڑ چاہوں، ہمدلی کریں۔“ میں نے کہا کہ میں نے بزرگ سے کہا۔ ”جانب میں چلتی ہوں آپ کا شکر ہے کہ آپ نے میری والدہ کے متعلق بتایا۔“ اب میں چلتی ہوں۔

”بچی اس وقت میں، آپ کا اکیلے جانا ٹھیک نہیں، میری بات پر غور کریں، رات میں کڑا کر مرنے چلی جانا۔“ بزرگ۔۔۔۔۔ لے گیا۔

”اکھل آپ گھر نہ کریں، ایسی کوئی بات نہیں، دیے فلاں گئی میں میرے ایک رشتہ دار کا گھر ہے، میں وہیں چلی جاؤں گی۔“ میں نے اپنے لئے کئے بزرگ سے کہا اور ایک طرف کو قدم بڑھانے لگی تاکہ کچھ دور جا کر سلطان من کی آڑ میں چل سکوں۔ مینی سلطان کے ساتھ اپنی خالہ کے بیٹے کی بیوی سے ملنے کے بعد ایک گھر میں اتر گیا تھا، اس جگہ سلطان نے کہا۔ ”آئی میرا چھوٹا بھائی اور بیٹے کی طرح آئی آپ انھیں بند کر دیجئے گا، میں آپ کا آپ کی خالہ کے گھر چھوڑ دوں۔“ سلطان نے میرا ہاتھ منجھوٹی سے پکڑا اور میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تو مجھے لگا کہ میں وہاں سے اڑنے لگی ہوں۔ آخر تو میری دو بعد میرے قدم زمین پر رے، سلطان کی آواز سنائی دی۔ ”آئی آپ انھیں کھول

خونہاگ کہاں [194] فروری 2018ء



خوفناک کہانیاں 198 فروری 2018ء



میں نے بہت ساری طاقت، ذہانت حاصل کرنے کے لیے ایک کام کیا۔ وہ کام کیا ہے؟ میں نے خون یا انسانی خون بیٹھا، یہ لطف، نشہ ملانی کرنے والا ریخ کا مادہ اور لالہ ہے خون.....

بہت متعلق تھی کیونکہ اس کی کلاں ٹیلو مام جس کا شمار درمیانے درجے کے سٹوڈنٹ میں ہوتا تھا۔ کوئی خاص ڈیزائن نہ تھی مگر پریشان ہو کر شرم سے سر سے لے کر اس تک اس نے ہر کلاس میں پریشان حال کی۔ اب وہ F.A کے سال اول میں تھی اور امتحانوں میں اس نے خوب محنت کی۔ مگر کوئی نفع نہ تھا کہ وہ پیشہ کی طرح اس سال بھی فرسٹ آئے گی مگر.....؟ جب تھوٹا تو مام فرسٹ اور عمر نے پکڑنے پریشان ہو کر اس کی کلاں کے لیے لعنت پھیلائی اور حقیقت جاننا پتہ چلی کہ اصل Reason کیا ہے؟

خون کا کہنا یاں [201] فروری 2018ء

علوم کا ذخیرہ جمع کر رہی تھی مگر یہاں تک کہ وہ اپنی عمر بھی..... جب وہ اس قدر دھکیلاں حاصل کر چکی تھی تو اسے تھکاؤ کی پریشانی رہتا تھا۔ بے شمار دروس اس کی تابعدار کیں ان دروس کی تابعداری اس طرح قائم رہتی ہے کہ ہر ماہ چودھویں کے چاند کی روشنی میں ایک شخص اس چاند کی تابعدار کرتا ہوتا ہے وہ باندی ہے یہ چاند کرنی تھی مگر اس دن بھول گئی کیونکہ اس کا بھتیجا پکھ پتا تھا اور وہ اسے اپنے منتروں کے چکار سے ٹھک کرنا چاہتی تھی اس مصروفیت کے دوران وہ بھول گئی اور اس طرح چودھویں چاند کی رات کو زندگی اور جب وہ بھی گزر گیا تو اس کی نگاہ دروس آزاد ہو گئیں اور اس پر بیٹا رگڑی اور شاہوں سے اسے جلاؤ الا موت کی وجہ بظاہر نہیں کی لہجہ کیجی تھی.....

ساری کہانی سن کر میں دہک اٹھی اور غرور ہو گئی ایک ابھی تکلی سے تھک دھوئے کا دکھ مجھے بہت تھا اور لاکھ خدشہ کے باوجود میری آنکھوں سے آنسو نکل کر گرا گرا کر پر دھک پڑے۔ کچھ دیر بعد اور پاش کی آواز سنائی دی..... کتاب کی چوری معلوم ہو جانے کے بعد میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ ضد کی گئی نہ مانی.....

اور پاش کے آخری جیلے سے اتفاق کرتے ہوئے میں وہاں سے چلی آئی۔ اتنی پیاری دوست کی محبت ناک موت پر مجھے افسوس تھا۔ کاش وہ لطف پکڑوں میں نہ پڑتی اور میری طرح خوش و خرم زندگی گزارتی..... بھلا کس چیز کی کمی تھی اس دنیا کی محبت تو حاصل کی تھی وہاں جب انسان کے دماغ میں کی چیز کا محبت سوار ہو جائے تو وہ اپنا کام پائے پھیل جک پھیلا کر رہتا ہے۔ چاہے اس کا جانی نقصان ہی کیوں نہ ہو..... کاش کہ ہر انسان اگر اپنے ذہن میں ایسے کام کرنے کا محبت سوار کرے تو جب کتنا اچھا ہو۔

موت کا کوئی دکھ نہیں تھا میرے خیال میں اس کا مرقا میں ہی ہوتا تھا۔ وہ پوری طرح خود کو شیطانی پکڑوں میں پھنسا چکی تھی وہ ایک خطرناک بات ہو سکتی تھی تاہم میں نے اسے بے چین نہیں کر دیا کیونکہ اس کا اصل سبب کیا تھا۔ پکا خراسان سے بڑھ اٹھ گیا تھا کہ وہاں خون میں اس کے ہندو استاد پناش کا گھر محفوظ تھا میں نے فون پر رابطہ قائم کر کے اسے چنا کی موت سے آگاہ کیا تو جبراً وہ بولا.....

”میں اس کے انجام سے واقف تھا جبکہ میں نے اسے دیکھ کر کوشش کی تھی یہ ٹھیک ہے کہ میں کلام جانتا ہوں لیکن میں نے جو توڑ دی آگاہی بھی حاصل کی ہے وہ اپنے بھائی کی تدبیر سے آگاہی لیکن اس لڑکی کے خزانہ بھرا دیتے.....“

میں نصیحتات جاننے کے لیے بے چین تھی لہذا وقت لے کر اس کے پاس پہنچی گئی۔ اور پاش جیلے سے کالی متعلق شخص دکھائی دیتا تھا اس نے مجھے جو تفصیل بتائی وہ یہ تھی.....

”میں اپنا علم کسی کو سکھاتا نہیں لیکن آپ کی دوست چنانے بہت اصرار کر کے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ اگر علم کا ٹھکانا حصہ کسی لیکن سکھ ضرور دیں..... میں نے آدگی ظاہر کی تو وہ روز میرے پاس آئے لیکن اس نے کلا جا دیکھنے کے تمام اصول اپنانے کا یہی کہانی چپارہ بن گئی۔ ایک آدھ کر دیکھ ایک دن اس کے آنے کے وقت مجھے کسی ضروری کام سے باہر جانا پڑا اور اس نے میری عدم موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے گھر میں بے مندر سے وہ کتاب چرائی جو ہمارے آباؤ اجداد سنہا نے..... چاہے آ رہے تھے۔ کتاب مختلف کالے علم سے متعلق تھی مجھے کتاب کی چوری کا علم نہ ہوا مگر پاش نے میرے پاس آنا تک گدیا وہ کتاب کے ستروں کا چاب کرنے لگی جس سے اس کے اندر چند دھکیلاں اٹھیں جسے جو کہ بڑے چادر کو کو حاصل ہوئی ہیں لیکن اس نے میں نہ دیکھا اور بڑے بڑے چادر کوں کی رو میں قید کر کے ان سے

خون کا کہنا یاں [200] فروری 2018ء

”ہاں۔۔۔ ہاں پوچھو؟ نام نہان سے جواب دیا۔  
 ”نام نہان رسالہ بات یہ ہے کہ۔۔۔ وہ۔۔۔  
 میں۔۔۔“ سحر کو نہیں آدھی کی کہ وہ اس طرح بات کو  
 شروع کرے؟

نام نہان بولی تو اس کی آواز بھگی بھگی بھاری تھی۔  
 ”سحر تم جانتا جانتی ہو میری کاسیالی کی کیا وجہ  
 ہے؟ تو سنو میں نے بہت ساری حالات، ذہانت  
 حاصل کرنے کے لئے ایک کام کیا۔ ایسا کام جس سے  
 مجھے بہت ساری ذہانت کی اور پتہ ہے وہ کام کیا ہے؟  
 میں نے خون پیا انسانی خون ڈھنسا، پلطف، نشہ طاری  
 کرنے والا، سرخ گڑھا اور لہڑیہ خون، یہ کہہ کر نام  
 بڑی کھری کی تیرے خیر سحر مات سکرانے لگی۔

پھر بولی۔  
 ”اور ہاں اس کے کبھی سنو میں پریشانی حاصل  
 نہ کرنے کی صورت میں بہت پریشان بھی کیا چاک ایک  
 دن میری ملاقات ایک پنڈت سے ہوئی، میں پریشان تو  
 تھی ہی اور میرے چہرے سے پریشانی مٹاں گئی۔  
 پنڈت بولا۔ ”اگلے تو بہت پریشان ہی ہے، کارن کیا  
 ہے؟ بول دو فریض، ہو سکا تو میں تیری مدد ضرور کروں گا،  
 اٹھو کہہنا ہے کہ پریشان آدمی کی پریشانی دور کرو، اگر  
 تمہارے اس میں طاقت ہے تو۔“

پنڈت کی بات سن کر میں کچھ دیر سوچتی رہی کہ یہ  
 پنڈت کون تھا لگتا ہے، ہو سکتا ہے کہ میری پریشانی کا کوئی  
 عمل تیار سے لہذا میں بولی۔ ”رسالہ میں پریشانی میں  
 کڑو ہوا، جب رزلٹ لکھا ہے تو میری بڑی شرمندگی  
 ہوئی ہے، میں کوئی پریشانی نہیں لے پائی، میری خواہش  
 ہے کہ اوروں کی طرح میں بھی فرسٹ پوزیشن حاصل  
 کروں اور اس وجہ سے روز بہ روز میری پریشانی میں  
 اضافہ ہو رہا ہے۔“

میری بات سن کر پنڈت کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر  
 بولا۔ ”اگلے پریشان نہ ہو تمہارا کام ہو جائے گا۔ کل تو  
 ملاں چکے میرے پاس آنا، اب تو خوش ہو جیتی رہی اچھا  
 ہوئی ہو تو اپنے مقصد میں بالکل کامیاب ہو پائی۔“

میں دوسرے دن تانے ہوئے پتہ پر پہنچی۔  
 پانچ بجی گئی۔ پہلے تو پنڈت مجھے سمجھاتا رہا۔ پھر بولا۔  
 ”اگلے تجھے انسانی خون پینا ہے، گا، تیرا دماغ  
 کھلے گا، تیری ذہانت بڑھ جائے گی اور اس طرح تو اپنے

مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔“  
 پنڈت کی بات سن کر میں چونک پڑی میرے  
 چہرے پر پینہ نہ گیا۔ میں سحر مات میں بولی۔ ”پنڈت  
 جی، میں انسانی خون نہیں پینے لگاؤں گی یہ میرے من  
 کی بات نہیں۔ میں یہ بھی نہیں کر پاؤں گی آپ کے  
 مقصد سے کہ بہت بہت شکر ہے۔“

پنڈت سحر مات لگا اور بولا۔ ”اگلے چند دن کی  
 بات ہے، تو پریشان نہ ہو، انسانی خون کا انتظام میں  
 کروں گا، میں تو میرے پاس آئی رہا۔“

میں پنڈت کے پاس جا گئی۔ روزانہ  
 پنڈت مجھے انسانی خون پیناتا۔ شروع میں تو مجھے بہت  
 کراہت اور انکاری تھی مگر مرنے نہ کرنا کے تحت  
 میں یہ کروا کھونٹ پیتی رہی اور اس طرح میرا دماغ  
 کھلتا گیا یعنی میں نے پریشانی کے معاملے میں اپنا  
 مقصد پایا اور اب وہ پنڈت ایک نئے نئے کام  
 چلا گیا۔ جانے سے چند روز پہلے بولا۔ ”اگلے تیرا کام  
 ہوگا۔“

نام کی بات سن کر سحر پھڑکی ہو گئی۔ خوف، حیرت  
 اور ڈر کی تیز لہر اس کے سارے بدن میں پھیل گئی۔ پھر  
 جیسے ہی اسے ہوش آیا یہ کرسی سے اٹھی اور ہم سے کوئی  
 بات کہنے بغیر کچن میں سے باہر نکل گئی اور خود اپنا سحر کو  
 دیکھتی رہ گئی۔

”خون۔۔۔ خون۔۔۔ خون۔۔۔“ میں یہی لفظ  
 اس کے ذہن میں گونج رہی تھی، وہ کھر پٹی اور کھر کے  
 اندر داخل ہوئے ہی وہ اچانک گر پڑی اور ہوش سے  
 بیدار نہ ہوئی تھی۔

سحر کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے بڑے من لٹھی تھی اور اس  
 کا سر گردن اس کے والدہ والدہ پھونکی تھیں تیری اور اس کا  
 کون حسن بھی سو جوتھے۔ یہی کہ چہرے پر پریشانی کا  
 اظہار کر رہے تھے لیکن جو تیری سحر کی آنکھ کو سب  
 مطمئن ہو گئے لیکن حسن کے چہرے پر اطمینان جوں کی  
 توں وجود رکھتا۔ سمجھتے تھے کہ سحر سے یہ چاہا۔

”کیا تھا سحر؟ تم کیسے ہو ہوش ہو گئی تازہ کیا

تھا تھا؟ حسن بہت بے قرار تھی سے پوچھ رہا تھا جبکہ سحر کی  
 والدہ ذہانت اور والدہ علی مٹان کر بے پروا تھے۔  
 سحر کی والدہ ان کو سن کر ہنسے کہ علاوہ سحر کا بھتیجی  
 تھا۔ دونوں اس میں بہت پیار کر لیتے تھے۔ حسن کچن  
 کے سلے میں سہیل رہتا تھا وہ BSC کر رہا تھا۔

سحر نے حسن کی اطمینان بھانپتے ہوئے خود کو ہارل  
 پڑ کر کہا اور بتایا۔ ”مکھن میں ہوا میں پوچھی جلتے پتھر کا  
 تو پڑی لگتا ہے ہو کہ زیادہ لگ بھگ تھی تھی“ جبکہ کہنے  
 لگا۔ ”میں بہت لاپرواہ اور اپنا خیال رکھا کرو۔“

حسن کی بات سے سحر نے بے پروا کیا۔ ”آج دھوا ہوا  
 خیال رکھے گی اس کے بعد میری نے جلدی سے اس  
 کے لئے سب کا جوں سکھایا اور تاکہ کی کہ سارا پیٹا ہے  
 شیر کی سحر سے کچن کا سال بھونگی گی۔“

رات کے تقریباً پانچ بجے سحر کے کمرے سے  
 ابھی ایک سب سے لوگ اٹھ کھڑے تھے سحر کے والد ایک  
 ٹیکسٹائل مل کے اڈر تھے جبکہ اس کے والدہ نے شہر کے  
 ایک مشہور ہوٹل کو کھولنا تھا جسے انہوں نے اپنی  
 ذاتی محنت سے بہت اچھا بنایا تھا۔

حسن BSC کے سلے میں اپنے چھاپی مٹان  
 کے کمرے میں تھا وہاں والدے کی علی مٹان حسن کو اپنے  
 کاروبار میں شریک کرنا چاہتے تھے کیونکہ حسن کے  
 والد کا بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا تو حسن کے دادا کی  
 دولت میں حسن کے والدہ اور علی مٹان کی وراثت  
 تھی یہی دودھائی تھی حسن کی والدہ علی مٹان کی بہت  
 عزت کرتی تھیں۔ دونوں گھروں کی رضامندی سے  
 حسن کے والد کی دولت کو حسن کے نام کر دیا گیا تھے

بعد میں حسن نے چچا کے کاروبار میں لگا پانچ علی مٹان  
 نے اس سے کچھ کچھ پوری ایک عمارت سے استعمال کیا اور  
 50 لاکھ کا حسن کو ایک بنایا حسن اور سحر کی علی  
 بدوں کی مرضی سے ہو گئی مگر بعد میں دونوں کی  
 پندش مل ہو گئی۔ علی مٹان کی دو بیٹیاں تھیں سحر اور  
 شائینہ شبنم پیار سے شیری کہتے تھے۔  
 ہوش میں آنے کے بعد سے ہم لی باتوں پر سحر

مورروری کی۔ کیا واقعی نام نے خون پی کر سب بد  
مائل کر لیا؟ ہم اپنی کئی تو نہیں؟ کیا یہ اس نے  
ایسا کیا؟ ”سمر بیسج کر دو بارہ سے خوفزدہ ہوئی کہ  
نام نے انسانی خون پیا ہے۔ اپنا دھیان پٹانے کے  
لئے اس نے دی آن کر دیا جہاں پر اس کا پسند یہ  
پرگرام چل رہا تھا۔ سولہوی اس کا ذہن بٹ گیا پھر  
TV دیکھتے دیکھتے وہ تیندک وادیاں میں مگ ہوئی اور  
گہری نیند سو گئی۔“

سحر ایک ہفتہ تک کالج نہ گئی پھر ہفتہ کے بعد  
گرمیوں کی چٹیاں ہو گئیں، 3 ماہ کی عمر عمل طور پر  
نام کے داڑھے کو بھول گئی اور میرا دیوانہ پوڈیشن حاصل  
کرنے کے لئے کھت کر گئی۔

”ایک خواہشورت شام میں لان میں حسن اور سحر  
کے ساتھ شیری بھی بیٹھی تھی لیکن لکڑاؤ دکیل رہے  
تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد شیری اٹھ کر اندر چلی گئی اسنے  
میں سحر کی والدہ اور والدہ کی آگے لگتا تھا کہیں جانے کی  
تیار ہی تھی؟

سحر سے اس کی والدہ نے کہا۔ ”تم اور حسن بھی  
چلو، آج عمران کے ہاں پارٹی ہے“ سحر نے انکار  
کر دیا کہ اسے ایسی پارٹیاں ہو کر تھی ہیں تو وہ دونوں  
بیٹے ہوئے چلے گئے جبکہ حسن مسکرا کر سدھ کی طرف  
دیکھنے لگا۔

سحر نے اس سے پوچھا۔ ”کیوں ہی آپ کے  
چہرے پر مسکراہٹ کیوں؟ تو حسن نے جواب دیا۔  
”سحر میری وجہ سے نہیں گئیں؟“ سحر پہلے تو ہنس  
پڑی پھر بولی۔

”تاب کہ خوش تھی کب سے لائق ہو گئی؟ مجھے  
اسے کیوں کہ سحر ضروری تو ہنس چکا ہے ہیں اس لئے  
نہیں گئی؟ یہ کہ سحر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔  
حسن نے ہمدلی سے کہا۔ ”بھئی“ تو سحر میں  
گراں رہ گئی۔  
اسکا شیری کی بیٹی خانجی دی تو سحر دھواں ہو کر  
شیری کے کمرے میں گئی۔ دیکھا تو شیری کی کھائی سے

خون بہہ رہا تھا۔ سحر نے جلدی سے پوچھا۔  
”چٹ گئی؟“ تو شیری نے کالج کے شوپن کی طرف  
اشارہ کیا۔ ”ایک نازک خوب صورت سا شوپن کا  
گی تو وہ میرے کمرے میں گرائی اور شوپن سے وہ گر پڑی اور  
شوپن ٹوٹ گیا اور شیشہ اس کی کھائی میں چھ گیا۔“  
شیری کی طرح رورہی تھی۔

سحر نے ہمدلی سے فرسٹ ایڈ باکس لا کر اس کی  
بینڈج کر دی اور اسے نیند کی ٹیبلٹ دیدی ہمدلی شیری  
سوی گئی بینڈج کے بعد سحر نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا  
تو کچھ دیر کی تک شیری کی بینڈج کرتے وقت خون  
اس کے ہاتھ پر لگ گیا تھا۔

”خون..... انسانی خون..... لہذا یہ خون“ زورہ کر  
یہی جھلنڈ پڑا، ایک ہما کہ وہ، نام کی انگارہ وہ کہیں  
اور ہماری آواز سحر کے ذہن میں گونجی۔ ”میرا تازہ لفظ  
سحر کے ذہن میں گونجے گئے۔ سحر جلدی سے اسچ ہاتھ  
روم میں ہاتھ دھوئے کے لئے بھاگی۔ ہاتھ رویم میں  
جا کر وہ ڈک گئی۔ سامنے آئیے میں سحر کا کھس نظر آ رہا  
تھا۔ سحر ہار اپنے کھس کو دیکھ رہی تھی کہ اس کا دھیان  
نام کے جھلنڈ پر تھا۔

”خون..... خون..... لہذا یہ خون..... جس سے  
میرا دماغ چل رہا تھا مجھے بہت سی طاقتیں حاصل ہوئیں  
اور میں نے سب کچھ پایا۔“  
سحر نے یہ خیالی سحر نے اپنی اپنی ایک کونہ میں ڈالا  
جہاں شیری کا خون لگا تھا۔

”اف! ایک بھی جیو ہوا اور مجھ سا ڈک نہ تھا، سحر کو  
ابائی آئے گی۔“

”خون..... خریہ خون..... جس نے مجھے بہت سی  
طاقت دی، میں خون انسانی خون“  
سحر نے ایک دھبہ پھر نام کی باتوں کو یاد کیا اور  
بے اختیار اٹھیں کونہ میں ڈالا علی دھبہ تو اسے کچھ  
برا لگا کر جوں اس نے ساری انگلیوں کو ایک ایک  
کر کے چسوا تو اسے بہت اچھا محسوس ہوا پھر جانے لیا

ہوا سحر پر اپنی ہی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے اپنے  
دونوں ہاتھوں کو بری طرح چاٹ ڈالا پھر وہ ایک جھٹکے  
سے ہاتھ رویم کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔  
شیری کی بیڈ نینڈج کی گولیوں کی وجہ سے ہے  
سحر سو رہی تھی۔ سحر ابجس سے اس کی طرف بولی۔  
”کچھ دیر وہ شیری کی دیکھتی رہی پھر بیٹے سے اس کی  
بینڈج کھولی۔ بینڈج کھلنے کی وجہ سے کونڈم کا پتہ کا  
راستہ لگا گیا۔ آہستہ آہستہ خون پھر جاری ہو گیا۔ سحر نے  
دواؤں کی طرح شیری کے ٹم پر سونڈ کیا۔ یہ شیری  
ایک سب سے سحر میں اس بات سے ہے کہ خبر کتنا  
ہولناک واقعہ اس کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ بعد سحر  
لے اپنا چہرہ چھپے کر لیا اس کے ہونٹ سرخ سے خون  
سے مسکرا رہی تھی انتہائی پر اسرار طریقے سے جیسے اس  
نے بہت بڑا کام کر دیا ہو پھر اس نے شیری کی بینڈج  
کر دی اور ہاتھ رویم میں جا کر ہاتھ دھوئے ایک  
ایمپیان ساں پر طاری تھا۔

حسن اس سارے واقعے سے بے خبر تھا اور وہیں  
لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا سحر اس کے پاس آ کر بیٹھ  
گئی کھانے اس کے ذہن میں کیا اسانی کہ اس نے حسن کو  
کہا۔ ”میرے ساتھ راکٹ چلو۔“ حسن نے  
پوچھا۔ ”کچھ لینا ہے کیا؟“  
سحر واصل مسلم پر اس اور ملی بیٹھی کی شوپن تھی  
لہذا اس نے حسن سے کہا۔ ”کچھ ضروری کتابیں لیں  
ہیں۔“ حسن تو تیار ہو کر کئی برہات مانا تھا اس وقت  
وہ اس کے ساتھ چل پڑا۔

رات سے 12 بجے تھے سحر کی والدہ اور والدہ  
پارٹی سے واپس آ چکے تھے جب شیری اٹھ کا پتہ چلا تو  
وہ بہت پریشان ہوئے جبکہ حسن پر تحرت کا دورہ پڑا  
کیونکہ اس تو پتہ ہی نہیں چلا کہ یہ کیسے ہوئے اس نے سحر  
سے پوچھا تو سحر نے معذرت کے ساتھ سحر کچھ بتا دیا۔  
حسن سحر سے کافی بدلہ لو کر وہ اسے کچھ نہیں سمجھ  
سحر کو اس کی ناراضگی کا پتہ چلا گیا۔ تو سحر نے بتایا کہ میں  
تہمارے پریشانی کی وجہ سے نہیں بتا سکی۔

سحر حاشی سے اٹھ کر دھواں گئی۔ دن بھر  
اور برہات کے سوا کوئی بہرہ کم اس لئے کے بارے  
خونڈ کا کہاں

خونڈ کا کہاں [205] فروری 2018ء

والدہ بہت پریشان تھیں کیونکہ شیری چوٹ  
لگنے سے بہت کدورتی لگ رہی تھی اس کی اس کا چہرہ زور  
ہو گیا تھا جبکہ سحر پاس کھڑی تھی اصل حقیقت کا تو  
صرف اسے علم تھا۔

پھر وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور کتابیں دیکھنے  
لگ گئی یہ ملی بیٹھی اور علم سحر یوم کی بہت شاندار  
کتابیں گھس کر بے مدعا خور کیا لیں آہستہ آہستہ  
وہ سب سے چپ کر اپنی پینس کر لیتی رہی۔  
نام کی ہاتھ یاد آئیں تو سحر چٹ پڑتی اس  
کے ذہن میں تھا کہ کاش مجھے بھی کوئی پنڈت مل جائے  
جو کہ انسانی خون میرا کسے اور پھر اس تک وہ میں وہ  
ایک دن چپ چپا کر ایک مندر میں جا چکی یہ مندر شہر  
سے باہر تھا جہاں کہ ہندوؤں کی آبادی تھی سحر نے  
دن نام کی کئی کئی ہولی ساری نام جو ان پنڈت کو  
بتا دی اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

پنڈت نے سحر کو گھاس کا چیلر آدھی تھا ساری  
ہاتھ سننے کے بعد اس نے فوراً سے جینٹر سارے  
اعزاز سے لگائے اس کی آنکھوں میں تیرسم کی چمک ہو کر  
گرائی اور اب زہر پڑا سکرانے لگا۔ کچھ وقت کے بعد  
یو لاء۔ ”تہماری بیٹی تم سے کچھ باتیں چھائی اس نے  
آدھی بات چیتیں بتائی، واصل انسانی خون چتا خور  
کرنے سے پہلے کی کھلتیوں کا ایک چاٹ کر پڑا ہے  
اور یہ چاٹ رات میں دھوئے گا ہوتا ہے یہ چاٹ پڑا ہے  
رات کرنا لازمی ہے اس کے بغیر انہیں ہوتا کیونکہ  
چاٹ کی کالی کھلتاں ہی ذہن کی سحر کی کھلتی ہیں اور  
آدی ذہن ہوا چاٹا ہے۔ جنہیں فکر کرنے کی ضرورت  
نہیں چاٹ چاٹ ہونے کے چند دن تک انسانی خون کا  
انتقام میں کر دیا کہوں گا اور تم اسے شخصوں کا مہم  
ہو جاؤ گی۔ اگر تم مجھ کو اور ضروری ہو تو کئی رات، میں  
بیٹے آ جانا میں تمہارا ہتھاروں گا کیونکہ یہ چاٹ میری  
گرائی میں میرے پاس کرنا ہوگا۔“

سحر حاشی سے اٹھ کر دھواں گئی۔ دن بھر  
اور برہات کے سوا کوئی بہرہ کم اس لئے کے بارے

خونڈ کا کہاں [205] فروری 2018ء



میں سوچتی رہی چونکہ اس کے دل و دماغ میں زمین بنے اور دماغ کے تیز ہونے کا بھوت سوار ہو چکا تھا اس نے اہل فیصلہ کر لیا دوسرے دن کی رات وہیں پہنچ کر اس کے پاس جا بے گا۔ اس کا دل و دماغ مطمئن ہو چکا تھا وہ ستر پر لیٹ کر اور پر سکون تیز سوئی۔

دوسرے دن کے بعد رات وہیں پہنچے وہ اپنے مگر والوں سے کسی تکلی کا بیان نہ بنا کر چندتے کے پاس پہنچ گئی۔ اسے دیکھ کر جہان چندتے سرکار نے چندتے کے اسے ایک کروڑ سا شرب پانی پھر ایک چمک بھار کچھ جنسنسٹر کے عجیب الفاظ مانے اور عرض کی ایک طرف بڑھ کر وہ الفاظ نہ سمجھی۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ سر پر فوٹو کی عادی ہونے لگی اور پھر وہ ایک فرش پر چڑھ کر دنیا دانیہا سے بے خبر ہو گئی اور جب اسے ہوا آئی اس نے اپنے اندر ایک عجیب کی جتنی محسوس کی اور پھر فوراً کرنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ اپنی عزت کھواں ہو چکی تھی۔ وہ مسک پڑی اور اس کو اس کی آنکھوں سے رواں ہو گئے۔ اس نے وہاں چند کرچہ کچھ پنڈت کا انتظار کیا مگر پنڈت نہ آیا۔

اس کو یہ بات ہوئی وہ اپنے گھر واپس آ گئی اس فیصلے کے ساتھ کہ وہ دوبارہ پنڈت کے پاس نہیں جائے گی۔

حسن دوسرے شہر اپنی والدہ سے ملے جا گیا۔ بحر حسب معمول اپنی اپنی طبیعت کی مشقیں کر رہی تھی سرسبزیم کا علم اس نے بہت پہلے خود اپنی کتابت شروع کیا تھا مگر پھر چھوڑ دیا۔ اس والدہ محترمہ علم سرسبزیم بہت جلدی تک لیا۔ وہ ٹیلی وژن پر مہمان دوسرے عوامی اسٹاک اس کے شہر سے پہنچنے لگی تھی۔ بھراس کو یہاں کی شدت محسوس ہوئی اس نے جلدی سے پانی پیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو جلدی سے کمرے سے باہر چلی اس وقت کمرہ میں صرف وہی شیر کی اپنے اسکول کی ہوئی تھی اور والدہ اس کے اپنے کالوں پر دوہو رہی تھی۔ وہاں ہی اس وقت اس کے چلنے کی سائے تک پارک میں پہنچے

کرکٹ کھیل رہے تھے ایک بچے نے چمکا کر اور گیند اڑائی ہوئی کمرے کے پاس آ کر لی گیند لینے بانی بچوں نے ایک چھوٹے سے بچے کو بھیجا۔ کچھ دیر بعد وہ بچہ کمرے کے پاس پہنچا تھا۔

”اوتی ہے گیند سداں“ بچے نے کمرے کا ہاتھ میں پکڑی لینی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

کمرے کے ذہن میں یکدم بچاس کی طلب بڑھ گئی۔ اس نے صحت مند سے بچے کو دیکھا مگر نہ لینے چمت پر سے بچوں کے پاس پھینک دی۔ بچے نے پارک کی طرف اور بچے کو کھاتے ہی پیار سے دیکھنے لگی مگر پھر نے کہا: ”آؤ میرے ساتھ بہت ساری چاکلیٹ ہیں تم بہت پیار سے ہو میں تمہیں چاکلیٹ دیتی ہوں۔“

وہ چھوٹے لڑکے میں آ گیا مگر اسے اپنے کمرے میں لے کر آئی اس نے بچے کو ایک کرسی پر بٹھار دیا اور اپنی الاری کھولی الاری سے کھال کر بچے کو چاکلیٹ دی۔

جو بھی چاہنے لگا وہ بول پڑی۔ ”تو قسم بیٹھ کر کھا لو ورنہ دوسرے بچے تم سے لے لیں گے۔“ بچہ اپنی خوشی رانی ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ کر چاکلیٹ کھانے لگا۔

حمر نے چپ پر اپنا سرسبزیم کا علم آزمائے کا سوچا۔ وہ دل ہی دل میں بچے کو دیکھ کر اسے تعجب کرنے لگی اور بچے کے دماغ میں پہنچ کر اسے چاہتے ہو گئی۔ (مثنیٰ جتنی قسم علم سے ملتی تھی کرتے دھاکسی بھی شخص کے دماغ میں جا کر اس سے اپنی مرضی کا کام کر دیتا ہے)۔

ابھرا کمرہ کو خوشی کا چمکا کر دیکھ وہ بچے کے ذہن میں پہنچ چکی تھی اس نے بچے کو چاہت دی۔ ”تم چاکلیٹ کھا کر سو جاؤ گے تم سو جاؤ گے اور دعا تمہیں سوتے رہو گے یہ میرا حکم ہے اب تو کیا تم میرا حکم مانو گے؟“

بچے کے ذہن سے آواز آئی۔ ”ہاں میں تمہارا حکم مانوں گا۔“ کچھ دیر بعد وہ بچہ پڑے پڑے خزانے لے رہا

تھا جبکہ کمرہ میں کامیابی پر بہت خوش تھی۔ اس نے جلدی سے اپنی خوشی طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔

حمر نے بچے کے کمرے کے اوپر ہی حصہ کے موٹی رنگ میں پارک سوار کر کے بازوؤں کی طرف سے دھانے لگی تو وہاں سے خون ابل مچلنے لگا مگر نہ دھانے پانی سے اس پر اپنا نہ دھکا دیا نہ پانچ منٹ تک وہ وہی جتنی خون چوٹی رہی پھر وہ سیدی ہو کر بیٹھ گئی اس وقت وہ مطمئن رہی مگر یہاں سے جہاں سوار تھا وہاں کوئی مرہم سالگی جس کی وجہ سے خون غوری ہو گیا۔

حمر نے سوتے ہوئے بچے کے ذہن میں پھلاگ لگائی اور اسے صدمہ دیا۔ ”یہاں سے جا کر وہی سے میرا ایک بیٹا کا ذکر نہیں کرے گا۔“

آدھا گھنٹہ پھر وہاں نے 5 منٹ دے دیے لہذا حمر آرام سے بیٹھ رہی۔ کچھ دیر بعد کچھ الفاظ اور کمرے سے باہر کھل گیا حمر نے کمرے کے دیکھا تو بچہ باہر جا کر بانی بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ مطمئن ہو گئی۔

حمر کی دوسرے بچوں پر ایسا عمل کر کے ان کے خون سے اپنی بانی بچائی رہی ان میں سے کئی تو موت کے سن میں جا چکے تھے۔ ان بچوں کے والدین اور دھوکہ چپ کر گئے، کچھ نہ تو فیر ہونے مگر سب جلی جلی کر کے ایک ایسی یاد ان کا حمر نے ایک بچے پر عمل کر کے اس کا خون پیا جو وہی وہاں بیٹھائی کھل سے فارغ ہوئی تو ایک جھماکے سا ہوا مگر کچھ ترانگی سے سامنے دھڑکی اس کے سامنے عجیب و غریب سیاہ داخل اور سرخ آنکھوں والا شخص کھڑا تھا حمر بہت خوفزدہ ہوئی وہ بچے کے لگا۔ پھر وہ بولا تو اس کی آواز بہت گھبراہٹ اور جھنجھکی ہوئی تھی۔

”تو نے میرے گرد پنڈت کو خوش کیا، گرد کچھ ہر روز دیا کرتا ہے، گرد نے تجھے جو چاہا کیا لیا اس چاہ کا میں ہوں، تو وقت سے پہلے بھاگ آئی ورنہ تو بہت زیادہ کھنٹی شالی ہو جاتی، گرد نے ہی تجھے تیری مدد کے لئے بھیجا ہے تو نے گرد کو خوش کیا تو مجھے خوش کیا آج میں

تجھے ایسی کھنٹی دوں گا کہ تو حیران رہ جائے گی ابھرا میرے سامنے۔“

حمر کی ایک اعجاز میں اٹھ کر اس کردہ صورت آدمی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ بولا۔

”میری آنکھوں میں دیکھ۔“ حمر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کی آنکھوں سے زرد قسم کی تیز روشنی نکل چکی جو کمرے کی آنکھوں میں جذب ہو گئی۔ پھر وہ غصہ بولا۔

”اب تو غائب بھی ہو سکتی ہے ہر کسی کو اپنا مطلع بھانسنے سے ابورہاں اس کے علاوہ جو چاہے بھانسنے سے مگر ایک بات ابھرا کے ایک اور سچے لوگوں سے پنی رہتا۔“ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔

حمر نے اس کے جانے کے بعد اپنی طاقت آزمائے کا سوچا اور دل میں خیال کیا کہ جھوت پر پہنچ جائے۔ کچھ کچھ کھانا کھوا دیا کچھ دیر بعد وہ جھوت پر کھڑی ہو گئی۔

اب حمر کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئیں جبکہ حمر کے گھر والے اس کی تنہائی اور کم کوئی سے پریشان تھے۔ حمر کی والدہ نے کئی مرتبہ حمر سے پوچھنے کی کوشش کی مگر ان کی بھانسنے کیں حمر کو کچھ نہ بھانسنے کی بہت نہ تھی۔ حسن بہت پریشان تھا کہ آخر ہر اہم کیا ہے؟ حمر کے ساتھ کچھ کچھ گھبراہٹ کے ساتھ پیلے کی طرح فتنی ہوئی اور نہ ہی اس سے کسی قسم کی گھبراہٹ اور پیار و محبت کی بات کرتی تھی۔

کچھ دیر بعد سب نے قدرتی طاقتوں کا حسن دیکھنے کے لئے گھومنے پھرنے کا پروگرام بنایا مگر کچھ ناچار راضی ہو پڑا۔ جس جگہ سب سے پہلے وہ گئے وہ بھاری طاقت تھا۔ یہاں ایک اچھا سا ہوٹل ان کا مسکن ٹھہرا۔

رات کا وقت چاہتا تھا کچھ چھوڑنا ہی درمیان میں رات تھی۔ حمر کو ٹھنڈت سے خون کی طلب ہو رہی تھی کچھ دیر بعد وہ ایک باہر ہوئی اور ہوٹل کے پیچھے کھڑے سے باہر چل پڑی۔ آس پاس کچھ نہیں رہا تھا کہ اچھا کچھ

اسے ایک سایہ نظر آیا وہ کسی دوسرے کا تھا جو اپنی صحن میں گمن چلا جا رہا تھا۔ مثل سے وہ قتای علاقے کا رہنے والا لاکھ تھا۔ سرکاری آسمانوں میں چمک بڑھنے کی وہ بیٹے کی سی پھرتی سے لڑے کے کی طرف دزدی اور اس پر چل پڑی۔ چند گھنٹوں میں وہ اس موصوفہ کے کا خون لپی چکی کسی اور اس کی لاش کو بری طرح اور جڑ بٹکی تھی۔

”کیا پھر سے علاقے میں درشت بھیل چلی گئی۔“  
 کچھ کہتے نہیں اس واقعہ کا خریکا معاملہ ہے اس کے بعد کے بعد دیگرے اس طرح اس اور بھی کی کیس ہوتے سرکاری والدہ عمر کی براسرار حالات کا بڑی ناشی سے جائزہ دے رہی تھیں وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئیں اور دایکی کی خبر کرتے نہیں.....

گھر داییں آ کر عمر نے اطمینان کی سانس لی رات کے وقت عمر کے کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی تو عمر نے کہا ”کما کر“  
 حسن انداز اور بولا۔ ”بیٹو“  
 ”ہائے“ عمر نے مختصر جواب دیا۔  
 ”کیا ہوا ہے؟“  
 ”Nothing“ عمر بول۔  
 ”عمر ایک بات پوچھوں؟“ حسن نے کہا۔

”بولو۔“  
 ”تم مجھ سے کچھ بھی سچی رہنے کی بے بندہ ناچیز سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے؟“  
 ”نہیں“ عمر بول اور اٹھ کر باہر چلی گئی۔  
 دماغ کتن سے ایسی عمر نے زیادہ دیکھیں

نبی جی جی کہ اس کی فونی پاس جس سے صحت مند جسم کو دیکر کچل اٹھتی تھی اور عمر اپنے گھر والوں پر دایکی کرکشی کی جگہ کتن سے دیر بہت تھوڑی تھی۔  
 اگلی رات کو عمر نے ایک مختلف بلان بنایا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر غائب ہو گئی۔ اب وہ شہر کے مشہور پارک میں لڑکی کی یہاں کچھ مرد لوگوں کو دیکھتی رہی پھر اس کی تھر ایک تارک کر گئے میں ٹیٹھی ایک نوجوان لڑکی پر پڑی لڑکی بہت داس پریشان آ رہی تھی عمر

نے اس پر غور کیا اور دلیلی چھی کا علم استعمال کیا۔ اب وہ اس لڑکی کے دماغ کو پڑھ رہی تھی۔ وہ لڑکی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اپنی غربت سے نکلنے کے لئے اس نے ایک ایمر لڑکے سے عہد کی۔ مگر سطل میں وہی لڑکی پائی تھی اس کی عمر کا وزن پڑھ رہی تھی عمر نے اس لڑکی کو دیکر سوچا۔

”چند عرصہ پر پیشان ہوئی ہوا بھی جہیں زندگی سے کتنی فلاںوں کی“ گھر وہ اس لڑکی کی طرف بڑی اور مسکرا کر اسے دیکھنے کی اور بڑے دوستانہ اعمال میں اس سے بھوری کی باتیں کرنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ آسمانوں سے اس لڑکی کو اپنا مطلع بڑھاتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکی مکمل طور پر عمر کے داس میں عمر نے اسے دایں سے اٹھ کر اپنے پیچھے آنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک دیر تک پر موجود تھیں۔ یہاں دیکھتے ہی عمر کی دماغ نے اس کی آواز لائی کوئی لڑکی پر ہلکا پڑی سب سے پہلے تو عمر نے اس کی گردن میں دانت مضمیوے اور اس کا خون یا پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔

اب وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ خون اس کے آسمانوں اور چہرے پر لگا ہوا تھا۔ ایسا کبھی سے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہو کر عمر کو دیکھ چکا تھا کہ اس کی والدہ ہیں لہذا وہ ہم دم میں جس کسی اس کی والدہ کمرے میں آ گئیں اور بولیں۔ ”عمر بیٹا کب سے آواز دے رہی داس پر آ ہار آ نہما رہے پایا ہار ہے ہیں۔“ مجبور داسے بولانا پڑا۔ ”آ رہی ہوں“

اس کی والدہ جیسے چمک پڑیں کچھ عمر کی آواز سے عجیب درشت اور اعلیٰ آواز کا مظاہرہ ہوا تھا وہ فوراً بولیں ”تم تو آؤ مجھے کچھ کہنا ہے۔“  
 عمر جلدی سے تھوڑے دھوکہ پر باہر نکل چہرے پہلے دایلی زندگی کے کچھ اثرات اس کے چہرے پر پائی تھے وہ ہمارا کرکشی کی فونی پر ہی والدہ سے عمر کا تہذیب لہا تو وہ چمک پڑیں کچھ عمر کی کھن پر اور بازو پر ہلکے ہلکے خون کے دھبے تھے۔ ”کیا ہوا عمر بیٹا؟ کیا کوئی چٹ

لگ گئی ہے؟“ انہوں نے دھوپ کی طرف اشارہ کیا جبکہ عمر نے کوئی جواب نہ دیا بس ایک سرری نظر اپنی والدہ پر ڈالی۔

اس کی والدہ تو جیسے اندر نکرتی گئیں کچھ عمر کی آپ بھینس سرخ تھیں، لہذا وہ عمر سے نظریں چراتی ہوئی باہر نکلیں۔

عمر کی والدہ نے کل عجیب سی کیفیت میں جلا تھیں۔ عمر کی والدہ سے کچھ وقت میں ہی کچھ میں کچھ عمر نے کسی سے بات کرنا تو رتا رہا مگر چھوڑ دیا تھا اور یہ بات بھی انہوں نے مسلسل ٹوٹ کی تھی کہ وہ کھانے کو دیکر بہت برا منہ بناتی ہے اور ذرا سا چمک کر وہ اٹھ جاتی ہے اس حساب سے اس نے مسلسل دو ہفتوں سے کچھ نہیں کھانا تھا۔ یہ باتیں انہوں نے اپنے شوہر سے زکس کی تھیں۔ ”گھر وہ بڑے پرکاشیہ؟“

”یہ سن کر عمر کے والدہ سن بڑے پرکاشیہ۔“  
 ”آج کے باڈرن دور میں یہ قہیم باتیں ابھی نہیں لگتیں۔“ عمر بیگم نے کہا۔ ”نکل وہ گھر پر قرآن خوانی کیس کیس کی۔“

آج گھر میں قرآن مجید کا قسم تھا عمر نے طبیعت کی خرابی کا مظاہرہ کیا عمر کی والدہ اور والدہ کمرے پر تھی بہت سارے لوگ دھوکے سے عمر اپنے کمرے میں بند ہو گئی اسے آج عجیب گھبراہٹ اور بے چینی تھیں بھوری کی عمر کی باتیں لڑکی محسوس کر رہی تھیں وہ بہتر پر لگتی۔

تقریب کے لئے لان کا انتحاب کیا گیا تھا اور لان عمر کے کمرے کے باہر نزدیک قاضی کا ایک بیٹ ہوا۔ شہر کے مشہور قاضی صاحب آئے اور عطا دین قرآن شروع کی۔ ادھر عمر کی حالت بڑا شرمندہ ہو گئی اس تمام عرصے میں نماز، قرآن، روزہ جی کہ عمر کی کا کام وہ بھول گئی تھی عداوت قسم قسم نے لے کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا ادھر عمر کی فونی پاس پڑھنا شروع ہوئی پھر سے چاروں سے اس نے کسی کو اپنا فکھ نہیں بنانا تھا۔ آج تک وہ بہت کامیابی سے اپنا کام کر رہی تھی کسی کو

خون کا کماناں [209] فروری 2018ء

اس پر فورا ہر ایک ملک نہ ہوا تھا۔  
 ”مگر“ عمر نے کہا بلکہ عمر نے ایک نیا نیا کو

ایک نیا نیا کو اور گلے سے کھینچا کی گیارہ کی موصوں کا خون پینے والی۔ کسی نے گناہ نہ کیا تھا وہ پینے سے کر کے والی عمر کا دل شرمندہ ہو چکا تھا وہ پینے سے کر کے خرابے کی گون گنا تھا کہ درشت، گھبراہٹ اور بے چینی کا اس پر دور پڑ گیا ہے۔

ایسا کب اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی انداز سے دایلی اس کی پھونکی مین شیری کی جو سارہ قاضی سے ملتے سے درپنہ ڈاڑھے اس کے پاس پوچھنے آئی تھی کہ وہ بے چینی نہیں آ رہی؟

عمر نے شیری کو کھانسا اس وقت صرف اس پرانی فونی پاس بھانے کی دین سوار تھی جبکہ شیری عمر کی حالت کو دیکر کچھ کچھ بے چینی کی طرح بیٹھی جبکہ شیری کے سننے سے مارے خوف کے ایک کھل کھلی عمر کی آگئیں سرخ انگارہ ہو گئی تھیں پھر سے عمر کی دردی کے آ جا رہے تھے۔ ”فکھار آگیا“ وہ بولی تو یوں لگا جیسے کوئی دندہ ہوگا دندہ دھڑکا دھڑکا۔ جوینی وہ شیری پر چھینے کی شیری پیچھے کی طرف بھاگی فکھار کو تھامے سے نکلا دیکر وہ ابھی ہوئی۔ اس نے بھاگی ہوئی شیری پر تھام کا وارن کیا مگر شیری اس وقت تک دروازے سے باہر نکلی چکی تھی وہ دندہ دندہ ہو گیا۔

قرآن مجید پڑھنے کی آواز دائرہ بھوری تھی عمر کے کالوں میں جوینی آواز آئی تو وہ خون کی کیفیت میں ہو کر گھر پڑی اور ہاتھیں کی۔ اس نے غائب ہونے کا سوچا مگر وہ غائب نہ ہو گئی تھی وہ اپنے کسی کمرے سے قید ہو گئی تھی۔ وہ کالوں پر اپنے تھوڑے کچھ کر دے سے چینی۔

دوسری طرف شیری نے اپنی والدہ اور والدہ کو ساری موصوں متالی۔ دونوں بھانے ہوئے عمر کے کمرے کی طرف آئے تھیں ایک عجیب غریب عمر کی جگہ لائن کر سکتے ہیں آگئے۔ عمر کے والد نے جیڑی کو

خون کا کماناں [209] فروری 2018ء

پڑھتے پڑھتے شاہ صاحب نے ہاتھ ہوا میں بند  
 کیا تو بے کسی موٹی موٹی زنجیریں ان کے ہاتھ میں  
 آگئیں۔ ان زنجیروں پر شاہ صاحب نے دم کر دیا کچھ  
 دیر حیدر کو بھی کڑی درد کرتے رہے پھر زنجیروں پر  
 چوبیس کروڑ آئے پڑے پھر کڑی درد زنجیروں پر  
 اجمال دس ہوا میں زنجیریں بید کی ہوئیں جیسے کڑی  
 ناپید ہو جوتے ان کو پکڑ لیا ہو پھر ان زنجیروں نے سحر

”بولیں ناں، شاہ صاحب! حسن بولا۔  
”نصرت“.....؟  
”بھئیں.....“ سیک دقت وہ تیزی چلائے۔  
”ہاں! امیرے بچوں اگر تم لوگ اسے  
بارہ گئے تو لوگ محرم کی حقیقت جان کر، اسے مار دیں  
میں اسے بکڑ وہاں سے وہ آپ سب کے لئے  
خطر بن چکا ہے لہذا اگر اس کے کمرے میں نہ جا  
خوب نمور کمال علی عثمان؟ اور اگر کمال علی محرم کی چند روزہ  
چاہتی ہو؟ یا انسانیت کی بچاؤ؟“  
یہ کہہ کر شاہ صاحب نے رخصت کی اجازت  
چاہی!.....!

سحر کے کمرے میں سے بہت ہی خوفناک  
آواز اُڑی۔ جس میں بہت پریشان تھا سحر اس  
زندگی کی سب سے بڑی موت اس کی موت۔  
سحر کی والدہ اور والد بہت پریشان تھے وہ کہتے  
فیصل پر ہنسی پڑا ہے اسے تھے آغوشوں اور دھوکے  
اپنے معبود سے دعا مانگتے تھے کہ جبکہ سحر کے کمرے  
کے باہر مسلسل جکھمیں مچ رہی تھیں۔

نماز کے بعد دونوں نے غڑگڑاکر رب باری تعالیٰ سے التجا کی۔ وہ روتے رہے مگر جیسے انہیں بشارت ملی اور قرار آ گیا۔

اس کی والدہ بولیں۔ ”مجھے عمر جاں سے بھی بڑے

کر عزیز ہے۔ میں نے اسے مخمورادہ میری جان ہے  
میری بلکہ ہم سب کی زندگی ہے مگر اللہ کی مخلوق کے  
اس وقت وہ بہت بڑا خطرہ بن چکا ہے میں جانتی ہوں  
کہ اگر کرمیں نے اپنی بیٹی کی عہدہ جانی چند دن کے لئے

لوگوں کی زندگیوں پر خطرے میں پڑ جائیں گی اور یہ اپنی خوشیوں کے لئے اور لوگوں کے گمراہ فائدے کے لئے کر سکتی۔" یہ کہہ کر وہ رونے لگیں۔

مطہقن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔  
ادھر حسن نے بحر کے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

”محرم..... محرم..... تم مجھے چھوڑ کے نہیں جاسکتی۔“ حسن بھاکر کمر کے پاس بٹھ گیا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر دوتے ہوئے بولا۔ ”تمہیں خون چاہئے ناں، میں دوں گا تمہیں خون، تمہیں مرے نہیں دوں گا تم میری زندگی کو محرم۔“

خزینہ اور اصل چاہیے دونوں محرم کے لئے  
داخل ہوئے۔ لیکن ملٹی کے ہاتھ میں ایک چھپ  
سائفر کے اصل قلم کار کا انداز کا بھانک ستر انیس  
دہائیہ۔ سائفر میں سرخ خون سے رنگا ہوا قلم کار  
کھائی اور مڑی ہوئی کٹی اور اس کے منہ پر حسن کی  
گردن تھی جہاں سے خون بہہ کر فرش پر اور صحر  
کے چھوٹے کوسر گر رہا تھا۔

یہ سب تو کبھی دقت سے بچے ہوئے جو حسن  
ملٹی ہت کر کے آگے بڑھے اور حسن کو جوگی  
انہوں نے سیدھا کیا تو ایک دیگر امراض جی جی کے لبوں  
سے آزاد ہوئی۔ چانو حسن کے ہاتھ سے گر چکا قاعدہ



میری وادی کہتی ہیں جو لوگ ناکام آرزوئیں لے کر اچانک مر جاتے ہیں ان کی روحیں بھٹکتی رہتی ہیں۔ ہاتھی کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟

میں نے جڑوڑی سے کہا۔  
 "تم سے راجدیش میں زادہ ہوئی ہوں" اور میری  
 جڑوڑی جواب کہ طرح چٹھیں ہوگی۔ "زادہ ؟"  
 وہ کہہ میں ایک ششاسنی کہ ایک لہری اٹھی  
 تھیک کہ ہندوؤں نے تھائی کیا تھا پھر ایک ہی کان میں  
 داخل ہوا۔ یہ فرسٹ اینڈ کا امتحان دے کر وہ نہ جانے  
 کہیں غائب ہو گئی۔ سیکڑا شیر میں سے داخلہ ہی  
 ہوئی اور وہاں سے کچھ مچی ملاقات ہوئی نہ ہوگی، جو پتہ  
 مل سکا کہ اس پر کیا ہوئی۔  
 وہ اپنے وطن لوٹ کر اس کی اور کلاں میں سوائے میرے کسی  
 پر سے اس کی دوستی نہ تھی۔ مجھ سے دوستی میں بھی زادہ

[illegible]

خونٹاک کہاں **213** فروری 2018ء

ساری صورتوں کا مجھ کے لئے اور جو نبی انہوں نے مخرج  
 کو ہلایا جلا کر تو جیسے عیوں کا چھڑان پر ٹوٹ پڑا کیونکہ  
 مخرج اور سن دونوں دنیا چھڑو کر جا چکے تھے مگر نہ  
 آنے کے لئے!

[illegible]

بہت مناسب سے لوگ ارشد دار دوست احباب مگر  
میں جس تھے۔ سب لوگ دونوں مہاں چڑی کو مگر کی تھیں  
کر رہے تھے اور اب دونوں مہاں چڑی تو کسی اپنی چھوٹی  
پٹی شیری کی وجہ سے زندہ تھے۔  
اب معلوم شیری کی ان کی ذمہ داری کی حفاظت تھی۔  
علی جان کے ایک دوست ان کے پاس تقریب کے لئے  
بٹھنے کو کرکڑا پاس آیا اور بولا۔  
”صاحب.....؟“  
”راہو.....؟“

”صاحب، ڈاک کیا آیا ہے اور سحر بی بی کے نام کا یہ خط دے گیا ہے۔“

”سحر کے نام کا خط؟“

”جی صاحب“  
”اچھا آواز“  
”خلعے کر لیجان، نے نوکر کو جانے کا اشارہ کیا اور آٹو پیچھے ہوئے خلع نکولا۔ جوں جوں انہوں نے خلع پہنایا ان کی حالت بگڑنے لگی۔ پھر وہ دل کے مقام پر تھک کر چرچا کرنے لگے۔ ان کے دوست ان کی صاف برصغیر پر ہونے والی مدحی سب سے نہیں اسی حال پر کھنگاہا گیا کیونکہ ان کو شہ دیل کا

ایک ناغم کا آتش نشاں پھٹ پڑا گھر میں کھرام

خونخاک کہانیاں 212 فروری 2018ء

مستند ڈاکٹروں، حکیموں، ماہرین طب، ہدایات، مشوروں سے لکھی گئی مفید کتاب

# بچوں کی بیماریوں کا شہد علاج

قیمت - 100 روپے

اس کتاب میں، بچوں کے بیماری میں ضروری دیکھ بھال، بچوں کی عام بیماریاں اور ان کا علاج، منکر کے بنائے شدہ کو فائدہ مند شے بچوں کے لئے، کس بننے اور شہد، بچوں کے کھانے اور پینے میں دیکھ بھال، شہد کا شربت، پانا، دانت لگانا، دانت آسانی سے نکلنے کے لئے، انھیں دیکھنا اور پانا، روپے یا گمرے، آکھ کے اچھے کا مرض، کان کا ناسل، کان کا درد، کان کا بہہ، نزلہ زکام اور سینے کی بیماریاں، برٹانیا، کمپوز میں اشتقاق دم، شیش پنشن، پنجرہ کا شیش یا آکڑن، گھوٹو کے بیماریاں، بلوٹ شہد، کھانسی، کالی کھانسی یا کوکڑ کھانسی، ناک کا بند ہو جانا اور طربت لگانا، ناک سے خران آنا، آنے اور اس کا علاج، توج، نور دھم اور مرزوحہ، دھماہل پیٹ چٹا، (ڈاڈریا)، قبض اور اس کا علاج، اور بہت سی بیماریوں کے بارے میں جاننے اور ان کا علاج کرنے بیٹھے۔

حکیم غلام مصطفیٰ

شعبہ بچہ انجینیئرنگ  
نور دھماہل اور مرزوحہ گریجویٹ  
اندول پانڈار

Ph: 32773302

ہاتھ میری توجہ اور دلچسپی کا تھا..... مجھے وہ لوہاں اور خوبصورت آنکھوں والی لڑکی سے اپنا بھی لگی تھی۔ نہ کسی کے معاملے میں خود دل دیتی نہ کسی کا بچے معاملے میں بلاطقت کی اجازت دیتی..... اس نے گوری روٹی کے بارے میں اس کے گھر کا ایڈریس مجھے نہیں دیا تھا۔ کیا وجہ تھی کہ اس کی شہد کی بچہ مرے تک تو کھانے کی طرح میرے دل میں گھٹی رہی۔ لیکن پھر کچھ عرصے کے بعد میں اسے بھول گیا..... اور ہی دوستوں نے زلمہ کو روٹی کو ایک بھولا بھرا خواب سا بنا دیا۔ یہ کنکیشن کے بعد میری شادی ہو گئی اور اب میری شادی کو بھی چار سال ہو چکے تھے اور اس نے ساروں بعد اپنا گھر ہی زلمہ کو میری یاد میں آ گیا۔

”نرے زلمہ..... تم زندہ ہو.....“ میں اپنی ناداد کے مطابق بچوں کے لیے جیسے جیتی..... اس بات کی پرواہ کے بغیر کہ ناسر کو میرا تین آواز میں ہاتھیں کا تختہ پڑھتا تھا۔ اور پتا چلا وہ اس وقت مجھے قہر آلود لگاؤں سے گھور رہے ہوں گے۔

”میں میں تو بک کر مر چکی“ زلمہ میرے پاس کی خوبصورت آواز سنائی دی۔ وہ بہت کم باتیں ہی کر سکتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں سے اپنا خوبصورت لگتی۔ میں نے جیسے کہ تیرے ہی گفتگوں میں لگی ہوں میں آنکھوں میں لگی تھی کہ تیرے ہی طرف کیا کر لیتی..... مگر وہ میری تعریف سے ذرا مایوس سا ہوئے بغیر اسے میرے بھرت میں جا بیٹھا تھا۔

”ختم سے زلمہ، میں تو تمہارے بارے میں جاننے کے لئے ہے۔ میرے بھرتی رہی، مگر تم نے بغیر کوئی اور ادنیٰ ملاقات کیے کا بچہ چھوڑ دیا..... اور کی سے نہیں کم از کم مجھ سے تو ملاقات کرتی۔“ میرے گلوں پر بہت مدت سے دل میں جتنی شکایت آ گئی۔

”سارے کیا بتاؤں..... وہ غصہ کی سانس لے کر بولی۔ “شادی ہو گئی تھی، لیکن مجھ نہ کسی طلاق لے کر اس کے پاس آئی اور اب سے اس کے ساتھ ہی ہوں۔“ مجھے اس کی کہانی سن کر دل رن بھول بہت







”رانی... میں ساری عمر تمہارا انتظار کروں گا کہوں رانی تمہیں آتا ہو گا میرے لئے آتا ہو گا اپنے پیار کے لئے... میں تمہارا انتظار کروں گا مگر کبھی تمہارا انتظار کروں گا۔“

آگلی اور بستر پر اندر کی گرانی قسمت کا نام کرتے لگی۔ بہت دیر تک میری آنکھیں سرت کرتی رہیں۔ اندرونی زندگی کے ساتھ تنہا میری آنکھوں کے سامنے کھمبے۔

سسرال میں ایک لمحہ بھی میں نے سکون کا نہیں محسوس کیا تھا۔ ساس کے کچھ سرسری خدمت گزاروں کی چٹنی چڑی یا تھیں جن میں تنہا ایک چٹنی تھی۔ نوید سارا داتا باہر جو اکیلے کردات کو شراب کے نشے میں دھت کر آتے تھے انہیں منع کرنے والا کوئی تھا۔ صبح ہوئے ہی وہ بھی مجھ پر احکامات صادر کر دیتے تھے۔ تلخ سا سارا کام کاغ صرف میرے ذمے تھا۔

خونہ کا کہاں [219] فروری 2018ء

”میں“ جنہیں طلاق دیتا ہوں، میں جنہیں طلاق دیتا ہوں، میں جنہیں طلاق دیتا ہوں، ”یہ الفاظ میرے اعصاب پر بجلی بن کر گزرتے۔ مجھے اپنے کافوں پر یقین نہیں آیا۔

نوید کا رویہ میرے ساتھ شروع سے ہی اتنا ظالمانہ اور پر تشدد تھا کہ میں خودکشی کا دعائیہ نام بھی نہیں۔ لیکن ”طلاق“ بدنامی کا ایک ایسا ٹیکہ ہے جو ہمارے معاشرے میں سوت سے کسی بھیا تک تصور کیا جاتا ہے۔ نوید تو اتنا کہہ کر باہر چلے گئے لیکن وہ رانی دگر ہی کے ایک ایسے کوئی نہیں دیکھیں گے جہاں سے لئے گا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں فوراً اپنے کمرے میں

تھے میں نے اس پر ذرا توقف، چمچ چلنے کا فیصلہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ بھی مجھ سے لڑا تھا۔ لیکن کچھ آہی چلی ہوئی۔ ناصر اور سائل اس بار میرے ہمراہ ہی تھے اگرچہ ناصر نے بڑے غصے دکھائے تھے مگر میں نے انہیں کسی طرح زلدیہ کے گھر جانے کے لئے پکارتی لیا تھا۔ ان کی بائیک زلدیہ کے گھر کے سامنے روکا کہ میں شاہدیں دیکھ کر اتری، لیکن وہ دوسرے پر چڑے تالے کو دیکھ کر ہل دھبہ نہ کیا۔

”مجھے آج کچھ غائب ہیں، آپ کی کھلی صاحبہ۔“ ناصر نے طنز کیا ہوں سے میری طرف دیکھا۔ ”ہوسکتا ہے وہ ابھی اپنی چابی سے دھکیں نہ لائی ہو اور اس میں کچھ غریب نے لٹک لی ہوں، میں اس کی آئی ہوں، اور اچڑیں میں مطلع کرتی ہوں۔“

میں نے آگے بڑھ کر زلدیہ کے گھر کے دائیں جانب چڑیں کے گھر کی تلی بجائی۔ حجاب میں ایک خاتون نے باہر جھانکا۔

”کس سے ملتا ہے؟“ ”وہ... آپ کے ہمراہ والے گھر کے لوگ کہاں ہیں... آپ کچھ جانتی ہیں ان کے بارے میں؟“ ”یہ... یہ کچھ تو بہت عرصے سے خالی ہے“ انہوں نے بتایا۔

”ابھی کیسے ہو سکتا ہے... مجھے تو یقین کا پتہ دیا گیا تھا کہ وہ کبھی نہیں آئے گی تو زلدیہ کی دلدلہ سے میری طاقت بھی ٹوٹی گئی۔“ ”وہ میرا چاہتی ہیں۔“ ”ابھی میرا اپنی جائزہ میں ہی تھا کہ ان خاتون نے دھڑ سے اپنا دروازہ بند کر دیا۔ گیت بند کرنے سے پہلے میں ان کا سلیڈ پر تاج پڑ چکی تھی۔

”یہ بہتر ہے تو بڑی بد اخلاق ہیں“ میرے پیچھے کھڑے ہوئے۔

”اب کیا کریں؟“ میں بڑبڑائی۔

”ابھی میں نے زلدیہ کے گھر کے انہیں جانب کے گھر کا دروازہ کھلتے دیکھا کہ سزا دہانہ سائل کی ایک نوجوان لڑکی نے جھانکا تو میں میری سے اس کی طرف

خونہ کا کہاں [218] فروری 2018ء

یہاں کوئی ایک فرد بھی میرا خیال نہیں دیکھتا تھا۔ ہر کسی کو مجھے تکلیف دے کر ایک روز بھی خوشی ہوئی تھی۔ بار بیٹھ اور گھر لوگوں کو ان لوگوں کا شیوہ تھا اس طرح کی اذیت ناک اور پریشان کن صورتحال کا اہتمام پورا فرمایا ہوتا تھا مجھے تو کمری کو مستقبلی کی۔ ”اب میں کہاں جاؤں گی؟“ میں نے سوچا۔ خانا مجھے اولاد سے بھی محروم کر رہا تھا جو اب بھی مشکل وقت میں میرے سہارا بنتی ہے۔ اب بہت پہلے داروغہ خاندان سے بھی کسی بھائی بہن کوئی نہیں تھا اور اب..... وہ نہ جانے کہاں نشے میں دھت پڑا ہوگا۔ کبھی سوچ کر میں پھر رونے لگی۔ ”یاد خدا میری ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ جانا مجھے نہ تاش اگلا کس کے لئے چھوڑ دیا۔“ بہت دور تک میں بونجی سے سداہ ہو کر پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ذہن کو کچھ کھنکھانے میں ایک فیصلہ کیا۔ ”مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے میرا جانا چاہئے۔“ میں نے جہاز چاہئے۔ ”میں نے خود سے نکلا ہوا ہوتے ہوئے کھارے سائیکل بیکل کی دراز کھولی جس میں شش آور اور بات موجود تھیں۔ میں نے خانا سے کئی گولیاں پتلی پر رکھیں اور پانی کا گلاس دوسرے ہاتھ میں پکڑا ابھی میں گولیاں کھانے ہی تھی کہ ایک نام میرے ذہن کے کسی گوشے میں چنگاری بن کر پکڑا۔ ”اسلم“ اور گلاس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

”اسلم..... میرے بچپن کا ساتھی..... میرا پیار.....!۔“ مجھے آج تک اس کے آخری الفاظ یاد ہیں۔

”رانی“ میں ساری عمر تمہارا انتظار کروں گا ہاں رانی تمہیں آتا ہوگا میرے لئے آتا ہوگا اپنے پیار کے لئے تمہارا انتظار کروں گا مگر کبھی تمہارا انتظار کروں گا۔

اسلم ہمارے محلے میں رہتا تھا بچپن سے جوانی تک وہ ہر پہل میرے ساتھ رہا ہم اگلے اگلے دانے سے بڑے خوش رہا ہم کما ساتھ ہی کرتے تھے جوانی کی دلیلیں پر قدم رکھا تو اب اسلم سے ملنے پر پابندی لگا دی تھیں

یہاں کوئی ایک فرد بھی میرا خیال نہیں دیکھتا تھا۔ ہر کسی کو مجھے تکلیف دے کر ایک روز بھی خوشی ہوئی تھی۔ بار بیٹھ اور گھر لوگوں کو ان لوگوں کا شیوہ تھا اس طرح کی اذیت ناک اور پریشان کن صورتحال کا اہتمام پورا فرمایا ہوتا تھا مجھے تو کمری کو مستقبلی کی۔ ”اب میں کہاں جاؤں گی؟“ میں نے سوچا۔ خانا مجھے اولاد سے بھی محروم کر رہا تھا جو اب بھی مشکل وقت میں میرے سہارا بنتی ہے۔ اب بہت پہلے داروغہ خاندان سے بھی کسی بھائی بہن کوئی نہیں تھا اور اب..... وہ نہ جانے کہاں نشے میں دھت پڑا ہوگا۔ کبھی سوچ کر میں پھر رونے لگی۔ ”یاد خدا میری ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ جانا مجھے نہ تاش اگلا کس کے لئے چھوڑ دیا۔“ بہت دور تک میں بونجی سے سداہ ہو کر پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ذہن کو کچھ کھنکھانے میں ایک فیصلہ کیا۔ ”مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے میرا جانا چاہئے۔“ میں نے جہاز چاہئے۔ ”میں نے خود سے نکلا ہوا ہوتے ہوئے کھارے سائیکل بیکل کی دراز کھولی جس میں شش آور اور بات موجود تھیں۔ میں نے خانا سے کئی گولیاں پتلی پر رکھیں اور پانی کا گلاس دوسرے ہاتھ میں پکڑا ابھی میں گولیاں کھانے ہی تھی کہ ایک نام میرے ذہن کے کسی گوشے میں چنگاری بن کر پکڑا۔ ”اسلم“ اور گلاس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

”اسلم..... میرے بچپن کا ساتھی..... میرا پیار.....!۔“ مجھے آج تک اس کے آخری الفاظ یاد ہیں۔

”رانی“ میں ساری عمر تمہارا انتظار کروں گا ہاں رانی تمہیں آتا ہوگا میرے لئے آتا ہوگا اپنے پیار کے لئے تمہارا انتظار کروں گا مگر کبھی تمہارا انتظار کروں گا۔

اسلم ہمارے محلے میں رہتا تھا بچپن سے جوانی تک وہ ہر پہل میرے ساتھ رہا ہم اگلے اگلے دانے سے بڑے خوش رہا ہم کما ساتھ ہی کرتے تھے جوانی کی دلیلیں پر قدم رکھا تو اب اسلم سے ملنے پر پابندی لگا دی تھیں

یہاں کوئی ایک فرد بھی میرا خیال نہیں دیکھتا تھا۔ ہر کسی کو مجھے تکلیف دے کر ایک روز بھی خوشی ہوئی تھی۔ بار بیٹھ اور گھر لوگوں کو ان لوگوں کا شیوہ تھا اس طرح کی اذیت ناک اور پریشان کن صورتحال کا اہتمام پورا فرمایا ہوتا تھا مجھے تو کمری کو مستقبلی کی۔ ”اب میں کہاں جاؤں گی؟“ میں نے سوچا۔ خانا مجھے اولاد سے بھی محروم کر رہا تھا جو اب بھی مشکل وقت میں میرے سہارا بنتی ہے۔ اب بہت پہلے داروغہ خاندان سے بھی کسی بھائی بہن کوئی نہیں تھا اور اب..... وہ نہ جانے کہاں نشے میں دھت پڑا ہوگا۔ کبھی سوچ کر میں پھر رونے لگی۔ ”یاد خدا میری ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ جانا مجھے نہ تاش اگلا کس کے لئے چھوڑ دیا۔“ بہت دور تک میں بونجی سے سداہ ہو کر پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ذہن کو کچھ کھنکھانے میں ایک فیصلہ کیا۔ ”مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے میرا جانا چاہئے۔“ میں نے جہاز چاہئے۔ ”میں نے خود سے نکلا ہوا ہوتے ہوئے کھارے سائیکل بیکل کی دراز کھولی جس میں شش آور اور بات موجود تھیں۔ میں نے خانا سے کئی گولیاں پتلی پر رکھیں اور پانی کا گلاس دوسرے ہاتھ میں پکڑا ابھی میں گولیاں کھانے ہی تھی کہ ایک نام میرے ذہن کے کسی گوشے میں چنگاری بن کر پکڑا۔ ”اسلم“ اور گلاس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

”اسلم..... میرے بچپن کا ساتھی..... میرا پیار.....!۔“ مجھے آج تک اس کے آخری الفاظ یاد ہیں۔

”رانی“ میں ساری عمر تمہارا انتظار کروں گا ہاں رانی تمہیں آتا ہوگا میرے لئے آتا ہوگا اپنے پیار کے لئے تمہارا انتظار کروں گا مگر کبھی تمہارا انتظار کروں گا۔

اسلم ہمارے محلے میں رہتا تھا بچپن سے جوانی تک وہ ہر پہل میرے ساتھ رہا ہم اگلے اگلے دانے سے بڑے خوش رہا ہم کما ساتھ ہی کرتے تھے جوانی کی دلیلیں پر قدم رکھا تو اب اسلم سے ملنے پر پابندی لگا دی تھیں

یہاں کوئی ایک فرد بھی میرا خیال نہیں دیکھتا تھا۔ ہر کسی کو مجھے تکلیف دے کر ایک روز بھی خوشی ہوئی تھی۔ بار بیٹھ اور گھر لوگوں کو ان لوگوں کا شیوہ تھا اس طرح کی اذیت ناک اور پریشان کن صورتحال کا اہتمام پورا فرمایا ہوتا تھا مجھے تو کمری کو مستقبلی کی۔ ”اب میں کہاں جاؤں گی؟“ میں نے سوچا۔ خانا مجھے اولاد سے بھی محروم کر رہا تھا جو اب بھی مشکل وقت میں میرے سہارا بنتی ہے۔ اب بہت پہلے داروغہ خاندان سے بھی کسی بھائی بہن کوئی نہیں تھا اور اب..... وہ نہ جانے کہاں نشے میں دھت پڑا ہوگا۔ کبھی سوچ کر میں پھر رونے لگی۔ ”یاد خدا میری ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ جانا مجھے نہ تاش اگلا کس کے لئے چھوڑ دیا۔“ بہت دور تک میں بونجی سے سداہ ہو کر پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ذہن کو کچھ کھنکھانے میں ایک فیصلہ کیا۔ ”مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے میرا جانا چاہئے۔“ میں نے جہاز چاہئے۔ ”میں نے خود سے نکلا ہوا ہوتے ہوئے کھارے سائیکل بیکل کی دراز کھولی جس میں شش آور اور بات موجود تھیں۔ میں نے خانا سے کئی گولیاں پتلی پر رکھیں اور پانی کا گلاس دوسرے ہاتھ میں پکڑا ابھی میں گولیاں کھانے ہی تھی کہ ایک نام میرے ذہن کے کسی گوشے میں چنگاری بن کر پکڑا۔ ”اسلم“ اور گلاس میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

”اسلم..... میرے بچپن کا ساتھی..... میرا پیار.....!۔“ مجھے آج تک اس کے آخری الفاظ یاد ہیں۔

”رانی“ میں ساری عمر تمہارا انتظار کروں گا ہاں رانی تمہیں آتا ہوگا میرے لئے آتا ہوگا اپنے پیار کے لئے تمہارا انتظار کروں گا مگر کبھی تمہارا انتظار کروں گا۔

اسلم ہمارے محلے میں رہتا تھا بچپن سے جوانی تک وہ ہر پہل میرے ساتھ رہا ہم اگلے اگلے دانے سے بڑے خوش رہا ہم کما ساتھ ہی کرتے تھے جوانی کی دلیلیں پر قدم رکھا تو اب اسلم سے ملنے پر پابندی لگا دی تھیں



جانے گی کہ میں نے اسے روکا "خالہ"۔  
 "کیا بات ہے بچی؟" وہ مجھ کو دیکھتے ہوئے  
 بولی۔

"خالہ میں اسلم کے گھر جانا چاہتی ہوں۔" میں  
 نے کہا۔  
 اور ان کی آنکھیں حیرت و خوف کے لئے جملے  
 تارے سے جھلک گئیں۔ "کیا؟"

"ہاں خالہ میں اور ہر جانا چاہتی ہوں" میں نے  
 دودھ بہا دیا۔  
 "نہیں بچی نہیں.....! اگلی بائیس مدت کہ اسلم  
 کی موت اور اس کی ماں کے اگلے پلن کے بعد ان کا  
 گھر نشان ہو گیا وہاں سے طرح طرح کی آزاریں  
 آتی ہیں کبھی رات کے اندھیرے سے کوئی گھنٹا پتہ تو  
 کوئی رو پڑتا ہے۔ کسی مرتبہ پھلے کے ٹکوں نے اسے  
 کمرے سے پردے کی کوشش کی تھیں کوئی وہاں ایک رات  
 سے زیادہ نہ ٹھک سکا۔ چٹا وہاں موت پر بہت کا بھیرا  
 ہو گیا ہے۔"

"لیکن خالہ....."  
 "بہنیں! تم ادھر مت جانا بھول کر بھی نہیں۔"  
 "مجھ کو بھی وہ خالہ میں اور ایک مرتبہ ضرور  
 جاؤں گی" میں نے کڑے ہونے کو کہنا۔

"میں تو دیے بھی اپنی زندگی سے ہاں ہو سکتی  
 ہوں ایک ہی امید کی کرن اس اور وہ بھی بچہ تھی۔ اب  
 میں زہر نہیں رہنا چاہتی میں وہاں ضرور جاؤں گی" اور  
 میں جاؤں گے بغیر ہر روز اپنی بات کے سناں کے کہ  
 وقت خالہ۔ خالہ میرے پیچھے اس لئے نہیں آئی کہ وہ  
 خود کوئی مصیبت سول نہیں لینا چاہتی کسی مردن کے و  
 قت خالہ کے کمر آئی اور اب رات گزر رہی تھی خالہ  
 نے سنا ہو گا کہ اسے شوہر سے میرے آنے کی بات  
 چھپانے کی جیسے جگہ ہو ہی نہیں اور اس میں کوئی حرج  
 بھی نہیں تھا میرا ان سے کیا بدلہ دینا تھا بلکہ میں ان کا  
 پرہیز نہیں جانتی۔ بہر حال میں پیچھے دیکھے بغیر اسلم  
 کے گھر کی طرف جمل دی گاؤں میں لوگ جلدی ہونے

کے عادی ہو چکے ہیں اور قبول خالہ کے اسلم کا گھر اتنی  
 پر اسراریت کہ چکا تھا کہ شام کے بعد تو یہاں سے کوئی  
 گزرتا بھی نہیں تھا۔

میں دروازے پر پہنچی لیکن اس وقت میری  
 حیرت کی انتہا نہ تھی جب میں نے دیکھا کہ تالا کھلا ہوا  
 تھا۔ قیاسی طرح پاؤں سے دن کو تالا بند تھا خبر میں نے  
 اللہ کا نام لیا کڑی گولی اور دروازے کو اندر دھکیلا  
 دروازہ کھلی جہ چھانٹ کے ساتھ کل گیا مکان کی  
 اندرونی حالت بہت لمبیہ ہو چکی تھی جبکہ کچھ کپڑوں  
 نے جا لے بن رکھے تھے ہر چیز کو رشانی ہو گئی تھی ہر  
 طرف گہرا خانا اور ہو گا عالم تھا۔ ماحول بہت ہیبت  
 باک تھا لیکن مجھ جیسے زندگی سے بیزار انسان کے لئے  
 یہ پر اسراریت بہت نئی تھی۔

میں نے اسلم کے کمرے کی طرف قدم  
 بڑھا دیے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور روشنی چھن کر  
 برآمدے میں آ رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا جیسے  
 اندر لافٹ مٹی روی سے جو بھی میں اندر داخل ہوئی  
 فطری کرک کی آواز اور کوئی دروازے کی طرف پشت  
 کیے سفید لباس میں بیٹھ کر اٹھا۔ کروڑوں سے چمک  
 رہا تھا یہ کہنا ہوا کہ کمرہ چھوڑ دینا ہوا تھا میں نے  
 ہمت کر کے پاؤں بچھا "کون ہو؟" اور جواب میں  
 اس نے اپنا سر میری طرف موڑ دیا ایک لمبے کے لئے  
 جیسے وقت کی رفتار کم کی میرا دل دھڑکا بھول گیا مجھے  
 پتہ نہ تھا کہ یہ پڑاؤ کھڑا ہے۔ آنکھوں پر عین  
 نہیں آتا کہ یہ حقیقت ہے یا خواب۔ میرے سامنے  
 میرا بیانا۔ اسلم کھڑا کمرہ آقا میں دو قدم پیچھے ہٹ  
 گئی تھیں کبھی مرتبہ خوف میں ہوا کیونکہ بچوں خالہ کے  
 اسلم تو قریب سات سال پہلے مر چکا تھا تو پھر یہ۔ وہ بیٹا  
 اسلم تھا جو جو ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں  
 کھا سکتیں تھیں۔ میرے دہان سے بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن  
 میرے قدم جیسے جڑ زمین سے پکڑ لیے تھے۔

"تم آگئی رانی؟" تم آگئی۔ میں نے کہا تھا  
 ناں۔ کہ نہیں لوٹا ہوگا میرے لئے اپنے چہرے کے

لئے۔" اس کی آواز کی جلتیج میرے کانوں میں کسی  
 ساڑی طرح بجتی گئی مجھے یہ سب ایک خواب لگ رہا  
 تھا۔

"دیکھو رانی مجھے دیکھو۔ میں تمہارا اسلم.....  
 تمہارا بیانا۔" دیکھو بیانا کیا کہتا کہ ہے۔ میں آج  
 تک تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"  
 "لال..... لیکن خالہ تو....." میں نے

اور سے ہونے کہا۔  
 "ہاں وہ صبح کھڑی تھی میں آج سے سات  
 سال پہلے کی یادیں گھبراہٹ میں دہرائی خالہ میں بے یار  
 کرنے والوں کو کسی نے نہیں دتی۔ پہلے تمہارے اما  
 نے مجھ سے نہیں چھپانا کہ یہ نہ مل سکی اور پھر دنیا  
 والوں نے مجھ سے میرا جسم بھی لینا کیا تاکہ میں تمہارا  
 انتظار نہ کر سکوں لیکن میں نے کہا تھا میں کمر کر بھی  
 تمہارا انتظار کروں گا۔" پھر قہقہے سے ہنسنے کے بعد  
 وہ بارہ بولا۔ "ازل سے یہ دنیا باریک دیکھنے سے لیکن  
 جیت بھر مجھ کی یاد کی ہوتی ہے دیکھنے سے میرا باریک جسم  
 مجھ کی اگلی میری روح نہ چھین سکے۔ بیانا تو نام ہی  
 روحانی سند کا ہے۔ دیکھو میرا انتظار دینے ہی بڑھ رہا  
 آج باریک جانتا گیا۔"

اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آف خالہ  
 کہتا کہ بیانا تھا اس کا اور میں نے اسلم کے لئے کیا  
 کیا؟ وہیں پھٹک میں بیٹھی اور رونے لگی۔  
 "تم دوڑنا مت روؤ۔۔۔ آج تو مجھے اسنے  
 عرصہ بعد فرمایا ہے۔ تم نہیں دیکھ کر ادم تو رہی ہو۔"  
 اور میں اس کا پھر وہ بیٹھی۔  
 "رانی آج میرا دم قتم ہوا۔ میرا انتظار قتم  
 ہوا۔ مجھے فرمایا کہ اب میں جا رہا ہوں ہمیشہ کے  
 لئے۔"

"نہیں اسلم نہیں..... تم نہیں جانتے تھے  
 چھوڑ کر۔ دیکھو میری طرف بھی دیکھو تم مجھ کو  
 بہرہ پر کیا قتم تم جانتے ہو کیا؟ نوید نے میرا کیا مشرکا  
 نہیں کیا معلوم؟ اس نے مجھے طلاق دے کر اپنی

زندگی سے الگ کر دیا ہے۔ میں اب کہاں جاؤں  
 گی۔ میں تو خود کشی کرنے کی سعی کر رہی تھی کہ میں سے کئے  
 ہوئے دھوے کی وجہ سے یہاں چلی آئی۔ تم آگئے  
 نہیں جاؤ گے اسلم میں نہیں نہیں جانے دوں گی میں  
 تمہارے ساتھ جاؤں گی کسی ساتھ سے پلاؤ اسلم اس  
 خالہ کو دینا سے بہت دور۔" میں ایک ہی سانس میں  
 سب کچھ کہہ گئی۔

"نہیں رانی..... قدرت نے شاید ابھی تک  
 ہمارے نصیب میں ملاپ نہیں لکھا جس میں جینا ہے جاؤ  
 میری بڑی ماں کو سنبھالو۔ تمہیں تمہارے بیانا کا  
 واسطہ ہے۔ تمہارے دوکو۔ مجھے بہت تکلیف ہو گئی تھی جانا  
 ہے خالہ نے چاہا تو ہم دوسرے جہان میں ساتھ ہوں  
 گے اور نوید نے تمہارے اوپر ظلم کیا جس میں اذیت ہے  
 اور تمہارا تمہاری بستی مسکرائی آ آنکھوں کو آنسوؤں کا  
 سمندر بنادیا گھٹانے۔ ہڈیوں سے جسم چھین لیا نہیں  
 دیکھ مصیبت کی مٹھن گھرائی میں دھکیل دیا تمہاری  
 آنکھوں میں اس کے دینے ہوئے آنسو میرے لئے  
 ناقابل برداشت ہیں نوید کی زندگی میں وہاں اس کر دوں  
 گا بلکہ آج اس کی زندگی کی آخری بات ہے تم دعا  
 کرنا۔" اور وہ نہ مود کر کے کی مٹی دیوار کی طرف  
 چل چلا۔

"اسلم..... اسلم....." میں چیخ پڑی اور اٹھ کر اس  
 کے پیچھے دوڑ پڑی۔ "اسلم خدا کے لئے ایک بار  
 صرف آخری بار سے دیکھو۔ Please اسلم مجھے  
 دیکھو۔" وہ دیوار کے اوپل قریب پہنچ گیا۔  
 اچانک اس نے میری طرف اپنا رخ کیا اس کا چہرہ  
 آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بہت مشکل سے اپنے آنسو  
 روک رہا تھا اس نے ہاتھ خدا میں بند کیا اور دہراتے  
 ہوئے بولا۔ "خدا حافظ"

میں تھیل میں گیا۔



# بھیانک اقدام

نورین حیدر

اس نے پیدل روک دیے مگر سائیکل کی رفتار اور بڑھ گئی اترا بیٹھتے ہی اس کے کانوں میں ایک زہنی آواز آئی ”کرمو آگیا تو بہت انتظار کر گیا ہے تو نے.....“

**کرمو** دین کا ایک کانٹھیں تھا جو کام جس نے کہا وہ کر دیا کرتا تھا شادی بیاہ کے نئے (شادی کے باوے) آدینا ہوں، شادی پر کھانا کھانا ہو، چالور کا چارہ کاٹنا ہو، کھانا کھانا ہو یا کھیں پہلوانا ہو موت میت کی خبر دینا ہو ہر کام وہ کرتا تھا اس سے پہلے اس کا باپ یہ کرتا تھا۔ لیکن اس کا روزی روزگار تھا۔

جب کوئی کام نہ ہوتا تو بڑوں کی بے گاراس کو کرنا پڑتی ہال کاٹنے سے لے کر ٹل ٹہلانا تک کے کام اس کو کرنا ہوتے تھے فرصت تو اس کے مقدور میں ہی تھی۔

وہ مگر بھی ہوتا تو کوئی آجاتا۔  
”کرمو اوئے کرمو اوئے کیا مگر میں سوچاں کر رہا ہے ملدی ہوں چوہری صاحب ہار سے ہیں“  
اور وہ اس کے ساتھ چل پڑتا۔ چوہری اس کو دیکھ کر ناک کھونٹا اور کہتا۔

”ارے مگر دانی کے پاس پڑا ہوتا ہے کچھ کام کی فکر بھی ہے پرنی چڑھ گئی ہے شاید وہاں سے بندہ کروں گا تو پتہ لگ جائے گا۔“

کرمو دین گردن جھکائے کھڑا تازبان کو کھول ہی نہیں سکتا تھا وہ زبان کیا کھول زبان تو اس کے باپ نے نہیں کھولی دادا نے نہیں کھولی پھر اس کی جرأت کس طرح ہو سکتی تھی یہ زبان بند کی کسی اس کے ہر کا ایک حد بھی اگر وہ زبان پر قابو نہ کرتا تو اس کے سر پر



کسی کام کے لئے اٹھنا نہیں تھا وہ کسی تھا۔ اس کو تو کام کرنا تھا اس کو کبھی بتایا گیا تھا کہ کر کے دکھایا گیا تھا۔ رات کے دس گیارہ کا وقت تھا کسی نے کر سونو آواز دی، کر سونے دروازہ کھول کر پوچھا۔ ”کون ہے بھائی“

”میں ہوں شکور چاچا جلدی چل کر مارنے یاد کیا ہے“  
 ”اس اندھیری رات میں کیا کام پڑ گیا۔ چاچا“  
 کر مولا۔

”میں کیا مانو جو ملی میں چلت پھرت نظر آ رہی ہے“  
 ”اچھا چل“ پھر اس نے آواز دے کر کہا۔ ”چلو“  
 وردانہ بند کر کے میں حویلی جا رہا ہوں۔“  
 اور دونوں چل اڑے۔

حویلی کے دروازے پر علی چوہدری کھڑا تھا  
 بولا۔ "آئی دیہ لگادی حرام خوردن بھر چتا ہے کام کے  
 وقت پڑا ہوا سوراخ ہے تیرا علاج کرنا پڑے گا"  
 کمر موڑ رکھو دونوں سہم کر خاموشی کھڑے رہ

مگے۔ وہ پھر بولا ”کرمودو ذکر جا اور برابر کے پنڈ میں  
میری گھر والی کی تالی نصب رہتی ہے تو نے اس کا گھر تو  
دیکھا ہے نا“

”کرمو بولا ”دیکھا ہے جی“  
 ”سائیکل پکڑ سکی کی اور دوڑ کر جاؤ مارا کہیں دیکھنا  
 نہیں ہے دوسرے اس کو لے کر آجا“  
 ”سائیکل مجھے کون دے گا ششی کو کہہ دیں“ کرمو  
 بڑی مشکل سے بولا۔

”دشمنی کو بلا کے لاپس ملدی کر“  
سانیکل کا انتظام ہوتے ہوئے سارے کیڑا  
ہو گئے دو کون جہاں اس کو جانا تھا دل میں روٹھا کیا  
روز نہیں خانے کرتے رہتا تھا راستے میں دھندوں  
کے بل کہیں کرتے تھے راستے کے دونوں طرف گئے  
کے کہیں تھے اس لئے کہ راستے پر جانا آدمی اور سے  
آخر میں آنا تھا اور اس پر بات بھی اندر ہی بھی سانیکل  
پرستی کے تلکی کی طرح کیڑا بہت کم ہیں جہاں اس  
سانیکل : وہ کہہ کر چلی گئی اس کا تھا دشمنی تانی کو بٹھا کر

لاؤں گا کیر میر تو سے نہیں  
 ”ابے تو پورا کھاسڑ  
 ”اور جو وہ ڈنڈا پر نہ  
 ”کہتا چوہدری کا حکم  
 جاوقت مرہاد نہ کر۔“

کرم رحمت کرنے والا جو ان کا چرچٹ کے لگ  
ہمک دھما دھما مٹتی جسم خاک کی دھن میں اٹکا کھاتا تھا کہ  
شہر میں صرلہ کو کہہ کر جو ان دہانے مگر غور خاک کے ساتھ  
ساتھ اس کا کام بھی ممت کے تھے، ایسے کر لیں جو ان  
صرف دیکھا تو ان میں ہی غلغلہ ہے، ہیں اس کے باوجود  
اس کو بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ کتنا طاقتور ہے  
چوہر دی اور آفتاب جانتے تھے کہ کرم طاقتور بھی ہے اور دیر  
بھی ہے اس لیے وہ اس کو کرم کا مسلک دبا کر دے تھے  
اور کرم کو بھی لگا کر تھا۔ دس سب کے ہاتھ پر  
انہی صریح بات میں جاں نثار پھر سانپ کی ہر صورت کو لانا  
آسان نہیں تھا۔

کرموردانہ ہو گیا گاؤں سے باہر آتے ہی اس کو اندازہ ہو گیا کہ رات کتنی کالی ہے اس کے پاس ایک حاقو تھا وہ اس کو کٹنی نے دے رہا تھا۔

اس کے کچھ پینڈل یا پتھر سے چل رہے تھے دور تک کسی روشنی کا نام نہیں تھا زمین نامور اور کئی سائیکل بکھرے لئے رعبی جی کے راستے کے دونوں طرف کھیت تھیں کبھی کبھی کوئی جانور گھسے راستہ پر آ جاتا تھا۔ اب وہ نمبر کے پل کے قریب تھا پل کے ایک

طرف کوٹھڑی بنی مسمی اور ایک پتیلی کا درخت کھڑا تھا۔  
کوٹھڑی میں لائین کی روشنی تھی وہ چار میل سڑک کے  
یہاں پہنچا تھا۔  
کمرے سے سائیکل کھڑی کر دی اور کھنڈا اچھایا اندر  
سے آواز آئی۔ ”کون ہے رے“

”چوہدری کا ایک کام پڑ گیا ہے کسی کو لینے جا رہا ہوں“ کر سولہ۔

”سورے دن میں آ جانا اندھیری رات میں کیا آفت آئی تھی کہ چل پڑا“ دو بیولا۔

”تو تو ہے سرکاری نوکر باور میں ہوں چوہدری کا

یہ میرے کام میں نہ ہے یہی نہیں چاہدیں کہ علم ہے تو  
 کرنا پڑے گا "کرم بولا"

"اچھا پانی پی لے اور اگر کسی جینی ہے تو بولی  
 سویرے کی ہے" رادھے شام نے کہا۔

”میں نے صرف پانی پی لیا“ کہہ کر سویلا۔  
 ”اور تو کل عی پرانے تو میری بات سن لے چہ  
 بس کے بعد ایک پلایا ہے یہ تو مجھے پتہ ہے اس پر بات  
 میں کوئی نہیں رہتا ہے ابھی جبکہ میں نے کوئی تھے تیرے  
 نام سے بھی آواز دے تیری منت بھی کرے تو ر کنا نہیں  
 وہ آواز دے رہا تھا کہ اسے کہہ کر ہرگز نہ رکنا“  
 راجہ شام نے سمجھا۔

”کون ہے وہ؟ تو بتا“ کرمو بولا۔  
 ”ایک زمانے ہے تجھے دور سے بڑی خوبصورت  
 لکھی پر تجھے رکنا نہیں ہے“ رزاوے شام بولا۔  
 ”میں تو خود جلدی میں ہوں رگوں کا کیوں“  
 کرمو بولا۔

سے چڑھائی چڑھ جائے۔  
 دوسری سے پلایا پر چڑھ گیا اب دوسری طرف  
 اترائی تھی ڈھلان تھی اس نے پڑیل روک دی تھی  
 سانیک کی رفتار اور چڑھائی اترائی تھی اس کے  
 کانوں میں ایک زبانی آواز آئی "کرموا گیا تو بہت"

انتظار کرایا ہے تو نے؟  
 کروا دازن کر چوبک پڑا راوھے کے اخلاص  
 اس کے کالوں میں آئے "تو کنا نہیں ہے"  
 کروٹو نے بیڑی براور زور پڑھاوا۔

”اے عظیم تو میری بات تو سن لے دیکھ حیرے  
لئے میں نے اصلی گھی کے پراٹھے بنائے ہیں وہ تو کھاتا  
جا آواز پھر اس کے قریب سے آئی۔

مگر اس کے ذہن میں رادھے شام کے الفاظ گردش کر رہے تھے وہ اور تیز ہو گیا۔  
آواز آتی رہیں مگر اس کے سامنے کوئی نہیں آیا  
اس نے زمانی آوازیں سنیں مگر کسی زمانی کو دیکھا نہیں

اور پھر آہستہ آہستہ والیس دور ہوئی گئیں۔  
 کرمو کا چار دن کیلا تھا پینہ اس کے اچھ  
 اچھ سے کل رہا تھا راستہ ابھی سنسان تھا اور کرمو  
 کی رفتار میں بھی فرق نہیں آیا تھا پھر گاؤں کے آثار  
 نظر آنے لگے تھے۔

کسان بھی کھیتوں کی طرف جاتے نظر آ رہے تھے اب اس کو حوصلہ ہو گیا تھا اس نے رڈ ٹائم کم کر دی اور گاؤں میں داخل ہو گیا گاؤں کی گلیوں سے گزرتا ہوا وہ ایک مکان کے دروازے پر کھڑا ہو گیا سائیکل ایک طرف کھڑی کر کے اس نے دروازے پر دستک دی تاہم



مال ہوگی۔

کرمو کا تھا کہ بتائی ہے تو کوئی بدصبا ہوگی کرمو دور کے دینے کی تانی کی تھی اور دل کی کا کا بھی کرتی تھی۔  
”مجھے تو پتہ نہیں تھی کہ چوہری کو کیا ضرورت آپ کی ہوئی ہے میں تو آپ کو لینے آیا ہوں“ وہ بولا۔  
”اس کی گھر والی کہتی ہے“ عورت بولی۔  
”مجھے کیا پتہ“ کرمو نے کہا۔  
”چھوٹا تینہ روئی گا کہ اس کی بے راگہ رادھا لکھت ہے مگر ہے آج ہی ہوگا وہ آ جائے تو پھر جس ہوگی“ اور وہ کرمو کو بخار کھائی گئی۔

چوہری دیر میں ایک بوڑھا آدمی امداد کیا اور آج ہی وہ ان کو دے بھی کیوں بیٹھا ہے؟  
”میں کرمو ہوں چوہری رست کے پاس سے آپاؤں“ کرمو نے کہا۔  
چوہری رست کا نام کرمو غصہ اٹھایا گیا بولا ”چنگا بھی کی حال ہیں چوہری کے؟“  
”لیکھ ہیں“ کرمو نے کہا۔  
”لیکھ تو ہوتا ہے دسے آئی رہی“ وہ بولا۔  
کرمو نے پوچھا ”کون ہوتے تے تانی؟“  
”میں، ارے میں گھر والا ہوں رضو کا مور کون“ وہ بولا۔

کرمو رادھا کے ساتھ بولا کہ میں نہیں رضو ایک ذلیہ میں رہی لوہی لے آئی اور بولی ”لے کے گا میں بھی میں نے لگا دیا ہے“  
رضو کو ذی رہی اور وہ دونوں کھانا کھانے گئے کھانے کے بعد رضو نے کہا۔  
”چوہری کی گھر والی کو کچھ پریشانی ہے یہ مجھے لینے آیا ہے تو کیا کہتا ہے“  
دوبلی بڑھتے ہیں کہ ناک بیکر سے۔  
اور بولا ”میں نے تھ سے یکام پھر دیا ہے تو میں جا“  
”تجھے پتہ ہے تو کیا کہتا ہے؟ میرا نام ارے گا چوہری اس کا دیا کھاتا ہے اور آنکھ دکھاتا ہے کچھ اس اوالے کی شرم پر کھڑے رضو نے کہا۔

”بوڑھا نام پر گیا بولا“ تو جانے کی تو آنے کا پتہ نہ ہوگا کرب آئے میں اس کا کیا کر لوں گا“  
”میں اپنی مرضی سے نہیں جاری اور نہ مرضی سے آسکتی ہوں تجھے برداشت کرنا ہوگا“ رضو نے کہا۔  
”لیکھ تو چاہیں چوہری کی بات موڑ نہیں سکتا۔“  
”تو کیا نیل لایا ہے میں بیل جاؤں کی“ رضو نے کہا۔

”ہیں سانگل پر نہ بیٹھنا“ بوڑھا بولا۔  
رضو نے اپنے گھر لے کام نکلتے اور گریارہ بیچے دن کو ہم واپس روانہ ہوئے۔  
گھر سے کچھ دور تک بوڑھا وارے ساتھ آیا اور پھر لوٹ گیا۔

میں نے سانگل کا پنڈل بکڑا ہوا تھا ضرور ہے برابر چل رہی تھی اس نے بھی ایک ہاتھ سے پنڈل پکڑا ہوا تھا اس کے کپڑوں میں ایک پوٹی میں نے پنڈل سے ہاتھ دھوئی دوسری اس نے ہاتھ میں لٹکائی ہوئی تھی گاؤں کی گنڈھڑی تھ ہوئی تھی کچھ راست آ گیا تھا صوب میں بھی تیری آگئی تھی رضو کا رنگ صاف تھا اس کے دھوپ اور درجہ ہوئی تھی میں نے اس کو سانگل پر بیٹھنے کا نہیں کیا کیونکہ وہ پہلے ہی انکار کر چکی تھی۔ میں نے اس کا پیڑ دیکر کہا۔ ”تھک جائے تو تار دیا“  
”دوسری کرمو کی“ تھک میں ابھی گئی ہوں“  
”تو پھر رک جاتے ہیں ذرا آرام کر کے پھر آئے میں نے“ میں نے کہا۔

”ہیں لیٹ لیجئے“ میں نے ہموک بھی گنگ رہی ہے میں کھانے سے لیٹ لی ہوں آؤں گا چارواں لودالے مراھے ہیں آجے تھیں گے“ رضو بولی۔  
ایک درخت کے سائے میں، میں نے سانگل کو ذی کر دی ہر سونے گھر کی کھول کر ایک چارواں لائی اور اس کو دین بڑال دیا اور بولی۔  
”لے جاؤ تو میں بھی چھوٹا ہوں روئی رہتی ہوں“  
اپار کے ساتھ مراھے بہت اچھے گد رہے تھے

چاروے مونے پر اچھے دوڑوں کھانے کھانے کے بعد رضو نے کہا۔

”تو کب سے چوہری کے پاس“ وہ اس کا یہ سوال سن کر کس پر اتوہ بھر بولی۔

”اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے“

”میرا آپ چوہری کے پاس تھا اس سے پہلے اس کا آپ تھا میں اپنے آپ کی جگہ پر ہوں کی لوگ تو خاندانی خدمت کا رہا ہوں تیرے میرے میری اولاد بھی کر کے گی جو میں کرتا ہوں“ میں نے جواب دیا۔  
”میں نے تجھے نہیں دیکھا تھا اس لئے پوچھا“ رضو بولی۔  
”تو یہ بتا تو اس کی گھر والی کی تانی ہے“ میں نے پوچھا۔

”میں نے اس کی گھر والی کی کچھ نہیں ہوں اس کی گھر والی میں پنڈ کی ہے ایک پنڈ میں ہوں چوہری اس پنڈ میں بھی دیندار ہے وہ وہ پڑا آتا تھا اس کی خدمت میں اور وہ دونوں کیا کرتی تھیں جو اس کی گھر والی ہے اس کا نام کوئل ہے بڑی چالاک عورت ہے اور ساتھ ساتھ خوبصورت بھی ہے اس نے چوہری پر ایسا جگر بٹایا کہ چوہری اس کا لوانہ ہو گیا کرمو کوئل سے وہاں نہیں کر سکتا تھا اس نے ہم دونوں کو پنڈ میں رکھا ہوا تھا خوب خرچ دیا کرتا تھا میرا کوئل آج بھی تھیں کوئل کے باپ کو اس نے دیا رکھا تھا کھر کھر کے ذہن میں تو حویلی سا لگی تھی چوہری کی آغراس نے مجھ کو دیا کرمو اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کوئل سے شادی کر لے اور کوئل نے آفرین منزل پالی اور وہ حویلی چلی گئی میں پنڈ میں اس کی میرا خرچ چوہری دیتا رہا اس لئے اس حالے میں بھی بچہ نہیں کی میں نے جو مال اس نے زیادہ ہفتہ پندرہ دن میں میرے پاس آتا تھا میں اس کی خدمت بیوی کی طرح کرتی تھی کوئل چتا تھا کہ چوہری میرے پاس آتا ہے۔

عورت جب بیوی بن جاتی ہے تو وہ اسے آڑی کو بلے میں ہاتھ کر رکھنا جاتی ہے مجھ وہ اس کے قریب کسی

چوہری کے لئے

چوہری کے لئے

## آیت کریمہ سے مشکلات کا حل

بہر خانی کے لئے

بہر خانی کے لئے

بہر خانی کے لئے

بہر خانی کے لئے

بہر خانی کے لئے

مورت کو پسند نہیں کرتی، وہی کچی تھی جو میرے ساتھ چوہری کی خدمت کرتی تھی کباب اس کو اچھا نہیں لگتا تھا کہ میں چوہری کے قریب جاؤں مگر چوہری ایک مرد تھا اس کو میاٹھائی کرنی میری خدمت تو یہ ہے کہ عورت جب تک اس کی پیروی نہ کرے وہ اس کے لئے آسان سے تارے کو تار رہتا ہے اور جب وہی پیوہاں کی پیروی نہ جاتی ہے تو پھر اس میں سوتیلے اس کو کھڑا کرتے تھے ہیں کوئی خاصیت ہے مگر چوہری کی نظر میں اس کی نظر میں وہی میں کوئل ہے اس میں مگر چوہری کی نظر میں میں ہوں میں خود چوہری ہے جان چھڑا پاتا جاتی ہوں مگر کیا کروں نہیں چھڑا سکتی، رضو نہ کیا۔

”اور تمہارا گھر دلا جو ہے اس کو پتہ ہے یہ سب“ وہ میرا کہہ کر دلا گیا ہے صرف دنیا کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں چوہری نے اچھی طرح دیکھ بھال کر اس کی میرے پاس تھے اگر وہ مضبوط اور کاڈا مرد ہوتا تو میں چوہری کی نگاہی کیوں کرتی؟

”کہا تو تجھے اب پسند نہیں کرتی ہوگی پھر تو حویلی میں کس طرح رہتی ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”کوئل چوہری کی پیروی تو نہیں کرتی ہے مگر یہی تک کزور ہے“ وہ بولی۔

”کزور یہ کیا بات ہوئی؟“ میں نے پوچھا۔

”تو مرد ہے نہیں جانا عورت کزور اس وقت تک رہتی ہے جب تک اس کو دلا دینے ہوئی“

”اور اگر کوئل اس کی پیروی نہ کرے تو میرا تیرا ستہ بند“ میں نے کہا۔

”کوئل بھی اس نہیں بن سکتی ہے مجھے ابھی طرح معلوم ہے کہ کوئل کی بات ہے کوئل ہمارا مرد حویلی میں ہوں گی“ رضو نہ بتایا۔

”تو نے یہ سب پر گرام سے کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں پوری تیار ہی پر گرام سے کیا ہے“

”تو بہت کچی عورت ہے مگر عورت بھر مورت ضروری ہے“ وہ بولی۔

ہر مرد کے الفاظ کی بھوک مرز ذرا الفاظ کا اعتبار کرے تو عورت مہم ہو جاتی ہے۔ اپنا دل نکال کر سامنے رکھ دیتی ہے۔ میں نے کہا۔

”تیری بھی بھول ہے سب کچھ عورت نہیں سمجھتی“

”نہا، کہہ دیکھنا کمر ضرور مکتی ہے“ رضو بولی۔

”میں عمر میں تیرے برابر ہی ہوں گا مگر شاید تجربہ میں تو زیادہ ہے۔ اب بچنے والی کر دو رہی ہوگی میری شامت“ میں نے کہا۔

”میرے ہوتے ہوئے تیرا کچھ نہیں ہوگا تجھ سے ایک ضرور ہی لگ کر رہے ہوں کروں۔“ رضو بولی۔

”مگر لکھ کر ذرا جلدی کر چوہری صاف کرنے والا بند نہیں ہے“ میں نے کہا۔

”کوئل اور میرے علاوہ اس کی اپنی جوہر بھی تھی اور نہ کباب لکھ کر چوہری نے ستارے ہیں مگر اب چوہری کزور ہو چکا ہے مگر مجھے حویلی میں اپنا راج قائم کرنا ہے میری جڑیں اس حویلی میں اس وقت ہی ہوں گی جب میں چوہری کو اولادوں کی۔ چوہری سے مجھے ذرا زیادہ نہیں کہ وہ میرا ساتھ دے گا اس لئے تجھے میرا ساتھ دینا ہوگا“ رضو نہ سسکا کر کہا۔

رضو کی سرکھٹ میں ایک غصہ کی مرد کی محفل پر عورت ایک منٹ میں پرہہ ڈال دیتی ہے لوگ کہتے ہیں عورت ایسا بننے کے معاملے میں محفل سے کم اور جذبات سے زیادہ کام لیتی ہے۔

مگر یہ بڑی ہوشیار عورت تھی جو ہمارا پر گرام بنا کر قدم آگے بڑھا رہی تھی ہر طرف اس کی نظریں تھیں کوئی خاندان خالی نہیں چھوڑ رہی تھی میں جو وہم خانہ میں ابھر رہا۔

”تو قدرت ہے، لڑی ہے اگر اس پر بھی اولاد نہ ہوئی تو تیرا دشمنی کوئل جیسا ہوگا جس طرح کوئل کا نشہ چوہری سے اتر گیا ہے تیرا بھی اتر نہیں جائے گا پھر تو کیا کرے گی؟“

”قدم سے کوئل لٹسکا ہے مگر کوشش کرنا ضروری ہے“ وہ بولی۔

”تو نے بڑا اچھا پر گرام بنایا ہے تیرے ذہن میں پہلے سے تھا“ میں نے پوچھا۔

”پہلے سے تھا مگر صاف نہیں تھا میں نے تجھے دیکھا تو پر ہمارا پر گرام خود بخود میرے سامنے آ گیا میں جانتی ہوں کوئل کا اب وقت پورا ہو گیا ہے چوہری نے آخری لحاظات میں مجھے کہا تھا میں اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتا اور میں نے اسی رات بے اندازہ کر لیا تھا کباب چوہری اٹھ اٹھانے کا مگر میں نے پھر بھی اس کی حویلی کی آباد کرنے کا پروگرام نہیں بدلا میری اولاد اس حویلی کی وارث ہوگی یہ میری تمنا ہے میرا خواب ہے میں اس خواب کو تمہارے ذریعے پورا کروں گی“ وہ بولی۔

”اور تمہارا کباب کے نام سے چلتا ہے نام تو چوہری رحمت کا ہی رہے گا میں کس خانے میں رہوں گا؟“

”تیری یہ بات درست ہے تو ایک کچی ہے مگر پھر نہیں رہے گئے غرت کا خاتمہ دلاؤں گی تو چوہری تو نہیں لکھ کر چوہری سے کبھی نہیں ہوگا تو شہر جا کر کی باتیں رہے گا جو لوگ اسے نہیں پسندیں پڑ میں ہے نام نشان ہو جائے ہیں ہمارا نام والے اور عزت والے ہو جائے ہیں شہر میں کوئل جاسنے گا تو ایک کچی ہے شان سے رہنا میں تیری مدد کروں گی میرے بچے بھی تھے یہ کوئل رشتہ تھا کہ میں نے اور تو ان کو بھی دیکھ کر گھبرا گیا تھا تیرا اور میرا ہوگا“ رضو نہ کہا۔

”تیرے یہ پروگرام تو بہت لمبے ہیں“ میں نے جرت سے کہا۔

”تیری صورت دیکھنے میں سارا پروگرام میرے سامنے آ گیا“ رضو نہ کہا۔

”اچھا اب چلے دو کہبت یہ ہوگی ہے؟“ میں نے کہا۔

”کہا“

”تو پہلے یہ بتا تیری کیا مرضی ہے۔ اگر تو کہہ کرے گا تو پھر مجھے پورا پروگرام بدلتا ہوگا مگر جواب دینے سے پہلے خود کو لے کر کہہ کر تیرا لٹکا دے گا“

گاؤں میں نہیں رہے گا ہاں کرے گا تو میرے ساتھ ساتھ کوئی میٹھ کرے گا دونوں ہاتھ بتا دی ہیں میں تو کوئل اور رات لگا کر اس کی لوں کی تو نہ ہوا تو کوئل اور تیری مگر آ جائے گا تو اپنی سوچ تیرا کیا ہے گا“ رضو نہ کھلی دیکھ کر بولی۔

”عورت بڑی بہت دم مہم ہوتی ہے“ میں نے سوچا ”کمر خیز کر دوں تو یہ ضرور میرا بیڑا خرق کرادے گی“

”تجھ سے نا تو کوری نہیں سکتا تو نے مجھے ہر طرف سے گھیر لیا ہے“ کہہ کر میں نے کہا۔

”تو منہ کر سکتا ہے میری عمر نہ کر میں نے پوری بات کہی مجھ سے یہ بھائی ہے میں جانتی ہوں کہ تو میرا راز کی بات نہیں کر سکتا اور کرے گا تو خواہے یہ میری پرکھا جائے مارے گا میرا کھانا نہیں ہوگا“

”کباب میں ڈھیر سے پیڑوں کی اور تو سائیکل چلائے گا“ رضو نہ ڈھیر سے سسکا کر کہنے لگا۔

”میں کھڑا ہو گیا میں نے سائیکل منڈل سے بیکر کھڑکی کر لی اور سو آگے ڈھیر سے پیڑوں کی رات کباب خدمت میں بیڑوں بہت دور لگا پڑا تھا اس کا جسم میرے بازوؤں کے درمیان تھا میں بیڑوں چلانے کو کھینچ پڑا اور ڈھانچا تو اس کے جسم پر زور پڑا تھا۔

”تو تو میرے انداز سے ہے کچھ زیادہ ہے“ رضو بولی۔

”ابھی سے تو نے اندازہ کر لیا“ میں نے کہا۔

”عورت مرد کی ایک ٹھاکہ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر لیتی ہے اس طرح اس کے انداز سے ہر معاملے میں ٹھیک ہوتے ہیں میرا اجماع اندازہ ہے وہ بھی ٹھیک ہوگا“

”ہاتھ کر رضو بولی“ اچھا اب چلے جا اگر چوہری آگے کے کمر پر بیڑوں ہوگی تو کھان میں بیڑوں آئی ہوں سائیکل پر نہیں بیٹھیں مگر کچھ کر کر رام بھی کیا تھا میں بھی اپنی لگوں کی میراں کو لیٹن آ جائے گا اور میرا دھار بھی دے گا میں تیرے ساتھ سائیکل سے نہیں آئی

ہوں دلوں کی عزت بڑھ جائے گی“  
 داماد کی محبت کے لئے سوچا ہر بات کا جواب  
 پہلے سے تیار کر کے رکھا ہے۔  
 چوہدری میرا انتظار کر رہا تھا میری شکل دیکھتے ہی  
 ہنر کم کیا ہوا ”اوسنے کہاں مر گیا تھا“  
 ”مر کر پھیل آیا ہوں زکرت کرتا“ میں نے کہا۔  
 ”سائیکل تو تیرے پاس بھی بھری کونسا رکنا کیوں؟“  
 وہ بولا۔  
 ”مئی وہ رضوی بی بی نے سائیکل پر بیٹھنے سے الٹا رک  
 جو کہ پاتا تھا دلوں پیدل لی آئے ہیں“ میں نے کہا۔  
 ”اجا اچھا لکھا ہے جیل دین ہو“ اور چوہدری اندر  
 چلا گیا۔  
 عورت ہی عورت کی دشمن ہوتی ہے بزرگوں کا کہا  
 ہوا اور اہل اور کوئل کی جگہ رشوا کی گول نے ہر شرط مان  
 لی تھی کہ رشو سے صرف ایک شرط چوہدری کے سامنے  
 رکھی تھی کہ کوئل کو طلاق دے پھر نکاح کر دیں گی۔  
 چوہدری کے سر سے کل کا بھوت اتر چکا تھا۔  
 چند دن میں رشو تیکم کے غمات میں بھگتا رہا ہو گئے  
 اس نے پرانے اور بڑے ملازمین کو حوٹلی سے دور  
 کر دیا بہت آہستہ آہستہ رشو کو آنا جانا ہوتا تھا۔  
 چوہدری آزاد طبیعت کا آدمی تھا حوٹلی میں  
 رات کو جاتا تھا دن بھر عورت بچہ کی اور نہ جانے کہاں  
 کہاں پھرتا ہوا رات کو آتا تو تیکم بھی نہیں کر اس کے  
 لئے دسترخوان لگاتی اور اس کی سارے دن کی محنت  
 اتار دیتی گول میں بھر گیا نہیں کہ وہ حسین زادہ کی اس  
 لئے بھگتا رہا وہ بھی کسی عزت حسین ہوتا اپنے دروسے  
 جاتی ہے اس کی تعریف کرے کہ اگر وہ تعریف کر دے تو  
 مجھے سے بڑا اس کا تھ ہے اور اگر کر دے تو خود میں  
 کی محنت کرتی ہے اور سب کا احساس دھیرے دھیرے  
 اس کا سکون برباد کر دیتا ہے۔  
 کوئل کے بھروسے رشو بڑی ہوشیار تھی اس نے  
 چوہدری کو خوب چمکا تھا نکاح سے پہلے ہی اور نکاح  
 کے بعد بھی وہ چوہدری کو بہت دور تک جان لگتی تھی

دیا۔  
 حوٹلی میں خوشیوں کا سیلاب آ گیا۔ چوہدری کا  
 وارث پیدا ہو گیا رشو تیکم کا ہوا آج اس سے بچیں کرنے  
 لگا چوہدری نے دل کھول کر خوشی منائی۔  
 چوہدری کی جڑیں حوٹلی کے بہت سے ٹھیکے چلی  
 گئیں اب وہ ایک طاقتور شخصیت اس کا حکم چوہدری  
 اور چوہدری حوٹلی پر چلتا تھا چوہدری اس کے حکم کا نظام تھا  
 رشو اسے کام کر رہا تھا دوسرے سال پھر  
 چوہدری کو خوشی ملی تھی چوہدری نے بھاری لاکھوں کے  
 جنم دیا تھا اس کے ساتھ یہی ہو کر رشو کی عمر لگانے  
 ایک لاکھ تو جنم دیا کہ رشو کا کردار بھی تھا تھا۔  
 اور اس طرح چوہدری نے چار لاکھ پیدا  
 کر دیے رشو پھر ہی چوہدری میں بن گئی۔  
 اس طرح رشو کی پیدائی نے چار لاکھ پیدا  
 کر دیں۔  
 اب رشو کا کردار اس ڈرامے میں ڈرامہ ہوا اس  
 کو بھی احساس ہو گیا تھا۔  
 اگر رشو تیکم کے ساتھ وہ کس کو کچھ مصلیٰ آگئی  
 تھی اور کچھ مصلیٰ اس کی پیدائی نے پہلی جی پی اے تو ہے ہی  
 اس کو دے دی تھی اس کے بعد اس سالوں میں اس نے  
 پیدائی کو اتنا کام کر دیا تھا کہ اب کے لئے کافی تھا۔  
 شہر میں رہنے کی صلاح تو رشو تیکم کو اس بہت  
 پہلے دے چکی تھی اس کے وہ دن میں یہ بات بھی تھی اس  
 اس کو بھی وہ دن میں کہہ چکا تھا پلان تھا پلان تھا  
 رشو کو اس کے سامنے تھا کہ اس نے جو پلان بنایا  
 تھا وہ اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔  
 وہ انتظار کر رہا تھا کہ رشو تیکم کو پلان زان سے  
 کچھ سکھائے اس پلان کو پورا ہو چکا تھا اس پلان پر  
 آخری حصہ رشو ہی تھا اور رشو کو رشو سے کچھ نہیں جانتا  
 تھا اس لئے کہ پلان تو چوہدری کا تھا اس کو پلان پورا  
 تھا اور رشو کا رشو کا کردار اس ڈرامے سے ختم تھا۔  
 تھا اور اس انتظار میں پانچ سال گذر گئے بچے

بڑے ہوئے گئے رشو نے بہت کچھ کر لیا تھا شہر  
 میں مکان خرید لیا آئے وقت کی تیاری میں وہ لگا تھا  
 شہر میں اور بھی کچھ اس کے خرید اگر اس کی ہوس کی  
 نہیں گنتی تھی۔  
 رشو تیکم نے اس کی طرف سے کبھی ہاتھ نہیں دھکا  
 اس کے اختیارات میں نہیں ہوئے صرف اتنا ہوا کہ اب  
 اس کا آنا جانا چوہدری کے کمرے میں ہو گیا تھا۔ رشو  
 اسے اس کو کونسی شہرت کا مقام ملا وہ رشو کے کمرے  
 دین میں گیا اور چوہدری کا خاص آدمی بن گیا۔ اس کا خاص  
 ہوا چوہدری بھی ماننا تھا کہ وہ اندر سے بے چین تھا اور  
 انتظار کرتا کہ آج چوہدری اچھے شہر جانے کو کہے گی مگر  
 شام ہو جاتی آہستہ آہستہ اس کی بے چینی میں اضافہ ہوتا  
 گیا وہ ردت کھو گیا کھو یا سارے لگا۔  
 اندر کی پریشانی پھر سے پرتو ظاہر ہو جاتی ہے  
 رشو نے اس کا پتہ پھر پورا نہ چلا۔  
 کچھ پریشان لگتے ہوئے ”رشو نے پوچھا  
 ”ہاں چوہدری میں پریشان ہوں“ رشو نے  
 جواب دیا۔  
 ”مجھے بتا دیا کہ پریشانی ہے“ چوہدری بولی۔  
 ”میرا خیال ہے“ میرا کام ختم ہو گیا ہے اب تک  
 میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ میرا ختم ہو گیا ہے اس  
 سے بہت کم کر کے کام نہیں کیا اب اگر میں میری ذرا سی  
 چنگ ہو گئی تو میں یہ سوچ سوچ کر بے چین ہوں میں  
 کھتا ہوں اب میرا یہاں رہنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہوگا  
 میں تمہارے کہنے کا انتظار پانچ سال سے کر رہا ہوں ختم  
 نے اپنے پورے کام سے آخری حصہ پر اب تک نہیں  
 کیا کمرے لگا۔  
 چوہدری نے بڑے سکون سے رشو کی بات سنی۔  
 پھر بولی۔  
 ”میرے چوہدری تم ہو میرے بچوں کے پاس تم  
 ہو۔ یہ سب میرا جاننا تھا کہ رشو میں آباد کر دیں گی مگر  
 میں تم کو رشو سے جدا نہیں کر سکتی تھا وہ جو چوہدری نہیں  
 ہے تم مجھے ہو گے کہ میرا پانا بہت کا سیلاب ہے مگر

میرے چلان میں بیٹھ جا رہا تھا میرے سامنے ایسا ہے  
 میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں تم کو اپنے قریب رکھنا  
 جاہوں کی بے میرے چلان میں نہیں تھا دھمکیوں کی محبت  
 بات ہے نہ تم اس میں جس کو میرا کھیل رہا چاہو نہ میں  
 اس میں میں ہوں کہ یہ سوچ کر میرا ہیسا ہوا ہے میرے  
 دل میں تمہارے لئے یہ جذبہ پیدا ہوا کیا اور پیدا ہوا  
 تو اس وقت کیوں پہنچا ہوا اگر اس کی بیڑ کے سامنے میں  
 ہوتا تھا جہاں پہنچ کر میں نے اچارے سے ہار کھائے  
 تھے تو میں بھی آزاد ہو گیا تھا تمہارے ساتھ کھ جائی۔  
 اگر اس وقت پیدا ہوتا جب میں پہلی بار کمرے کی  
 تنہائی میں لے تھے تو میں ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس  
 آجاتی رہا لیکن پھر اہم تھا کہ تم ہو مگر اب تم کو گھبرا  
 کرنے کا تصور میرے لئے جان لیا ہے میں تم سے  
 ہدایتیں نہ کھتی، رشتہ ہے۔  
 ”تم جانتی ہو کہ تم آگ سے بھیل رہی ہو۔ آگ  
 کے پاس بارود کو نہیں رکھا جاتا اس لئے کرب جانتے  
 ہیں کسی لمحے بھی دھماکا ہو سکتا ہے“ کہہ کر وہ گیا۔  
 ”اس جاتی ہو خوب جاتی ہو تم جس آگ  
 کی بات کرتے ہو اس آگ سے زیادہ بڑی آگ  
 میرے اندر ہے میں اس آگ سے لڑتی ہوں مجھے  
 کچھ نہیں چاہئے نہ آزاد، نہ وہی دولت نہ ناز نہ بات  
 میرے اندر کی آزاد صرف ایک ہے تم میرے ہو جاؤ  
 میں تمہاری باتیں چاہوں نہ رضوی۔  
 چہ برداری کہ کب سے لے کر مڑا رہ گیا۔  
 کہہ کر وہ گیا ”آہ بہتہ یولو چہ برداری دیواروں  
 کے بھی کان ہوتے ہیں ایک طوفانی صہمت کرنے کی نہ  
 تمہاری عمر ہے نہ میری اس کی باتیں تم کو دہانتا کہیں  
 گی تمہاری عزت کی دیوایں بھیر دیں گی میری زندگی  
 ختم کریں گی میری نہیں بھی برباد ہو جائیں گی ذرا  
 ہوئی کہ تم تو بہتر ہیں دو گرا ہٹائی ہو تمہارے دو گرا تم  
 لیل ہوتے ہیں نہیں بھڑکی ایسا ہو کر مارتا ہوں جس کے  
 ذریعے تم اپنا عقیدہ ہار کر لڑو، ”شونے بے دوسے فورے  
 کہہ کر وہی بات کی اور بھڑکی۔

”تم نے اچھا راستہ بتایا میں اس پر ضرور غور کروں  
 اگر وہی کو تھلاؤں کی دھول۔  
 دوسرا ہوا وہی تیزی سے باز آ رہی تھی اس کا  
 رن کر کے موزا دی تھا کہ کہہ کر سامنے یہ ایک نئی  
 صورت تھی اس کی اپنی باتوں نے بھی سوچا نہیں تھا۔  
 سفید بالوں میں کاک لگنے والی صورت تھی اس کی  
 پہلے اس نے سوچا خاموشی سے یہاں سے چلا جائے مگر  
 پھر اس نے یہ ارادہ بدل دیا صورت کی طوفانی بڑی تیزی  
 مڑی تیز ہے وہ دھڑکا جاتے تو بڑی خطرناک ہو جاتی  
 ہے خود کے لئے بھی اوروں کے لئے بھی میرے جانے  
 کے بعد اس نے میرے بارے میں چہ برداری کو غلط راہ  
 دکھائی تو چہ برداری کے لئے شہر دوڑیں ہو گا وہاں کے  
 رن ہو کر پہنچ کر تھی اس کی صورت مگر ہر طرف دوڑا سکتی  
 ہے مڑی کاک صورت کے ساتھ میں ہوتی ہے۔  
 رشتہ کے اندر جتنی شدت سے محبت کا جذبہ پیدا  
 ہوا اگر تھی ہی شدت سے انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا تو  
 بھی ہر اثر ہو گا میں آخر ہوں تو ہی گاؤں والوں کی  
 نظر میں کھڑی نہ تھی لگی ہے تو وہ کھل رشتوں کی میرا ہی  
 ہے کہ وہ کھڑی تو نہیں تھی کسی نہیں رہوں گا اب میرے  
 لئے زیادہ خطرناک کار کا کام ہے میں اکیلے نہیں چار چار  
 لڑائیں ہیں میرے لئے لڑنے کے رشتہ لگی میرے حصے میں  
 لڑائیں رہ گئیں کہہ کر وہ اپنی سوچ کے کھڑے کو بے  
 لگا کر چلا تھا میرے لئے نہ چاہئے کیسے خیالات آرہے  
 تھے کمراس کے پاس اس حالات سے کنٹرول کا کوئی فارمولا  
 نہیں تھا۔  
 کہہ کر وہی ہرگز مڑی جوانی لے بستر باندھ لیا۔  
 بوجا باس پر کھڑا تھا کمراب تک صورت نشانی نہیں آئی  
 اس نے زندگی میں دیکھی ہی تھی ایسا ایک سے آپ  
 نے اس کی کوئی دیکھی ہو اللہ کی گائے جس تھاں پر کھڑا کر دیا  
 کڑی کی جو دے دیا میں ہی گزارہ کر لیا اس کی کس  
 کس میں اس کی ماں نے اور صاحبہ سے لئے لڑائی میری  
 تھی کہہ کر وہی ہرگز خرد و خرد کرتا تھا اس نے  
 جورو چکے کہہ کر وہی نہیں تھا اور کہہ کر وہاں دو لاکھ لڑیں

کہتی اس نے کہہ کر وہی کے لئے بہترین شہر چہ برداری  
 کہہ کر وہی کو تھلاؤں کی دھول۔  
 دوسرا ہوا وہی تیزی سے باز آ رہی تھی اس کا  
 رن کر کے موزا دی تھا کہ کہہ کر سامنے یہ ایک نئی  
 صورت تھی اس کی اپنی باتوں نے بھی سوچا نہیں تھا۔  
 سفید بالوں میں کاک لگنے والی صورت تھی اس کی  
 پہلے اس نے سوچا خاموشی سے یہاں سے چلا جائے مگر  
 پھر اس نے یہ ارادہ بدل دیا صورت کی طوفانی بڑی تیزی  
 مڑی تیز ہے وہ دھڑکا جاتے تو بڑی خطرناک ہو جاتی  
 ہے خود کے لئے بھی اوروں کے لئے بھی میرے جانے  
 کے بعد اس نے میرے بارے میں چہ برداری کو غلط راہ  
 دکھائی تو چہ برداری کے لئے شہر دوڑیں ہو گا وہاں کے  
 رن ہو کر پہنچ کر تھی اس کی صورت مگر ہر طرف دوڑا سکتی  
 ہے مڑی کاک صورت کے ساتھ میں ہوتی ہے۔  
 رشتہ کے اندر جتنی شدت سے محبت کا جذبہ پیدا  
 ہوا اگر تھی ہی شدت سے انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا تو  
 بھی ہر اثر ہو گا میں آخر ہوں تو ہی گاؤں والوں کی  
 نظر میں کھڑی نہ تھی لگی ہے تو وہ کھل رشتوں کی میرا ہی  
 ہے کہ وہ کھڑی تو نہیں تھی کسی نہیں رہوں گا اب میرے  
 لئے زیادہ خطرناک کار کا کام ہے میں اکیلے نہیں چار چار  
 لڑائیں ہیں میرے لئے لڑنے کے رشتہ لگی میرے حصے میں  
 لڑائیں رہ گئیں کہہ کر وہ اپنی سوچ کے کھڑے کو بے  
 لگا کر چلا تھا میرے لئے نہ چاہئے کیسے خیالات آرہے  
 تھے کمراس کے پاس اس حالات سے کنٹرول کا کوئی فارمولا  
 نہیں تھا۔  
 کہہ کر وہی ہرگز مڑی جوانی لے بستر باندھ لیا۔  
 بوجا باس پر کھڑا تھا کمراب تک صورت نشانی نہیں آئی  
 اس نے زندگی میں دیکھی ہی تھی ایسا ایک سے آپ  
 نے اس کی کوئی دیکھی ہو اللہ کی گائے جس تھاں پر کھڑا کر دیا  
 کڑی کی جو دے دیا میں ہی گزارہ کر لیا اس کی کس  
 کس میں اس کی ماں نے اور صاحبہ سے لئے لڑائی میری  
 تھی کہہ کر وہی ہرگز خرد و خرد کرتا تھا اس نے  
 جورو چکے کہہ کر وہی نہیں تھا اور کہہ کر وہاں دو لاکھ لڑیں

سامنے اٹھ اٹھا نظر آ رہا تھا۔  
 اچھی خراب اور نامی اس کے لئے فائدہ  
 مند نہ تھا وہ دن اس کی محبت خراب ہو رہی تھی آئے  
 والے وقت کے اور احساس گناہ نے اس کی نیند اڑا  
 دی تھی۔ اس کا چہرہ چلا جاتا تھا جہاں چاہتا تھا بہت تیزی  
 کے ساتھ اس پر حملہ آور تھا ہر وقت وہ کسی سوچ میں  
 چلا نظر آتا تھا چہرے پر ہوائیاں اڑتی تھیں اس کی یہ  
 حالت دوسرے کو بھی نہ دیکھی تھی اس کی دن اس کے گرد کو  
 اپنے پاس بٹا رہا کہ۔  
 ”کی گئی اسے کہہ کر وہی بٹان سے ہٹا رہی نظر آتا  
 ہیں“ رشتہ ہے چھما۔  
 کہہ کر وہی ابھی نگاہوں سے وضو کو دیکھا اور  
 بولا۔  
 ”چہ برداری میں اچھا ہوا تمہاری مرضی ہے کہ  
 میں تمہاری عیوبی میں تمہاری خدمت کرتے کرتے  
 مردوں کو بھی بے محکوم ہے یہ تو بھی جانتا ہوں کہ جو  
 پیدا ہوا ہے اس کا ایک دن مرنا ہے“  
 ”تو کبھی دیکھی باتیں کر رہا ہے تو کیوں اتنی  
 جلدی میرے گائی کو تو نے اپنے ہونوں کو درخت بننے  
 دیکھا ہے ان پر پھول پھول گئے دیکھا ہیں“ رضوی۔  
 ”چہ برداری میرا دیکھا اور نہ دیکھا ہے ہمارے  
 میں تو کی ہوں ضرور ہوں۔ میں تو پیدا آئی ضرور ہوں  
 میری حیثیت کیا ہے“ کہہ کر وہی گیا۔  
 ”تیری حیثیت میرے دل میں ہے کہ تو میری  
 اہیت کا جذبہ نہیں مجھے تو ہے میرے خواب پورے  
 سے ہیں تو نے میرے راز کو بھجا رکھا ہے تو کوئی  
 معمولی دکان نہیں ہے اس لئے مجھے اپنے قریب  
 رکھنا چاہتی ہوں خود سے ہار نہیں کرنا چاہتی میرے دل  
 میں تیرے لئے محبت ہے میں تیرے ہر دکھ کو سمیٹ لینا  
 چاہتی ہوں میں نے کیا تیری عزت اور دقت میں اضافہ  
 نہیں کیا کیا تو اس عیوبی کا تھرا نہیں ہے کیا تو اس  
 کوئی ہال سکا ہے کہ تیرے دل میں شاید یہ خیال آ گیا  
 ہے کہ میں تجھے بامعہ کر دکھ رہی ہوں“ رضوی گیا۔



مستند اکثرول، حکیموں، ماہرین طب ہلاکت پیشوروں سے لکھی مفید کتاب

قیمت - 100 روپے

## ہیپاٹائٹس اور علاج

(کالچین)

پڑھے ہیپاٹائٹس کیوں اور کیسے ہوتا ہے، جگر کی ساخت، جگر کا اہم کام، یوریا بننے کا عمل، ناکارہ خون کے ذرات، مفید عضو ہیپاٹائٹس اور کینسر، جنسی علامات، مرض کی وجوہات، قدرتی نظام، گردوں کا عمل، ہیپاٹائٹس اے، اور ہیپاٹائٹس بی، ایبیلیٹیٹیٹی اور ویو ویو جیتی علاج، ہیپاٹائٹس کا طبی علاج، داغ دیر دیگر نسخہ داغ برقان، نسخہ آلم، شربت انار، عرق کاسنی، نسخہ آب آمین، تاب، خشک انجیر سے علاج، گردے کا درد، گردے کا درم، جگر پر درم، جگر میں گری، برقان (چلیا)، زیادہ چیش آب آنا، گردوں کے نقص، جگر میں درم کے لئے، تلی کا رائے سے علاج، تلی بڑھنا، تلی کا درم، آک سے برقان کا علاج، امراض گردہ مثانہ کے چند نسخے، دن میں صرف دو بار کھائیے، دن میں آٹھ گھنٹہ پانی پینا ضروری ہے، روزانہ پندرہ منٹ ورزش کریں، حفظان صحت کے 39 اصول، اور دیگر معلومات اور ان کا علاج کر بیٹھے کیجئے۔

حکیم غلام مصطفیٰ

شعبہ طبی نسخہ نویسی  
نویس اسکوائر گریجویٹ  
ایڈوکیٹڈ

Ph: 32773302

”جیلے نے بتایا بہت بڑے گھر کا لڑکا ہے  
ذمیدار ہے۔“  
”نیک ہے میں تمہارے باپ سے ذکر کروں  
گی۔“ اس نے کہا۔  
رات کو اس نے گرم دین سے کہا ”ایک رشتہ آیا  
ہے کلکے لئے۔“  
”اچھا لوگ ہیں“ گرم دین نے پوچھا۔  
”جیلے تارقی کی بہت بڑے ذمیدار لڑکا  
ہے۔“ اس نے جواب دیا۔  
”اے اللہ مگر بات تو پوری بتا کر نام پتہ کیا  
ہے۔“ گرم دین بولا۔  
”یہاں کرے ہیں ان کو لانے بیٹے ہیں تم خود  
پوچھ لینا سب کچھ۔“ اس بولی۔  
”تم جادوئی بعد خود جادو ستون کے ساتھ ان  
کے گھر آگیا گرم دین نے پوچھا۔ ”اچھا تو جیہ تازہ  
تمہارے باپ کا کیا نام ہے؟“  
”میرے باپ کا نام چھدری رحمت ہے“ وہ فخر  
سے بولا۔  
چھدری رحمت کے نام پر گرم دین کو بھلا گیا۔  
”اور تمہاری ذمیداری کہاں پر ہے؟“ گرم  
دین بولا۔  
”گھر والوں کے پاس ہمارا پک ہے۔“ اور اس  
نے دہی بتایا جو کہ گرم دین کو بھلا دیتا تھا۔  
گرم دین کے ہاتھ خشک ہونے لگے اس  
کے چہرے پر روتی چھا آج اس کے سامنے دغا  
کی سب سے اونچی حقیقت کھڑی تھی ایک بھائی بہن  
کا رشتہ نامک رہا تھا کراس میں اس کا کیا قصور تھا۔  
قصور تو گرم دین کو نہ تھا جس شدت سے اس کو آج  
اسے گناہ کا احساس ہوا تھا تو بھی نہیں ہوا تھا اس کا  
سر شرم سے جھک گیا۔  
اس کی حالت دیکھ کر فخر بھی پریشان ہو گیا۔ بولا۔  
”ماچا جی آپ بہت پریشان ہو گئے ہیں  
کوئی غلط بات تو نہیں کر دی ہے؟“

”میں جیتا تم نے کون کون کیا میرے ساتھ وقت  
نے اتفاق کیا ہے۔“  
”آپ تائیں تو شاید میں آپ کی کوئی مدد  
کر سکوں۔“ فخر بولا۔  
”میری مدد کی نہیں کر سکتا تم جیسے جان کو میں  
بھوس کر رہا ہوں تمہارا رشتہ کلکے سے نہیں ہو سکتا یہ  
سوال نہ کرنا کیوں نہیں ہو سکتا اور کسے تو جواب نہیں  
لے گا۔“ گرم دین بولی خشک سے بولا۔  
”یہ سوال تو قدرتی طور پر میری زبان پر آئے گا  
فی“ فخر نے کہا۔  
”آئے گا کہ میں جواب نہیں دوں گا تم اپنے مگر  
جادو راہی ہیں اس سے کہا کہ میں گرم دین عرف گرمی  
لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ تم کو اس کا جواب  
دے دی کہ مگر صرف اپنی ماں سے سوال کرنا آپ سے  
نہیں ان کا جڑ، جواب ہوگا وہی میرا بھی جواب ہوگا“  
گرم دین بولا۔  
فخر کو اندازہ نہیں تھا کہ اس کو اس قسم کی محنت سے  
ساتھ پڑے گا اس کا جس ایک دم بڑھ گیا اور ایک  
قدرتی امر تھا وہ بولا ”ماچا آپ نے مجھے تیروں کے  
سمندر میں غرق کر دیا ہے آپ ہی کچھ بتاویں تو میرانی  
ہوگی۔“  
”جیسا میرے پاس اگر جواب ہوتا تو ضرور دیتا“  
گرم دین بولا۔  
فخر تپ تپ میں گر رہا تھا بولا ”میں آپ کے  
سوال کا لکھنا خیال کروں یا نہ کروں“  
”میں نے کہا تھا جواب تم کو تمہاری ماں دے  
وہی میرا جواب ہوگا“ گرم دین اٹھ کھڑا ہوا اس کا  
مطلب تھا آگے بات نہیں کرے گا۔  
فخر اور اس کے دوست بھی کھڑے ہو گئے ایسا  
عجیب و غریب جواب اس کو ملے گا اس کا کسی کو پتہ نہ تھا  
اگر اس کو کچھ نہ دیا جاتا اس کی ذات میں خرابیاں بتائی  
جائیں تو بھی شاید وہ اتنا پریشان نہ ہوتا جس طرح وہ  
اب پریشان ہوا۔ اس کے ساتھیوں اور اس کے چہرے



پر بہت سوالات تھے کہ وہ غاسٹ تھا۔  
رات اس نے نہایت کرب کے عالم میں گزار دی  
اور سوئے سے ہی کا ذکر داند ہو گیا۔  
دن کے کیا کرے؟ بچے وہ کھڑے بیٹھا چہرہ پر جدی رحمت گھر  
پر نہیں تھا وہ سپید حمال کے پاس چلا گیا اس کو دیکھ کر  
حیران ہوئی اور بولی۔  
”کیا بات ہے پتر؟ سوئے سے سوئے سے بغیر اطلاع  
کے اٹھ گئے۔“  
”ماں بات ہی ایسی ہے مجھے تو رات کا کٹنی مشکل  
ہو گئی تھی“ وہ بولا۔  
”کیا بات ہے؟ جلدی بنا تو ہے مجھے بھی پریشان  
کر دیا۔“  
”ماں بات یہ ہے کہ میرے ساتھ ایک لڑکی  
پڑتی ہے اس کا نام کلید ہے دو دہائیوں میں بڑی کا نام  
جیلر سے مجھے کلید پہنچے ہے میں نے اس کو پر پڑ کر دیا  
اس نے گھر لایا میں کل شام اس کے کمر کی خاک مر اس  
کے باپ نے اٹھا کر دیا۔ افرار کیا اور کہا کہ تم اپنی ماں  
کے پاس جاؤ اور اس کو کہنا کہ میں دین عرف کرم کی  
لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو جواب تھا کہ میں  
دین کی وہی میرا جواب ہو گا تو اس کے جواب کو سن  
کر حیران رہ گیا ہوں۔“  
”خیر نے ایک ہی سانس میں  
پوری دو دہائیوں کر دی۔  
وہ تو کہہ کر غاسٹ ہو گیا مگر میری سن کر کلید کمر  
کی لڑکی ہے اور کمر کو سن ہے اس سے تو زیادہ کون چاسکا  
تھا روضہ کی آواز بند ہو چڑھ چلا۔ وہ ہلے نہ کہہ  
بیٹھ گئی۔ فرخ پھر کیا جو حالت کرم دین کی ہو گئی تھی اس  
سے بڑھ حالت اس کی ماں کی ہو گئی۔  
”کیا وہاں آپ اس قدر تھک گھر آئیں؟“ وہ  
جبر سے بولا۔  
”تو میرا بچہ ہے نا“ روضہ نے پوچھا۔  
”اس میں کیا شک ہے؟“ فرخ بولا۔  
”مگر میں تجھ سے کہوں کہ تو کلید کا روضہ چھوڑ  
دے تیری شادی اس سے کسی حالت میں نہیں ہوگی“

روضہ نے کہا۔  
”مگر جلدی تو میں آپ کی بات حلیم نہیں کروں  
گا۔“ فرخ نے کہا۔  
”اگر میں تیری ماں ہوں اور تو سراپا ہے تو  
میری ہر اچھی برائی تجھے حلیم کرنا ہوگی اگر تو حلیم نہیں  
کرے گا تو کھانا کھلائے گا اس لئے اس بار سے میں  
کوئی سوال نہ کر میں جواب نہیں دے سکوں گی۔“ روضہ  
نے کہا۔  
”اں اس سوال کا جواب تو آپ کو دینا ہوگا۔  
مجھے نہیں تو کسی اور کو دینا ہوگا آج نہیں تو کل آپ اس  
سوال سے نہیں بچ سکتی ہیں“ فرخ نے آواز سترخان اور دود  
ادب میں دہرایا۔  
”میرے پاس اس کا صرف یہ جواب ہے کہ روضہ  
میں ثابت کا ہر دہائی نہیں گھٹا گاؤسے کی اینٹ کو  
چراغ سے نہیں لگایا گیا کمر اس حویلی کا کسی تھا اس کی  
بگہ بیٹھتے ہیں مگر یہ تو مجھے ہمارے برابر نہیں ہے میں  
ہرگز برداشت نہیں کروں گی“ روضہ نے بتائی۔  
”بہن اپنی بات ہے، میں اب اسے بات کر لوں گا  
ان کو سناؤ گا۔“ فرخ بولا۔  
”جس کی سے بھی بات کرو میری زندگی میں یہ  
نہیں ہوگا“ روضہ نے کہا۔  
”ماں اب وقت بدل رہا ہے بڑے چھوٹے کا  
فرق نہیں رہا ہے مگر کرم دین اس حویلی کا کسی تھا تو اب تو  
نہیں ہے اس کی اولاد تو کی نہیں ہے“ فرخ نے کہا۔  
”مگر میں اس احساس سے چھٹکارا نہیں پاسکتی“  
روضہ نے کہا۔  
”آپ نے اگر ضد کر لی ہے تو یاد رکھیں میں بھی  
کلید کا کچی ضد نہا سکوں“ فرخ بولا۔  
”ایسا نہ کرنا ہے تجھے اعتدال نہیں تیری ضد کسی  
زندگیوں جا کر اڑے گی۔ کتنا بڑا طوفان آ جائے گا  
موت کو فحشی سے کون تول کرنا ہے مگر بعض حالات میں  
انسان زندگی سے موت کو گٹے لگاتا ہے اور زیادہ  
کریڈت نہ کر کے کہے کہ بہت جان لے“ روضہ نے

جاہزی سے کہا۔  
”میری تجھ میں کچھ نہیں آ رہا میں نے کہا اٹھو  
کام کر دیا ہے شادی کی تو کرنا چاہتا ہوں“ فرخ بولا۔  
”خود ضرور شادی کر ایک سے ایک خصوصیت  
لڑکی پڑی ہے میرے لئے لاؤں کی مگر کرم دین کے  
دورانے پڑ تو نہیں جانے گا“ روضہ نے کہا۔  
فرخ کے چہرے پر اضطراب تھا اس تھا وہ دونوں  
ہاتھ مل رہا تھا ہونٹ لہ رہے مگر اتفاقاً زبان پر نہیں  
آ رہے تھے۔ یہ کیا جواب تھا جس کے سر اور ہونٹ کا پتہ نہ  
تھا۔  
آخروہ بڑی مشکل سے بولا۔ ”میں اب اسے بات  
کر دوں گا۔“  
”ہرگز نہ کرنا میری ضد اس کی گراشی کر لے گی تو  
میرے ساتھ کی اور زندگی میں برباد ہو جائی گی۔ جرتو  
نہیں جاتا، اس کو موت چاہا“ روضہ نے تمہیر لے لی  
کہا۔ ”ایسی وقت میرے ہاتھ میں ہے جہاں ہے وہیں  
رک جاؤ اور جیوش تکی ہوں لے طوفان آ گیا تو بڑی  
تجاری آ جائے گی اس تپا کی گردنا تیرے باپ کے بل کا  
روک نہیں ہوگا۔ ہر بات کو جاننا ضروری نہیں ہوتا آگئی  
بڑی ظالم چیز ہے۔“  
میری بات مان لے میں تیری شادی خود کروں گی  
اور تیری پند سے نہیں کروں گی تو بڑے تو جو کرم دین  
پرست پر جانے گی میں تجھے اسے دینے کی وجہ سے دھکی  
کر دی ہوں اگر بات اتنی ہی ہوئی تو بھی میں گماہ  
کر سکتی کہ حقیقت اس سے بھی زیادہ بھیا یک سے میں  
اس بھیا یک عمل کو تھارے سامنے ٹھکر لاؤں گی تم  
لے زندگی گزارا ہے اس حویلی کو یاد رکھنا ہے میرے  
لال لکنا خند نہ کر میں کو میں پوری نہیں کر سکتی۔ میری  
لائج میرے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ وار کیا ہوں۔“  
روضہ کو بولی اس کے اسور خراشوں پر پرداں تھے اور  
اس کا چہرہ مٹا ہوا اور ہاتھ۔  
فرخ نے ماں کی حالت دیکھی وہ تو کہہ دے گی ہو  
گیا۔ ”انسان جان بوجھ کر ہادی نہیں کرتا اپنی خوش

سے آگ میں جھلا کر نہیں لگا تا۔ مگر جب آگ  
انسان کے اندر داخل ہوتی ہے تو پھر وہ کیا کرتا ہے مجھے پتہ  
نہیں“  
فرخ نے جس میں اس آتش فشاں کا دہانہ کل میاں کو  
بار بار اپنی ماں کے لفظ یاد آ رہے تھے اس کے  
آسوس۔ اس کا سر ہٹا ہوا ہے کسی کی تصویر بنا چھہ اس  
کی زبان بند کر دیا تھا۔  
”ایسی خند نہ کر جس کو میں پورا نہیں کر سکتی اگر  
بات صرف خاموشی کا اندر اور دھکی کر دیتی تو ماں باپ کا  
حالات دینی اس کو مٹانے راضی کرنے کی بات کر لی مگر  
اس نے تو باپ سے بات کر کے ہی کچی کر دیا تھا۔  
اس کی کھٹک بیل پر پھل ہو جاتی تھی باپ سے  
بات کرتا ہے تو کیا ہوگا باپ راضی ہو گیا تو اب بھی ہے  
بچہ کی بات اور طوفان آ جائے گا۔  
وہ کمر سے نکل گیا اس کا ایک بچپن کا دوست تھا  
اس کے ساتھ وہ ہر قسم کی بات کر لیا کرتا تھا اور ایک  
غریب گھرانے کا لڑکا تھا بزرگ تک اس کے ساتھ تھا  
مگر اس کی غربت نے اس کو آگے نہیں بڑھنے دیا اور وہ  
باپ کے ساتھ بچپن میں کام کرتا تھا۔  
فرخ کو پتہ تھا اس وقت انور کی حالت میں کام کر رہا  
ہوگا وہ پیل ہی اس کے پاس چلا گیا۔  
انور وہیں تھا تو کچھ کچھ بولا۔  
”کیا بات ہے، اب تو پتر کو مگر کے بغیر ہی گاؤں  
آ گیا۔“  
”ہاں یاد رکھنا کہ پتر کا تھا“ فرخ نے جواب دیا۔  
”چھاپا ہوا تیری پر حالی کا کیا عالم ہے میرا خیال  
ہے تو شہر میں سلامت زیادہ اور تعلیم کر دے۔“ فرخ  
زندگی میں انسان کو صرف ایک بار موعظ ملتا ہے میرے  
پاس سوئے جانا ہی تعلیم پر توجہ سے۔“ انور نے کہا۔  
”تو مجھے جیوش تکی میں بڑھاتا ہے مگر تو نے تعلیم  
چھوڑ دی میں نے کہا تھا تو میرے فرخ پتر پڑھ کر تیری  
خود داری کو میں لکھوں تو نے ایک بات میری نہائی“  
فرخ نے کہا۔

"خیر میرے ساتھ میری بیوی اور بچہ ہیں میں اس سے چھوٹا ہوں میری جان چار بیٹیاں ہیں اور ایک لڑکھا ہے۔  
بڑا باپ تھا اگر اس کے کاغذ سے سے کاغذ خانہ ملتا تو وہ وقت سے پہلے ہی مرنے جاتا، اب یہ ملک میں  
چھ دن تک جا کر میری کتنی بیٹیاں گھر میں پر دی رہ جائیں گی  
میں باپ کو صلہ دنا اور اس سے ان سب کو اپنے اپنے  
گھر روانہ کر دیا جس کے کاغذ سے کاغذ خانہ انکا میری  
خود میری میرے خاندان کو یاد رکھتی ہیں میرے غائب  
میں کسی تعلیم نہیں ہے، بلکہ تاجر کے دوستوں کی  
بات نہیں ہے۔ خوب بددلی جن جا میری یہ خواہش  
ہے۔" اور بولا۔

”تو نے ٹھیک کہا میرے ساتھ دو پریشانی ہیں جو  
میرے ساتھ ہیں مگر دنیا میں شاید ہی کوئی ہو جو میرے  
کے اس کو کوئی پریشانی نہیں ہے ہر کسی کا نوعیت الگ  
الگ ہوتی ہے ہر دوسری بات ہے لیکن حال میرا بھی  
نہیں“ فرمایا۔  
”اگر کا مطلب ہوا کہ تم کسی کافی پریشانی میں  
آئے ہو“ انور نے کہا۔  
”ہاں میں درست ہے تمہارے پاس اپنی مدد کے  
لئے آ جاؤں“ فرمایا۔  
”تاکاؤ بات ہے میں اب قادر ہوں اب  
میرے کمر میں اس باپ کے علاوہ صرف میں ہوں میں  
ہر طرح تمہاری مدد کروں گا“ انور نے پوچھ کر انہماک میں  
کہا۔

فرخ نے پوری اور دودھ دین اور کھیلنے سے شرم نہ کر کے اپنی اباں تک پہنچا کر دیا۔  
اور عارضہ پیش چلیا۔ با خیالات آگے عارضہ اس کے دو جو کرائی رہیں پھر وہ نکلا۔

”سیر اذخاں سے فرخ اب تیرے آپ سے اور مل رہا ہے۔ آپ نے اپنی عیالیں ہمیں سے بات آتی نہیں ہے۔ جتنی تقریر آپ سے میری خواہش ہے میری اباں کا رونا یا کھینچنا اور کھانی چان کھانی سے اس کا صرف عارضہ خدائی وہ کہتا ہے۔ اور کھانی چان کھانی سے اس کا صرف عارضہ خدائی وہ کہتا ہے۔“

انور بولا، "نیک ہے ہم انتظار کرتے ہیں۔"  
 بلوچ نے کہا، "آؤ میرے ساتھ" ہوتل کے اندر  
 سے تیزی سے تھوڑا ان کو لے کر اوپر چلا گیا اور یہاں پر  
 بڑے سے چنگ پڑے تھے اس نے ایک آدمی کو کہا تو ان پر  
 صاف تھری رلیاں اس نے ڈال دیں اور بڑے نرم اور  
 صاف جھکے لگا دیئے۔ بلوچ نے کہا۔

”ابھی کھانے کا وقت ہونے والا ہے بلو آپ  
 روک کیا کھائیں گے“  
 ”آپ جو پسند کریں ہم کھا لیں گے“ انور نے  
 جواب دیا۔

بلوچ میں پڑا۔ "آپ لوگ ہمارے مہمان ہو  
میں لوگ مہمان کے معاملے میں زرا جذباتی ہوتے  
ہیں آپ کی خدمت گرامر کی ڈیوٹی ہے خود راکی ہوگی تو  
مرا آپ مجھے صاف نہیں کرے گا" بلوچ بولا۔  
"اے" آپ اسے جذباتی بھی نہ ہوں ہم اپنی  
دور سے آئے آپ کے بلاوے پر نہیں آئے" غر  
کہا۔

”یہ بات آپ کی بروہہ ہے میرے دوست محمد  
کی خصلت تھی کہ کبھی ہم ایک سے مہمان کا سلوک  
تھے ہیں میرا باپ ہوئی چلتا ہے محمد اس کا انداز  
لیا ایسا ہے جسے وہ مہمانداری کر رہا ہو ”لوگوں نے کہا۔  
”بہت عظیم لوگ ہیں آپ“ اور نے کہا۔

اور بوج سزاوارا بنے چلا گیا۔  
دو دہر کو ان کو بہتر کھانا کھلایا گیا شام کو بوج  
بڑھے آدمی کے ساتھ اوپر آ گیا اس آدمی کی عمر  
اھستر کے دو دیمان تھی سر پر سنڈی ٹوپی تھی اور  
پر بڑی نورانی راڈھی صحت عمر کے حساب سے

خونناک کہانیاں 245

بہت اچھی مٹی چھوڑ کر مرخ و سفید تھا۔  
 ”یہ میرے والد ہیں“ بلوچ نے کہا۔ ”اپ لوگ  
 اپنا تعارف کرادیں۔“

”میرا نام اوردہ ہے اور یہ میرا دوست ہے۔“  
لوگ، عجب سے کسی کی تلاش میں آئے ہیں۔“  
”ہاں مجھے میرے لڑکے نے بتایا ہے جو کہ رہتا  
تھا پہلے اوردہ ہوا تھا مگر پھر چاکا چاکا گیا اور میرے  
پاس آ گیا تھا میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ کیوں جا رہا  
ہے تو اس نے کہا اب میرا یہاں کام نہیں ہے اس  
دعے پر مجھے بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا تھا کہ میں کسی کو  
نہ مانوں۔“

مگر تم لوگ برویسی ہو دور سے آئے ہو تو مانتا ہوں کہ جو کہ تاحقہ ضلع فطیہ میں عیسیٰ کے گھر میں نہیں ہے اور اسے بس جاتا ہے کھوڑا بالائی تحصیل ہے اور ایک مسند کے کنارے گاؤں ہے تم کو کھلا کر بتا دے گا اگر زندہ ہے تو مل جائے گا۔ ہم نے سائیکس تیار کیا خیال کر کے وعدہ توڑا ہے تم اس کو بتا دیتا۔

آپ کی بڑی سہولتی کہ آپ نے ہادی مشکل آسان کر دی "اور" نہ کہا۔

اور مجھ دونوں گھوڑا باڑی کی طرف روانہ ہو گئے

میں گیارہ بجے دن آخری اسٹاپ پر کھڑی ہوئی سب کے ساتھ وہی اترتے ہیں اسٹاپ پر دو تین دکانیں

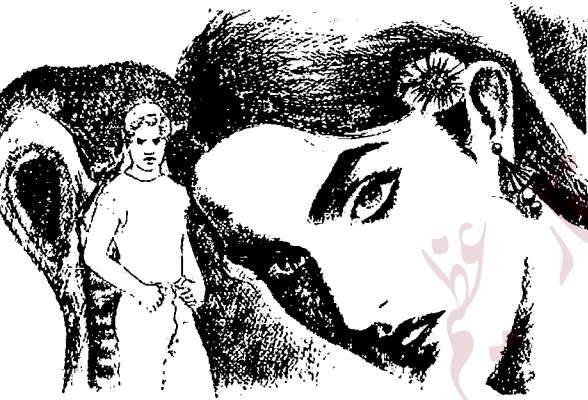
تھیں زیادہ بڑی آبادی نہیں تھی۔

انور نے ایک دکاندار سے پوچھا "سائیکل ادھر  
مندرو کے قریب کوئی گڑھ ہے۔"  
"اڑے ابھی اور قریب کونسا گڑھ ہوں گا یہی ہے  
موندو کے کیا بات ہے۔"

”ہم کو ایک آدمی کی تلاش ہے“ فرخ نے کہا۔  
 ”نام تو بتائیے، ہم لوگ ادھر کا رہتا ہوں۔“  
 ”اس کا نام جو گیتا تھا ہے۔“ انور بولا۔  
 ”ارے کیا بولا..... جو گیتا اُسے وہ ادھر نہیں  
 ہے۔ وہ جلدی سے بولا۔

فروردی ۲۰۱۸ء

# ناگ کا تنہ



نہر پر جا کر اس نے دیکھا کہ وہ نہر کے کنارے بے ہوش پڑی ہے۔ اس نے فوراً پانی کے پھینٹے اس کے منہ پر مارے تو وہ ہوش میں آگئی اور غور سے دیکھا کہ وہر اور دھڑا دھڑا کر رہی ہے۔

اسے دیکھنے کو کہیں سے بہت خوش محسوس کر رہا ہوا اور پھر ایک دم چھانک کر کہہ دیا کہ وہ اس کے اوپر چڑھ گیا اور بھونکنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی چندرا کی آنکھیں کھلی گئی تھیں اب وہ کہہ رہی تھی کہ وہر اور دھڑا دھڑا کر رہی تھی کہ اسے ایک کونے میں چھپ چکی ہوئی کسی چیز دکھائی دی۔ اور پھر اس کی چیخ لکھ گئی جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کونے میں وہی ناگ بیٹھا تھا۔

چنچ من کر ہرکرام رام بڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اس نے دیکھا کہ چندرا بیٹے میں بیٹھی ہوئی تھی اور دروازے میں وہ چندرا کے قریب بیٹھا تھا تو اس نے ایک کونے میں بیٹھا دیکھا کہ اس نے اسے دیکھا تو وہاں بیٹھی نہ تھا۔ وہاں سیاہ

”میں اس کا بیٹہ تو بھی بنا گیا ہے“ اور بولا۔  
 ”ہم کو بتانا ہے تم یہ دیکھنا ہے کیا ہے“ وہ بولا۔  
 ”کوئی پرانا قلعہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کر گیا ہے“  
 فرغے کیا۔  
 ”میں سب کر گیا ہے اس کے اندر سندھو پانی

بھر رہا ہے تم اس کے کنارے آگے جاؤ گے  
 تو آگے تم کو ایک خلیہ میں گاس کے پتوں میں وہ جڑی  
 ہے تمہیں جادو تو اچھا ہے“ دیکھا بولا۔ مگر اس کے  
 بتانے راستے پر چل پڑا وہ دیکھیں کہ چندر مت کے  
 بعد وہاں ایک لڑکا گیا اور دونوں اس کے قریب پہنچ  
 گئے۔ اس خلیے کے برابر ہی ایک بڑے پتھر کے نیچے  
 ایک آری بیٹھا تھا اس کے سر اور جسم پر ہاتھوں کا لکھا کھنجر  
 تھا صرف آٹھ بیس کی نظر آتی تھی۔  
 وہ دونوں اس کے قریب پہنچے وہ ان کو دیکھ کر  
 بولا ”آفس اس نے اپنا وعدہ توڑ دیا“ اس کی آواز بڑی  
 بھاری اور رعب دار تھی۔  
 ”ہم اس کی طرف سے معافی مانگتے ہیں اس نے  
 بھی معافی مانگی ہے“ اور نہ کیا۔  
 ”تو کیا کیں آیا ہے“ وہ بولا۔  
 فرغ نے اپنی شکلات بتائیں اور پھر چھا ”آپ  
 صرف یہ بتائیں کہ یہ پتھر کیا ہے“

اس نے اس اور باپ کا نام پچھا کیا اس کا نام پتہ  
 کیا اور زمین پر حساب کتاب دیکھ کر ہوا وہیں اچھا بھلا کر اور  
 آسان کی طرف دیکھ کر پتہ پڑا اور پھر بولا  
 ”ایسا بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ پتہ ہے تو میرا باپ  
 اور میں کھینچ کر نہیں نکالتے۔ میرے حساب سے تیرا  
 باپ تیرا باپ نہیں، تیری ماں ہے میں نے ہر طرف سے  
 حساب نکالا ہے کہیں یہ بڑی گڑبڑ ہے مگر تو میرے  
 حساب کو غریب نہ سمجھنا میرے حساب کی بات ہے میرا چل چل  
 میں کر سکتا ہوں میرے حساب کے مجھ سے ہے کہ کو  
 روٹی اور کی کو روٹی نہ خانا خورانی آٹھ کھانا لایا جا۔“  
 اور وہ دونوں حیرت سے اس کو دیکھتے ہوئے  
 کمرے ہو گئے۔

خونہ کا کیا نیاں [246] فروری 2018ء

اس دن ہری رام گاؤں سے ہا ہر لیا ہوا تھا چلے  
خوفناک کہناں

24 فروردی 2018ء

خوفناک کہانیاں 249

جولائی 2018ء

ہوئے گہا۔

”وہ صرف تم لوگوں کو ہی نہیں پوری دنیا کو تھام کر لے گا۔ قبر بن جائے گا۔ یہ چلے صرف اس کی ناک میں کوداں لائے گا۔ سب کا نہیں بنے بلکہ وہ شہنشاہ کی طرح لالہ ہو گیا ہے لیکن اگر تم اسے جانا چاہو تو پھر میں اس سے بات کرتا ہوں تم رات بھر نہیں نرو۔ میں آج کی رات اس سے بات کروں گا۔“

پنڈت نے انہیں کھینچا میں جانے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کر جنگل میں چلا گیا۔ شام کو اسی کی کئی گھنٹوں کے بعد ایک درخت کے نیچے چند کھات ہوئے تھے اس نے ستر چار شوروں کو گردا گرد کرکے مٹی کی کرسیاں بن کر چھکڑا کر شوروں کو اس درودہ نامگ مولدوار کو کیا اس کے اور وہ تھے مٹی کی کھالیں پھیلے گا اور وہ انسانی روپ میں آ گیا۔

”راجن تم سے ایک بڑے چمڑے کے مالگ کی وجہ سے“ جو کہ تھوڑے سے بات شوروں کی۔

”میری مالگ نامن کی وجہ سے کیوں پنڈت“

نامگ نے کہا۔

”راجن ایک منٹ میں ہری نام کو بلو انا ہوں“

جنگی تھوڑا تھوڑا اندر گیا اور پری نام کے ساتھ واپس آ گیا۔ ”یہ چاہتا ہے کہ تم مالگو کو بارہ زندہ نہ کرنا کہ یہ بے اولاد نہ ہو“ نامگ نے چوڑے دواہ کو اشارہ کر دیا۔

”زندہ اسے میں نے ہر سال میں اور ضرور کرنا ہے۔ ورنہ میں روپ کو یہاں سے لے جاؤں گا اور میرا عمل جاری رہے گا۔“

”مگر کوئی اور طریقہ نہیں ہے کہ میں ہماری اولاد سے کسی تھوڑے دھوا بننے اور تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے۔“ ہری نام بولا۔

نامگ راجن کو ایک درخت کی نیچے سے بلایا گیا تھا اسے انہیں کسی حکمداری ضرورت نہ تھی اور وہ آرام سے اس سے بات چیت کر رہے تھے۔ ”اگر تم بے اولاد ہو انہیں چاہتے ہو تو اس کے لئے ایک شرط ہے کہ یہ بات تم جیوں کے درمیان ہی رہے۔ میرا عمل پورا

ہوئے یہ دھرم تمہاری بات بھی پوری ہو جائے گی۔“

راجن انہیں باقی تعصبات بتاتا رہا۔

روپ اب سولہ برس کی ہو چکی تھی۔ چودھویں کی رات تھی اور اس کا جسم بھی بے مثال تھا آج کی رات اس نے مرنا تھا قاتار ہوسن اور نامگ راجن بھی آ گیا۔

اجاک روپ گر پڑی اور مرگئی تھوڑی دیر بعد اس کا جسم نامن کے جسم میں بدلنے لگا اور وہ نامن بن گئی اور انسانی روپ میں آ گئی راجن ہے اعتبار بننے لگا کیونکہ اس نے مالگو کو بارہ بار اپنا تھوڑا درودوں دیا ہے جسے چلے چھڑا اور اس ہو گئی۔ اس نے کئی دفعہ ہری نام سے وہ

چنگو پوچھی تھی کہ اس نے کئی جواب دیئے تھے۔ وہ نامگ اور گڑگڑا اور انہیں دوبارہ آگھن میں پھول کھلنے کی فوید لی اور یہ امید کی کہ نامگ پھول چاہے نہ گی۔ جب ان کے گھر میں ایک سگی بچی نے جنم لیا۔ وہ ہو بھو روپ کی طرح کی انہوں نے اس کا نام روپ رکھا ایک سال

گزر گیا اور ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک سال کی سگی روپ سترہ سال کی لڑکی میں بدل گئی۔ رات کو جب وہ سوئے تو روپ ایک سال کی لڑکی بن گئی اور ہو بھو پھول والی روپ کی طرح خوبصورت ہو کر بھو دی گئی۔

یہی وہ بات کی تھی بتاتے سے راجن نے منع کیا تھا۔ راجن نے کہا تھا کہ روپ کے نامن بننے کے بعد ایک ماہ کے وقفے سے ان کو دوبارہ باپ بننے کی فوید لے کر اور ان کے گھر جو بنی تھی نامگ نے وہ ہو بھو روپ سے لٹی ہوئی ایک سال کے بعد وہ ستر سال کی لڑکی بن جائے گی۔ چونکہ پہلی بنی ولسر سال کی ہوئے ہر انہوں نے کھوئی تھی اس لئے دوسری سترہ سال کی ہو جائے گی اور ہو بھو پھول ہو گی۔

اور یہ راجن نے اپنا عمل کا خیالی سے پورا ہونے کے لئے انہیں تنبیہ یا تھا تا کہ وہ کسی بے اولاد نہ ہوں اور اسے اس کی مالگ کی بات ہے۔



## رنگ دھنک

آپ کی بیاض، پسندیدہ اشعار کا انتخاب

وفا کی راہ بڑی پر خوار کی گئی ہے  
ذہنت آنسوؤں کی دیوار کی گئی ہے  
دنگی دھل گئی پھر سے تم کے سانچے میں  
تجری ہر خوشی ہمیں یادگار کی گئی ہے  
(کائنات سبیب گورناروال)

تمہارے ساتھ رہتا بھی مشکل ہے بہت  
اور میں تمہارے بھی ہم وہ نہیں چاہے  
کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے  
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی  
(فلک نامہ لاہور)

ماتا کہ آج میں اکیلے رہ گئے  
جہاں کے آنسو آنکھوں سے بہہ گئے  
روئے رہے تو کون چپ کرائے گا ہمیں  
جو چپ کرا رہے تھے دھنک روئے کہ کہہ گئے  
(انجلی مہتمم کراچی)

طلب کریں تو آپ آکھیں بھی ان کو دے دوں میں  
مگر یہ لوگ ان آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں  
(فرزانہ جاوید لاہور)

ہم محبت کی قدر محبت سے کیا کرتے ہیں  
تم جو مرے اس کے لئے دنیا کرتے ہیں  
سوال ہو جو لئے دیے کرتے ہیں  
ہم کاٹنے لگا کرتے ہیں پھول دیا کرتے ہیں  
(دکریں کراچی)

میری غربت الزانی ہے میرے فن کا ذائق  
تجری دولت ہے تجھے صیب چھپا رکھے ہیں  
(محرر نسیم بھٹو لاہور)

تجانیوں کا اک الگ حرا ہے  
اس میں درخشاں ہوتا کسی کے چھوڑ جانے کا  
(سہیل مایاں سرگودھا)

تو شاید کبھی یہ اشارہ نہیں ہونے والا  
کہ اب عشق سے چھٹکا نہیں ہونے والا  
شیر تو بن نہیں ہی یہ دل دے گا ہوں اوس!  
مجھے اب کوئی تم سے پیارا نہیں ہونے والا  
(شہلا کران حیدر آباد)

مہا کی طرح نہ کوئی قرار کو ترے  
تمام مہر چلے گئیں دیار کو چلے  
گھول کے نام عیار بہار جولاے  
قدم قدم شجر سایہ دار کو ترے  
(ایم۔ عظمیٰ ساہی لاہور)

ہے مجھ میں بھی بہت سی لطف نہیں  
کہ جب بھی کسی کو سمجھا اپنا ہی سمجھا  
(نامہ خانہ لاہور)

لوگوں کو اس کو کہتے تھے کہ زندہ رہے تو ہمیں گے  
تم سے لے کر ایسا لگا لے رہے تو زندہ رہیں گے  
(علی حسن کھٹاکان)

سوجاؤں تو تیرے خراب چنگا رہے ہیں  
اندھیری راتوں میں تم چراغ جلا رہے ہیں  
یہاں کوئی بھی نہیں اپنا یہ دیکھا ہے جاوید  
سرد راتوں میں تم تجھے دعا دیتے ہیں  
(کونجہاں لاہور)

بہت ہے کہ بے کھلی ہے میں مجب پھول سا جیوں ہے  
نہم سے دل بہا رہے ہے خوشیاں دلا آئی ہیں  
(ناجیہ ملک لاہور)

میں کھلوں ہوں مجھے تھو مت لگاؤ تم  
کسی شیش میں رکھ کر مجھے سہاؤ تم  
میری آنکھوں میں بھی دیکھو بھی  
میرے چہرے سے بھی پیاری سی نظر ڈالو تم  
(صاحبزادہ لاہور)

نہ سزاؤ ہمیں کہ سناے ہوئے ہیں  
جہاں کا تیری ہم غم اٹھائے ہوئے ہیں  
کھلوں سمجھ کر ہم سے یوں نہ کیلوں دوست  
ہم بھی تو اکیلا ہے بنائے ہوئے ہیں  
(ذہنت نسیم بھٹو لاہور)

☆☆

# غزل

آپ کی پسندیدہ غزلوں کا انتخاب

دلوں کے آئینے اللہ ہا صفا کردے  
ہوے غلوں و محبت سے لئے دلوں کے  
وہ دن گئے کہ موز تھے یک اب وادہ  
سایاں ہیں لیبوں میں خوش خصالوں کے  
(انتخاب: مجید... کراچی)

ہو نہ ہو کہ درد کو دلتا سے چھپانے کے لئے  
ڈنٹا رہتا ہوں میں اب یوں ہی زمانے کے لئے  
پھر کوئی خواب محبت کا دکھاؤ مجھ کو  
قلقت شہر ہے بے تاب لسانے کے لئے  
شہر تھکتی ہیں مگر کہوں پھر کے خوں سے  
خواب غفلت سے زمانے کو بچانے کے لئے  
زندگی اس کو شب و روز دعا دیتی ہے  
وقت کرتا ہے جو ہر سانس زمانے کے لئے  
اپنی نظروں سے مجھے آپ کرانے کے لئے  
مجھ پہ کرتا ہے وہ احسان بجانے کے لئے  
ہو گئیں شور میں مہم دم نہیں بھری  
کولی آگ نہ مری جان بچانے کے لئے  
نیز آکھو میں شب و روز بھری دلتی ہے  
کوئی آگ نہیں اب خواب چھپانے کے لئے  
مر بھر جھوٹ کا پھوڑا نہیں دامن اس نے  
اپنے ایک جھوٹ کو زمانے سے چھپانے کے لئے  
(انتخاب: اسامی... کراچی)

حصار میں ہے یہ دنیا شہرے جانوں کے  
فیور تک نہیں آزاد اب خیالوں کے  
اندھیرے رشتوں میں نہ ہو سکے تہلیل  
سلطہ ہو گئے ہاں رنگ سر کے بالوں کے  
نہ جی ہو گئے افسوس غزلوں کے حصار  
جواب دے گئے سب حوصلے جیالوں کے  
یہ صوفی بڑی سوہان روح ہوتی ہیں  
روبل دن نہ دکھائے غما کمالوں کے  
جواب دیتی ہے دنیا مگر درست نہیں  
جہنم وقت پہ لکھے ہوئے سوالوں کے

آکھ بے رفاقی سے ہم پریشان نہیں ہوتے  
تیری ہے وفا سے ہم پریشان نہیں ہوتے  
تم سلامت رہو ہم بیٹھ پھولوں کی طرح  
گزرے ہوئے لئے پھر مہراں نہیں ہوتے  
تیری دید میں کیسے رزم پائے ہیں  
کسی طرح ہم یوں بھی حیراں نہیں ہوتے  
بدلی ہے آسمان نے نگاہ ہم سے آج  
اسم سوچوں سے ہم جہاں نہیں ہوتے  
پھر ہوئی تو ہمیں نیند آنے لگی پھر  
قاسمے دقا کے تیرے ہرے دریاں نہیں ہوتے  
قریب دے گیا کسی کا سایہ بھی ہمیں باور  
بھولے سے تیری ذات سے ہم دھماں نہیں ہوتے  
(لائیہ: اکرم... کراچی)

بھری آکھوں سے تیری یاد کا سایہ نہیں جاتا  
میں نے مان لیا تم کو بھلا نہیں جاتا  
اک مدت سے میرا نام لکھا ہے دل پہ  
میں کیا کروں وہ مجھ سے ملا نہیں جاتا  
ہونے والے تو خود ہی اپنے ہو جاتے ہیں  
کسی کو کہہ کر اپنا ہلا نہیں جاتا  
دست ہوئی تیرے ہجر میں جلتے ہوئے  
آگ کہ اب ان آکھوں کو اور دلا نہیں جاتا  
درد چہرہ، بکھرے ہال، خاموش لب اور نم آنکھیں  
حالت زار کو اب حریف چھپا نہیں جاتا  
ابیر شہر ہے کہہ دو اپنی اذیت میں دے  
مجھ سا شخص دولت سے ستا نہیں جاتا  
زمانے کے دلوں کیچھے میں سام مجھ رو کر گئی

کوئی چچ ہاں کے چپٹ سے سکھائ نہیں جاتا  
(مگر زمانہ اس پر اسامی خان)

بہر کرب پہ جب نیند چلائی میں نے  
تب کس خواب کی بنیاد اٹھائی میں نے  
رزم اپنے تھے کہ ہر شخص کے آگے رکھے  
ہات اپنی تھی کہ خود سے بھی پھینکی میں نے  
حسرت تم کے لئے خود کو اذیت بخشی  
پھر اپنی درد سے تھکتی ہیں پائی میں نے  
میں نے دلوں کو کھیرا اپنی تارہ دکھا  
جب کہیں دشت میں کی نظر سرائی میں نے  
اپنی کھڑکی سے بچنی خود کو پکڑا کل شب  
اور پھر خود کو وہ آواز سنائی میں نے  
چھپانے والے سے رنگ جان کا بھی رشک تیر  
یہ لکھنے میں بہت دیر لگائی میں نے  
(فرزاد: نذیر... کراچی)

سب سے اونچی ہے تری شان رسولؐ  
آپؐ جیسا کوئی نہیں انسان رسولؐ  
ہو کر ہم اس پہ کمرٹ جاتے معیت اس کی  
آج امت ہے پریشان رسولؐ  
مل گئی آپؐ کی امت کو نصیحت کتنی  
ہم پہ ہے آپؐ کا احسان رسولؐ  
ہو کر ہم اور ہے وہ اذن حضورؐ  
میں ہوں آپؐ کا مہمان رسولؐ  
مجھ سا کم طرف بھلا کیسے تاخوئی کرے  
جب خدا خود ہے تا خواں رسولؐ  
جسم مٹا کر ہے وہ نظر حمایت آقا  
شکلیں ہوں مری آسمان رسولؐ  
نعت گوئی کی سعادت جو ملی ہے مجھ کو  
بھری بخشش کا ہے ساہاں رسولؐ  
(قرآن: شاعر... کراچی)

منا دل کے مضامین، جگہ میاں رہنے دو  
میں ہے راز کی خواہش مجھے ہے راز رہنے دو

نہ پہنچا آسمان تک جو بھی وہ تارہ دل میں  
مرا لکھوں سے کیا رشک مجھے فرما رہے دو  
مجھے انسانیت کی قبر پہ آسو بھانے میں  
اصول و مہذب و قانون سے آزاد رہنے دو  
میں سے میرا کعبہ اس کو ہے وردی سے مت اذکار  
مرے کوسلے ہوئے دل میں کسی کی یاد رہنے دو  
نئی تہذیب کے چادر گرہ، میرے سکھ  
مبارک تم کو آہادی، مجھے بہرہاں رہنے دو  
رہناں اور دواں کے شاعر میں سے دھڑے بندی  
نہیں موقوف کراچی پر حیدر آباد رہنے دو  
(ربان: عرفان... کراچی)

ہر شخص میں ہیں جہاں کچھ باقی کسی قصے  
بھی کسی سے ملے ہیں، سنے ماضی کے قصے  
بکھی شہینوں سے کھلا دل میں ابیرا  
اور کہیں ہیں لہلوں کے سادگی کے قصے  
کوئی پہلو یاد کو تھکتی فرداں کے قصے  
کسی کی نظر میں ہیں وہاں کی قصے  
اور دل میں ہے سائے عاجزی کے قصے  
کوئی بن گیا ہے رانجھا چرکی مشق میں  
اور کوئی ستا بکھرے آوارگی کے قصے  
کہیں نظر آتا نقطہ پیار ہی پیار  
اور کہیں ہیں دیکھے بے روٹی کے قصے  
بہت کچھ دیکھا ہے شہر اور اتار ہی میں سمجھا  
جن کے لہلوں پہ دلتی ہیں وہاں کی باقی ہیں اس دنگ کے قصے  
(رشید: اکرم... کراچی)

کسی بخشش کا سامان ہوا پھرتا ہے  
شہر سارا پریشان ہوا پھرتا ہے  
کل تک جو شہر تھا زمانے میں رزم بن کر  
آج اپنی ہی ذات میں گم ہوا پھرتا ہے  
ایک بارودی چٹکت اور نور کبیر  
راستہ بخت کا دیکھو تو آسمان ہوا پھرتا ہے  
جانے کون کسے مار دے گا کفر کہ کر



اسی در سے شہر سارا سلطان ہوا پھرتا ہے  
(خانکرم.....لاہور)

عالم مجھ ہاں، دشت کا ساں ہے  
خوف ہے چڑوں پہ، جسم نرزاں ہے  
جگمگدگائی ہے انکس، بے سب کو در  
میں کسی کو خیر، جانے تو چاہے کچھ  
نہ تھا یقین کہ یہ ساعت آئے گی  
آخر انہیں بھی بات بوجھانے کی  
دور حاضر کے انسان کیا مکی کھلا رہے ہیں  
کی شیطان خود کو انساں سے بچا رہے ہیں  
سارے انہیں میں تلک کی حرکت انساں  
ہم کریں کیا، شیطان ہیں لوح کہان  
(سلطانہ بنت.....مکوئی)

وہ اپنی شاعری بھی کاش میرے نام دے ڈالے  
مجھے ایسے کوئی چاہے کہ مجھ پر جان دے ڈالے  
میں پھر اس کی محبت کے پھول میں ڈھونڈتا جاؤں  
بھی جو اٹھاتا وہ نقر کا جام دے ڈالے  
وہ ہستی زمینی کی شب میں اک تبدیل ہوئی ہو  
ہلا کر دل کو اپنے دھڑکی پر شام دے ڈالے  
میری پکوں سے اس کی یاد میں سوئی اگر برس  
ستارے ٹٹکتے ہوں، ہوا پیغام دے ڈالے  
مجھے رعد ہو یا زار اپنا اویں وہ بھی بھلائے نہ  
کہانی جب نہ کوئی، دفا کا نام دے ڈالے  
(عابدہ اہلسلم.....میرپور ضلع)

پھو تو ساں میں کیا رکھا ہے  
بر وقت ہوٹوں پر تیرا سما رکھا ہے  
تم تھوڑی سی حرارت پہ ترچے ہو  
ہم نے سینے میں باہر پا رکھا ہے  
تم ایک دو آنسو بہا کر ٹھک جاتے ہو  
ہم نے آنسو میں نگا چلا رکھا ہے  
تم اپنی انہیں شہید سے سنوارتے ہو  
ہم نے کسی میں تیل لا رکھا ہے

تم کسی اور کے ہوا تو کوئی تم نہیں  
ہم نے یہ پیکر کسی اور سے بھی چلا رکھا ہے  
ہم دل تو کسی اور کو دے بیٹھے ہیں  
تمہارے لئے مگر وہ بچا رکھا ہے  
(آصف خان.....لاہور)

وہ دھرا اپنا مہد وفا ہما نہ کے چلے گئے  
ہم حسرت و عیار کے تھے طالب مگر وہ چلے گئے  
زمین پر ہیں بھی آسمان سے نہ نکٹ رہی تھی  
اس پر بھی اک نیا داغ لگا کے وہ چلے گئے  
امید وفا تھی جسی مجھ غریب کو ان سے  
چلے رستے میں چھوڑ کے وہ ہاتھ چلے گئے  
چھوڑے کیا کیسے یہ تو دنیا کی ریت سے پرانی  
کرتی ہوئی دیوار مگر وہ لگا کر دکھا چلے گئے  
جو پانی ہے سانس وہ دایہاں لے لو  
سب کے پاؤں کے اہل وہ چلے گئے  
اپنی محسن کو فنا میں سولہ سے بہت کم آپ نے  
اب آصف شہزاد کا کر کچھ علاج وہ چلے گئے  
(شائقہ بیٹی.....تھور)

مجب اک بیٹھاری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
پریشان قوم ساری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
محنت کی پٹریاں تیسرے لیے لیلوں کو  
سقم لوگوں پہ چاڑی ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
اس لئے کہاں جاؤں مسابک نہیں چھوڑی  
مجب حالت بھاری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
پہاں دھرا وہاں دھرا مذا دہیں سے غربت  
کہاں فرماں چاڑی ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
وہی ہے رہا اپنا جو قلعہ نہیں ہے خود سے بھی  
مرمت سے جو عاری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
یہ تو مہنگا پہلے تھا تو چلے گئے بھی کیا تھا  
اب تو اب تو باری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
کوئی تو ان میں ایسا ہو جو ایم فائدہ جیسا ہو  
مہاس دعا بھاری ہے کرے کوئی تو کیا آخر  
(منور مگر.....لاہور)

☆☆

## پراسرار دنیا

### قدیم چینی ہندوق

شاہی دور کے مارک دلا پراچینی اٹھیں ہتھیار  
جو غلامی کے لیے قیاس کا جانے والا سب کا پہلا  
ہتھکن ہتھیار ہے، 2.5 امریکی ڈالر میں فروخت  
ہو گیا ہے۔ غلامی کے ہتھیاروں نے ایک عین میں  
کہا ہے کہ غلامی کی جانے والی ہندوق جراثیمی مہارت  
کے ساتھ دیرپا نائن اور بہترین طریقہ پر بنائی جانے والی  
قوڑے دار ہندوق جو انجیریل و رشکاب میں چمک  
خانمان کے شیشہ جیان لونگ کے لیے مانی کی گئی،  
بلاشبہ پچھلی تاریخ کے آرٹ کا نمونہ اور درست کوکیشز  
ہے اس کو ایک ایسی ہی قی کوکیشز کو فروخت کر دیا گیا، جسے  
بائیزلڈن نے چینی فنون لطیفہ کے سنزور انجیریل رابرٹ  
براؤن نے کہا کہ اس ہندوق کا کاروبار ہے کہ آج کے  
والے انتہائی اہم چینی خزانوں میں ہوتا ہے، یہ نتیجہ دیگر  
معمری ایشیا کی تاریخی فروخت کے ساتھ بار بار کہا جانے  
کا۔ یہ ایشیا چمک خانمان کے دوران شاہی ن دنگاشی  
کے کس کا نمونہ ہیں۔

(دیرین خان.....پشاور)

### حیرت انگیز دریافت

#### پانی سے متعلق حیرت انگیز دریافت

سائنسدانوں نے پانی کی ایک نئی حیرت  
ورایت کر لی۔ تحقیق میں یہ دریافت ہوا ہے کہ پانی  
غلیظ، مائع اور گیس کے علاوہ ایک اور حالت اختیار  
کر سکتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پانی کے ساتھ کیمیائی

### قارئین کے پیچھے گئے پراسرار واقعات

مگر یہ درج حرارت پر پانی کی خصوصیات میں تبدیلی  
دیکھی گئی ہے۔ اس دریافت کے حساب سے تاریخ  
حالت میں پانی کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں، اس حقیقت کے  
سبب کج حیرت میں داخل ہوا۔

(ناریسیل.....سایویل)

### ڈائناموسار کی جلد پر تلگن نمونے دریافت

سائنس دانوں نے ایک ڈائناموسار کی کھال پر  
رنگوں کے نمونے دریافت کیے ہیں جو آج کے دور کے  
جانوروں کے کیمولوج کی مانند ہیں۔ بہترین حالت  
میں محفوظ شدہ ایک پچھلی فوسل سے ظاہر ہوتا ہے اس  
جانور کے جسم کا کچلا حصہ، جب کہ اوپر کی حصہ  
گہرے رنگ کا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جانور  
کی ایک کچلے ہوئے تھا جہاں روشنی منتشر ہوتی ہے، مثلاً  
کسی جنگل میں۔ تحقیق کے شریک مصنف، کیپٹن وکٹر  
سکیتے ہیں کہ اس ڈائناموسار میں کیمولوج کے نمونے سے  
ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے اسے شکار میں سے  
پچھنے میں مدد ملی۔

(رشانہ عید.....وہا پور)

### ڈائناموسار کا 8 کروڑ سال پرانا پرناسیون

فیم ہوا جانے والے قدیم جانوروں پر کام کرنے  
والی ایک سائنسدان نے ڈائناموسار کا 8 کروڑ سال قدیم  
پرناسیون دریافت کیا ہے جس کی پٹریوں میں موجود تھا۔  
اس دریافت کو غیر معمولی قرار دیا جا رہا ہے جس میں کئی  
گروہ والے ایک بڑی خورد ڈائناموسار پر مشتمل حاصل  
کیا گیا ہے۔ ابتدائی تجزیے کے مطابق یہ پرناسیون 8

[illegible]

ماحولیاتی حرارت بڑھنے کی وجہ سے لارن کی شکاف کے بڑھنے کے عمل میں تیزی آئی ہو لیکن اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کوئی خاص شواہد موجود نہیں ہیں۔ (زاہدہ..... کوئٹہ)

**ٹوائسٹ کھودنے سے میوزیم دریافت**  
 اٹلی کے ایک شہری لوسیانوفیکمانو نے جب ایک عام سی عمارت خریدی تو وہاں ایک اٹالین ریسٹوران (اطالوی طعام گاہ) کھولنا چاہتے تھے مگر ایک ٹوائسٹ (پانخانہ) جس میں سے مشعل گنداپانی رس رہا تھا ان کے لیے ایک مسئلہ بن گیا۔ مشعل گنداپانی نے اپنے بیٹوں کو تحفہ کے طور پر لگا دیا وہ سمجھ رہے تھے اس کام میں ایک ہفتہ لگے گا مگر جو کام 2000ء میں شروع ہوا تھا وہ ابھی تک جاری ہے۔ سب سے پہلے ٹوائسٹ کے نیچے سے انٹرگرائونڈ کاریلوڈ اور دوسرے کمرے دریافت ہوئے پھر مٹی وہ کھودتے رہے اور تلاش جو ایک سیوریج پائپ کی بجائے شروع ہوئی تھی وہ انھیں فل اڈج کے ڈانے لے کر لے گئی اور اب تک وہ جیسا بنن ٹوب، روٹن اناج مرکز، ایک فرانسسکن چیمبل اور دیگر قدیم آثار دریافت کر چکے ہیں اور ان کی یہ عمارت جہاں وہ ریسٹوران بنانا چاہتے تھے، ایک میوزیم (بجائے گھر) کی صورت اختیار کر گئی ہے اور اس کے نیچے سے آثار قدیمہ دریافت ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ (سمرن کیرلو..... حیدرآباد)

### 5 زردیوں والا اٹھ

چین کے صوبے ہوئی میں رہنے والی تانہ نامی خاتون نے ناشتہ بنانے کے لیے جونگی انڈا توڑا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انڈے میں سے 5 زردیاں نکل آئیں۔ تاؤ کے گھر والوں کے مطابق 5 زردیوں کا لکنا انتہائی خوش نصیبی کی بات ہے۔ (تول..... سیالکوٹ)



قیمت ایک اندازے کے مطابق سو ملین ڈالر ہے۔ ذرا کچ کا کہنا ہے کہ فلپائن سے تعلق رکھنے والے ایک ماہی گیر نے سمندر سے دنیا کا سب سے بڑا موتی ڈھونڈ لیا اور قسمت بدلنے کی امید لیے اس موتی کو دس سال تک اپنے پاس چھپائے رکھا تھا تاہم جب ایک دن اپنے دوست سے اس ہارے میں بات کی تو پتہ چلا کہ دنیا کا سب سے بڑا موتی ہے جو اب عالمی ریکارڈ قائم کر چکا ہے۔ (ہیم اختر..... گوجرانولہ)

### برقانی تودے کی دراڑ

انٹارکٹیکا میں ایک بڑا برقانی تودہ ٹوٹنے کے قریب ہے اور اس میں پائی جانے والی دراڑ بڑھتی جا رہی ہے۔ لارن کی شیلیٹ نامی تودے کی دراڑ میں یکم جنوری سے دس کلومیٹر اضافہ ہوا ہے۔ اگر اس دراڑ میں 20 کلومیٹر مزید اضافہ ہوا تو ویلز کے رقبے جتنا یہ تودہ الگ ہو جائے گا۔ سوانزی اور ابراہامو-تھو یونیورسٹیوں اور برٹش (برطانوی) انٹارکٹیکا سرورس کے محققین کے مطابق اگر ایسا ہو گیا تو اب تک دیکھا جانے والا یہ سب سے بڑا تودہ ہوگا۔ لارن کی برقانی تودہ انٹارکٹیکا کے سب سے شمالی حصے میں واقع ہے اور اس کی موٹائی 350 میٹر ہے۔ طویل عرصے سے موجود دراڑ دسمبر کے مہینے میں اچانک بڑھ گئی تھی اور اس پانچ ہزار مربع کلومیٹر لمبے تودے کا صرف 20 کلومیٹر حصہ برقانی خطے سے جڑا ہوا ہے۔ سوانزی میں موجود محققین کے مطابق اگر یہ برقانی تودہ ٹوٹ جاتا ہے تو مستقبل میں پورے شمالی خطے کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ سوانزی یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈرین لکسمن کہتے ہیں کہ دنیا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دراڑ میں 175 کلومیٹر کا اضافہ ہوا ہے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ 5000 مربع کلومیٹر کا یہ رقبہ ٹوٹ کر کب الگ ہوتا ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ یہ شکاف اور برقانی تودے کا ٹوٹنا ایک جغرافیائی عمل ہے اور اس کا ماحولیاتی تبدیلی سے بظاہر تعلق نہیں ہے۔ ان کے مطابق ایسا ممکن ہے کہ شاید